مُستند عربی کتاب خصائص عباسیہ کا اردو ترجمہ

خصائصِ
عباسؑ علمدار

مؤلف

آیت اللہ شیخ محمد ابراہیم کلباسی النجفی

مترجم

علامہ ریاض حسین جعفری (فاضلِ قم)

www.ziaraat.com
sabeel-e-sakina
Presented by www.ziaraat.com

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔

منجانب۔

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

۷۸٦

۹۲_۱۱۰

یا صاحب الزماںؑ ادرکنی

یا عباسؑ

Knowledge for All

SABIL-E-SAKINA

DVD Version

لبیک یا حسینؑ

نذر عباس

خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

www.ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

Presented by www.ziaraat.com

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

خصائصِ عباسِ علمدارؑ

باب الحسینؑ، باب الحوائج، عبد الصالح، الشہید، الصدیق، الموثر
سپہ سالار و علمدار کربلا، پیکرِ صدق و صفا، فخرِ وفا، حجابِ زینبؑ، سقائے سکینہؑ۔

حضرت ابوالفضل العباسؑ ابن علیؑ ابن ابی طالبؑ

کے مرتبہ و مقام، حیات و صفات اور بلند پایہ خصوصیات پر
مستند، جامع اور محقق شاہکار

مؤلف

آیت اللہ الحاج شیخ محمد ابراہیم کلباسی النجفی مدظلہ العالی

مترجم

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضلِ قم

نظرِ ثانی

محققِ وحید ثقۃ الاسلام حضرت علامہ محمد حسن جعفری مدظلہ العالی

ناشر

ادارہ منہاج الصالحینؑ

جناح ٹاؤن ٹھوکر نیاز بیگ لاہور۔ فون : 35425372

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

کتاب : خصائصِ عباسِ علم دارؑ

مؤلف : آیت اللہ الحاج شیخ محمد ابراہیم کلباسی النجفی مدظلہ العالی

مترجم : حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضلِ قم

نظرِ ثانی : محقق وحید ثقۃ الاسلام حضرت علامہ محمد حسن جعفری مدظلہ العالی

پروف ریڈنگ : چوہدری محمد عمران حیدر جعفری، فخر عباس حیدری

فنی معاونت : زہراء بتول جعفری، محمدہ بتول جعفری

اشاعت : 2011ء

ہدیہ : 265 روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ مِنہاجُ الصّالحِین۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

خصائصِ عباسِ علمدارؑ

(معروف عربی کتاب الخصائص العباسیہ کا اردو ترجمہ)

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

بسم الله الرحمن الرحیم

Presented by www.ziaraat.com

ترتیب

- عرضِ ناشر 19
- نذرِ علمدار علیہ السلام 22
- اھداء 23
- اجازت حدیث و شہادت و اختیار 26
- تعارف و تمہید 32
- خصائص عباسیہ کیا ہے؟ 32
- مقدمہ 35
- حدیث حب و بغض 36
- خالص نسب 41
- وہ ہستی جسے کوئی بھی نہیں پہچان سکتا 41
- لیلۃ القربہ 43
- سقائے بدر 44
- سقائے کربلا 45
- پاکیزہ و طاہر رحم 47
- حضرت عقیلؑ سے مشورہ 48
- الام المبارکہ (اُمِ مبارکہ) 49
- اللہ کے نزدیک اُم البنینؑ کا مقام 51
- سیدہ اُم البنینؑ کا عہدِ ولادت 51

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

- جنابِ عقیلؑ کا نکاح امیرالمومنینؑ کے لیے پیغام 53
- حزام کا وہ مشورہ جو انھوں نے بی بی ثمامہ کے ساتھ کیا 55
- نکاح کا اعلان 57
- اُم البنینؑ امیرالمومنینؑ کے گھر میں 60
- زواج کے لیے نمونہ و مثال 61
- نیک بیوی 61
- نیک شوہر 65
- زوجانِ کفوان 69
- زوجین کا حق 73
- خاندانی تعلیم 74
- حقوقِ زوجیت میں تقابل 76
- عورتوں کے لیے اجر کی خوش خبری 78
- عورت کا زینت اختیار کرنا اور معطر ہونا 79
- عورت اللہ کی طرف سے نعمت ہے 80
- آدابِ زواج 81
- آدابِ زفاف 83
- مبارک خاندان 85
- اولادِ امیرالمومنینؑ 86
- اسلام میں فضیلتِ اولاد 87
- امتیازِ ولادت 90
- ولادتِ عباسؑ کی خوش خبری 91
- ولادت اور سنت 94
- حضرت عباسؑ کی تاریخ ولادت 95

Presented by www.ziaraat.com

اسمِ گرامی کے بارے میں	96
مولودِ مسعود کا اسمِ گرامی	97
استنباط اور اخذِ نتیجہ	101
سوال و جواب	102
آپؑ کے اسمِ مبارک کے بعض خصائص	104
لغت میں لفظِ عباسؑ کا مفہوم	104
اسمِ عباسؑ کے فیوض و برکات	106
اپنی دعاؤں میں حضرت عباسؑ کو وسیلہ بنانا	107
آپؑ کی پرورش کے بارے میں	109
آپؑ کے بچپن کی ایک خوب صورت داستان	109
جنابِ عباسؑ کا حضرات حسنین شریفینؑ سے تربیت پانے کا شرف	110
آپؑ کی کنیت کے بارے میں	113
ابوالفضل اور ابوفاضل	114
ابوالقاسم	114
ابن البدویہ	114
ابوالقربہ	115
انفرادیت یا امتیازی خصوصیت	116
حضرت عباسؑ کے القاب کے بارے میں	116
حضرت عباسؑ مجمع جمال و کمال	118
حضرت عباسؑ، باب الحسینؑ	120
امام عالی مقامؑ کے اپنے بھائی سے لگاؤ کی ایک جھلک	122
لاشۂ حضرت علمدارؑ کو مقتل میں ہی چھوڑ آنے کا مقصد	123
مرقدِ منفرد و حرمِ خاص	125

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

حضرت عباسؑ اپنے بابا کی اقتدا کرتے ہیں	126
حضرت عباسؑ باب معنوی ہیں نہ کہ سیاسی	127
حضرت عباسؑ باب الحوائج	128
اللہ تک پہنچانے والے ابواب و وسائل	129
باب الحوائج اوّل	130
باب الحوائج دوّم	130
باب الحوائج سوم	131
باب الحوائج چہارم	133
عباسؑ کی توجہ پانی لانے پر مرکوز ہے، جنگ پر نہیں!	135
حضرت ابوالفضلؑ بحیثیت ساقی	137
رسول اللہؐ کا پانی پلانا	138
حضرت امیرؑ کی اہلِ بدر کے لیے سقایت	140
یوم حدیبیہ کی سقایت	141
حسنین شریفینؑ کا استسقاء	142
امام حسینؑ کا کوفیوں کو پانی پلانا	142
غیر معمولی حالات میں جناب عباسؑ کی سقایت	143
حضرت عباسؑ کی کم سنی کی ایک سقایت	144
حضرت عباسؑ ساقی عطاشاءِ کربلا	146
دو اہم باتیں	147
سقایت قرآن وحدیث میں	148
حضرت ابوالفضلؑ کی کربلا میں پہلی سقایت	155
دوسری سقایت	157
تیسری سقایت	157

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

حضرت ابوالفضلؑ ہر پیاسے کے لیے ساقی ہیں	159
زندگی میں پانی کی اہمیت	159
پانی امام حسینؑ کے صدقے میں خلق ہوا ہے	160
ساقیِ مطلق	161
اقتدائے حضرت عباسؑ میں سقایت	161
پانی پینے اور پلانے کے آداب	163
حضرت عباسؑ قمرِ بنی ہاشم	164
ہاشم اور ان کے بیٹے سرداران بطحا ہیں	165
نبیؐ و اہلِ بیت نبیؐ انوارارض ہیں	166
مخلوقِ خدا میں سب سے زیادہ مشابہ رسولؐ	168
حسن و صباحتِ عباسؑ	171
حضرت عباسؑ: قمرالعشیرہ اور فخرِ بنی ہاشم	173
عباسؑ فخرِ بنی ہاشم	173
فخرِ آلِ وحید	174
جمال اور حُسنِ افعال	174
حضرت عباسؑ: صاحب اللواء (علم دار)	175
علم داری کے اوصاف	176
علم عباسؑ کے ہاتھوں میں	177
رسمِ علم داری کب سے؟	178
غازیؑ کا علم دربارِ شام میں	179
علم شعائرِ حسینیؑ میں شامل ہے	180
عباسؑ: بطلِ علقمہ	181
علقمہ اور عباسؑ کی جرأتِ جسمانی	182

Presented by www.ziaraat.com

علقمہ اور عباسؑ کی جرأت روحانی	182
وفا: ایک جرأت معنوی	183
علقمہ خشک ہو گیا	184
عباسؑ، کبش کتیبہ یعنی سالارِ لشکرِ حسینؑ	187
کبش الکتیبہ ایک عظیم لقب اور اعزاز ہے	188
کبش الکتیبہ کی شہادت	189
میں تیرا سالار لشکر ہوں	190
عباسؑ محافظ محمل	191
ربیعہ بن مکدم	192
ربیعہ اور عباسؑ کا تقابل	194
امام حسینؑ: نگہبان ناموس	196
حضرت عباس: سبع القنطرة	198
حضرت عباسؑ کو محمل کا محافظ کیوں کہتے ہیں؟	198
خوارج پر ید اللّٰہی حملہ	200
حضرت ابوالفضلؑ کا ایک لقب ضیغم ہے	201
ابوایوب ہمدانی	202
جنگ صفین میں جناب عباسؑ کا قیام	203
العبد الصالح	206
قرآن میں عباد صالحین کا ذکر	207
استنباط اور نتیجہ	208
حضرت امام موسیٰ الکاظمؑ، ایک عبد صالح	210
نماز میں حضرت عباسؑ پر سلام	213
حضرت عباسؑ عابد کے لقب سے معروف ہیں	215

www.ziaraat.com
Sakeel-e-Sakina

نشاناتِ عبادت دراصل نشاناتِ حریت ہیں	217
جو عابد ہے وہی مطیع ہے	219
تمغۂ عبودیت در قرآن	220
طیار کا لقب	224
طیار اوّل	224
حضورؐ کا جنگِ موتہ کے احوال بیان کرنا	225
حضورؐ جعفرؑ کے گھر میں	226
طیار ثانی	228
فرات عباسؑ کے قبضے میں	229
بزدل دشمنوں کی مکاری	230
دشمنانِ خدا و رسولؐ لاشۂ عباسؑ کی بے حرمتی اور پامالی کرتے ہیں	232
حضرت عباسؑ کی آنکھ میں تیر لگنے والی روایت	234
مقتلِ عباسؑ سے اُٹھنے کے بعد امامؑ کی حالت	236
حضرت عباسؑ اور حضرت جعفرؑ: دو طیار	237
بنو اُمیہ کی شقاوتِ قلبی	239
امام زین العابدینؑ قبیلہ بنی اسد کے ہم راہ	240
امام زین العابدینؑ لاشۂ عباسؑ کے پاس	242
معصومؑ کے امور کفن و دفن صرف معصومؑ ہی انجام دیتا ہے	243
حضرتؑ کا ایک لقب شہید ہے	245
لقبِ شہید کی عظمت	246
عباسؑ شہیدِ مظلوم	247
کوئی سوار جب گھوڑے سے گرتا ہے	248
مقامِ شہید اور اجرِ شہادت	249

Presented by www.ziaraat.com

لقب صدیق کی توضیح	253
حضرت عباسؑ لغت اور اصطلاح ہر حوالے سے صدیق ہیں	255
جنھوں نے لقب صدیق اپنے لیے مخصوص کرلیا	256
لقب فادی (فدا ہونے والا)	258
عظیم قربانی	258
سرکار وفاؑ کی اپنے پدر بزرگوار سے مشابہت	260
فادی بزعم نصاریٰ	262
مسلمانوں کے نزدیک فادی	264
موازنہ	265
آپؑ "ایثار گر" ہیں	267
حُبِ ذات	268
انا پرست دین اور معاشرے کے لیے خطرہ ہیں	269
قرآن و حدیث میں ایثار کی ترغیب	271
مہمان کے لیے ایثار	272
جبرئیلؑ نے ایثارِ علیؑ کی خبر دی	273
اے علیؑ! تو اہلِ ایمان کا یعسوب ہے	274
اے علیؑ! آپؑ کو بشارت ہو	275
ایثار پسندوں کا رہبر	276
حضرت عباسؑ کے ایثار کے چند نمونے	277
ایثار کی بلند و بالا چوٹیاں	278
عباسؑ اپنے دو بیٹوں پر امامؑ کو ترجیح دیتے ہیں	280
عباسؑ اپنے بھائیوں پر امامؑ کو ترجیح دیتے ہیں	281
عباسؑ کی زندگی کا آخری ایثار	283

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

❀ آپؑ ہم درد اور غم خوار ہیں	284
❀ ہم دردی کا تمغہ	284
❀ حضرت عباسؑ کو حضرت علیؑ نے ہم دردی کی وصیت کی تھی	285
❀ حضرت عباسؑ عقیلۃ القریش کا انتخاب تھے	286
❀ ابوذرؓ، رسولؐ اکرم سے ہم دردی کرتے ہیں	288
❀ ہم دردی اور غم گساری بہترین عمل ہے	292
❀ ''وفا'' اہلِ ایمان کی ایک علامت	292
❀ ابوالفضل العباسؑ کی وفا	294
❀ آپؑ حامی اور محامی ہیں	296
❀ حضرت عباسؑ ولید کے دروازے پر	297
❀ شب عاشور اور حضرت عباسؑ	299
❀ روز عاشورا اور حضرت عباسؑ کی دلیری	301
❀ مذاکرات میں حضرت عباسؑ کی شرکت	302
❀ علم در حفاظت عباسؑ	304
❀ کربلا کے لیے ذہنی آمادگی	305
❀ حضرت ابوالفضلؑ ولایت کے پشت پناہ تھے	308
❀ ابوطالبؑ، مددگار پیغمبرؐ	308
❀ ابوطالبؑ کی جرأت	310
❀ امیرالمومنینؑ، رسالت مآبؐ کے پشت پناہ	311
❀ حضرت عباسؑ اپنے والد کے نقشِ قدم پر	312
❀ زہیرؓ حضرت عباسؑ کو جوش دلاتے ہیں	314
❀ شہزادی زینبؑ کبریٰ کی حضرت عباسؑ سے گفتگو	316
❀ حضرت عباسؑ کا جواب	316

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

جوانانِ بنی ہاشم سے حضرت عباسؑ کا خطاب	317
حضرت حبیب بن مظاہرؓ کا خطاب	319
حضرت عباسؑ سالارِ لشکر ہیں	321
حضرت عباسؑ، قائدِ قافلہ اور قائدِ لشکر	322
حُسنِ قیادت کے چند اثرات	323
ابوالفضلؑ پناہ گاہ اور سہارا ہیں	326
پیاسا سقا	327
ابوالفضلؑ اور پناہ گاہ کا تمغہ	327
رسولِ خداؐ اور پناہ کا حصول	328
حضرت ابوالفضلؑ ہر پناہ کے متلاشی کو پناہ دیتے ہیں	330
آپؑ بچانے والے محافظ ہیں	332
الساعی	336
سعی کرنے والے کا اجر و ثواب	338
حاجات کے جلد پورا ہونے کا دروازہ	341
صاف صاف فیصلہ کرنے والا	341
آپؑ حضرت امام حسینؑ کے سفیر ہیں	343
نو محرم الحرام کا اہم واقعہ	343
کامیاب سفیر اور کامیاب سفارت کاری	348
شبِ عاشورا	349
دفاعی اقدامات	352
شبِ عاشور کا تیسرا حصّہ	353
آپؑ عصمتِ صغریٰ کے مالک ہیں	354
عصمتِ کبریٰ کے حاملین	355

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

عصمتِ صغریٰ کے حاملین	356
حضرت عباسؑ اور تمغۂ عصمت	358
آپؑ عالم، فاضل اور فقیہ کامل تھے	360
سات سے چودہ سال تک عمر کی اہمیت	362
آپؑ کی فصاحت و بلاغت	365
چمکتے سورج کا انکار ناممکن ہے	366
ان دو میں سے بڑا عالم کون تھا؟	370
آپؑ عالمِ باعمل تھے	372
1 وہ چیزیں جنھیں دلیل سے جاننا ضروری ہے	373
2 وہ چیزیں جن پر عمل ضروری ہے	375
3 وہ چیزیں جن کا جاننا ضروری ہے	376
حضرت ابوالفضلؑ اور مذکورہ تین علوم	377
علم کے لیے عمل کی اہمیت	377
آپؑ اللہ، رسولؐ اور ائمہؑ کی نظر میں صاحبِ وجاہت ہیں	383
حضرت عباسؑ کا خدا کی نظر میں مقام	383
حضرت عباسؑ کی چار زیارت گاہیں	385
رؤوس الشہداء شام میں	386
دایاں بازو قلم ہونے کا مقام	387
بایاں بازو قلم ہونے کا مقام	387
حضرت عباسؑ علمائے عاملین میں سرفہرست ہیں	389
شاہِ خیبرؑ میں حضرت عباسؑ کا مقام	392
حضرت امیرالمومنین علیؑ کی نظر میں حضرت عباسؑ کا مقام	394
میری آنکھوں کو تجھ سے ٹھنڈک ملے گی	395

www.ziaraat.com
Sakeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

- حضرت زہراءؑ کی نظر میں حضرت عباسؑ کا مقام 395
- حضرت امام حسن مجتبیٰؑ کی نظر میں حضرت عباسؑ کا مقام 396
- حضرت امام حسینؑ کی نظر میں حضرت عباسؑ کا مقام 397
- حضرت امام زین العابدینؑ کی نظر میں حضرت عباسؑ کا مقام 399
- اللہ میرے چچا عباسؑ پر رحم کرے 400
- واقعۂ کربلا کے بعد 401
- حضرت امام محمد باقرؑ کی نظر میں حضرت عباسؑ کا مقام 404
- حضرت امام جعفر صادقؑ کی نظر میں حضرت عباسؑ کا مقام 405
- باقی ائمہؑ کی نظر میں حضرت عباسؑ کا مقام 406
- حضرت اُم البنینؑ کی نظر میں حضرت عباسؑ کا مقام 407
- حضرت زینبؑ کی نظر میں حضرت عباسؑ کا مقام 409
- مُحب داروں اور شیعوں کی نظر میں حضرت عباسؑ کا مقام 412
- علما اور زیارت عباسؑ 413
- حسینیؑ اصحاب کے چالیس امتیازات 415
- پہلا امتیاز 415
- دوسرا امتیاز 416
- تیسرا امتیاز 417
- چوتھا امتیاز 418
- پانچواں امتیاز 418
- چھٹا امتیاز 419
- ساتواں امتیاز 420
- آٹھواں امتیاز 420
- نواں امتیاز 421

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

- دسواں امتیاز 421
- گیارہواں امتیاز 422
- بارہواں امتیاز 422
- تیرہواں امتیاز 423
- چودہواں امتیاز 423
- پندرہواں امتیاز 424
- سولہواں امتیاز 424
- سترہواں امتیاز 425
- اٹھارواں امتیاز 425
- انیسواں امتیاز 426
- بیسواں امتیاز 426
- اکیسواں امتیاز 427
- بائیسواں امتیاز 427
- تئیسواں امتیاز 428
- چوبیسواں امتیاز 429
- پچیسواں امتیاز 429
- چھبیسواں امتیاز 430
- ستائیسواں امتیاز 430
- اٹھائیسواں امتیاز 431
- انتیسواں امتیاز 432
- تیسواں امتیاز 432
- اکتیسواں امتیاز 433
- بتیسواں امتیاز۔ 434

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

تینتیسواں امتیاز	434
چونتیسواں امتیاز	435
پینتیسواں امتیاز	436
چھتیسواں امتیاز	437
سینتیسواں امتیاز	437
اڑتیسواں امتیاز	438
انتالیسواں امتیاز	439
چالیسواں امتیاز	439

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

عرضِ ناشر

غازیؑ کی وہ شوکت وہ شکوہِ علم نور　　　کہتی تھی یہ گیتی کہ آنا الطّور آنا الطّور
پرچم تھا کہ بکھرے ہوئے تھے موئے سرِ حور　　　ہم پنجہ ہو پنجے سے یہ کیا مہر کا مقدور
دکھلاتا تھا سرسبزیٔ افلاک پھریرا
تھا دامنِ مریمؑ کی طرح پاک پھریرا

۴ ماہِ شعبان سن ۲۶ ہجری کو باغِ فتوت کے تنے پھول کی ولادت ہوئی جو قمرِ بنی ہاشم بن کر آسمانِ شہرت وہدایت پر جگمگایا۔ اس چاند کی پیدائش پر امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے فرزندِ ارجمند کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئیوں کو یاد فرمایا۔

اس بادشاہِ شجاعت اور شہنشاہِ شہامت کی صورت وسیرت دونوں قابلِ فخر اور لائقِ رشک ہیں، یہاں تک کہ معصومینؑ کے بعد بلندترین مرتبہ پر فائز ہستی ہیں تو سیدہ زینبؑ اور سیدنا عباسِؑ علم دار آپ کا بابِ ولایت ہونا بھی مسلّم ہے۔ آپ ہی ابوالقربہ ہیں اور آپ ہی باب الحوائج۔ آپ وہ عبدالصالح ہیں جو پشتیبانِ امامت کے طور پر متعارف ہوئے۔ آپ ضیغمِ اسلام، قائد الجیش، ابوالشارہ، ابوالفرج، قہرمان علقمی، المضہضب، المستجل، الصدیق، اطلس، موثر (ایثارگر)، فادی، المستجار اور علم دار کے القاب سے جانے جاتے ہیں۔

جہاں تک آپ کے اسمِ گرامی نامِ نامی عباس کے مفہوم کا تعلق ہے تو اس کا مطلب غراتا ہوا شیر ہے اور اس کی وجہ تسمیہ آپ کا شجاعت وشہامت کے آخری درجہ

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

پر فائز ہونا ہے۔

حضرت عباسؑ غازی بھی ہیں اور شہید بھی۔ آپ کا ظہورِ شجاعت تو صفین میں بھی ہو چکا تھا مگر اس کا عروج شجاعت کربلا کے میدان میں نظر آیا۔ جب ظہر عاشور کے ایک ہی حملہ میں پانچ سو نعرے بلند کیے گئے۔ حضرت عباسؑ شجاع الطرفین تھے، شجاعت علوی کے ساتھ ساتھ شجاعتِ حزام بھی ورثہ میں پائی تھی (حزام آپ کے نانا کا اسمِ گرامی ہے جو بہت بڑے بہادر تھے)۔ قدرت کا معجزہ دیکھیے کہ دنیا کے سب بہادروں اور علَم داروں کے علَم پنہاں ہو گئے لیکن اس علَم دارِ کربلا کا پرچم آج بھی پرچمِ توحید بن کر لہرا رہا ہے۔ آپ یداللہ کے ید اقدس تھے، حسین علیہ السلام کے مقتدی تھے، ذخیرۂ حسینؑ تھے، امیر لشکر تھے، فخرِ وفا تھے، حجاب زینبؑ، سقائے سکینہؑ تھے اور رشکِ شہادت تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام آپؑ کی شانِ اقدس کے بارے میں فرماتے ہیں: ''میرے چچا عباس علیؑ کے بیٹے، تیز بینش اور محکم الایمان ہستی تھے۔ انھوں نے اپنے برادرِ گرامی کے ہم رکاب دشمنوں سے جہاد فرمایا اور آزمائش ایزدی میں کامیابی حاصل کی اور میدانِ شہادت میں ایسا مقام پایا جو کم ہی لوگوں کو عطا ہوا۔

سبحان اللہ ایسی ہستی کے بارے میں نشر و اشاعت کی ذمہ داری تو اظہر من الشمس ہے۔ الحمدللہ ہم اس سلسلے میں علَم دارِ کربلا کے بعد الخصائص العباسیہ کا ترجمہ پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں، جو اوصافِ عباسِؑ باوفا پر ایک معتبر کتاب ہے۔ یہ تحقیق ہے آیت اللہ الحاج محمد ابراہیم الکلباسی النجفی مدظلہ العالی کی، جنھوں نے عرق ریزی کے ساتھ علَم دارِ کربلا کے القابات کی توضیح و تشریح کی ہے۔ آپ نے سانحہ کربلا پر پانچ سو جلدیں ترتیب دے رکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تادیر زندۂ جاوید رکھے، اور مذہبِ حقہ کی مزید خدمت کرنے کی توفیق فرمائے۔ دعا ہے

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

کہ اللہ رب العزت بارگاہِ علم دار میں ہماری یہ کاوش قبول فرمائے۔

آخر میں کتاب ہذا کے مصحح مظہر عباس چودھری اور علامہ محمد حسن جعفری صاحب قبلہ کا شکریہ بھی مجھ پر واجب ہے جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب و تہذیب اور ترجمہ و تحقیق کے مراحل میں ہمارے ساتھ ہم کاری کی۔ اللہ تعالیٰ اُن کی توفیقات علیہ اور عملیہ میں اضافہ فرمائے۔

آمین بحق آلِ یٰسین

ریاض حسین جعفری، فاضل قم

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

نذرِ علم دار علیہ السلام

ناگاہ بڑھے حضرت عباسِ فلک جاہ ذرّوں میں چلا مہر، ستاروں میں چلا ماہ
اشعارِ رَجز تھے کہ چلی سیف یدُاللہ ہٹنے لگے ڈر ڈر کے صفِ جنگ سے روباہ
دم بند تھے دہشت سے فصیحانِ جہاں کے
کہتی تھی فصاحت کہ نثار اس کی زباں کے

فرمانِ معصومؑ ہے خدا نے دنیا کو مصائب کا گھر بنایا ہے اور آخرت کو دارِ جزا قرار دیا ہے۔ مزید فرمایا: خدا دُنیا اپنے دوست اور دشمن دونوں کو دیتا ہے مگر دین صرف دوستوں کو عطا کرتا ہے۔ (گفتارِ دل نشین، ص ۱۲۹)

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

اِھداء

- اے خیر و بِرّ اور کرم و تقویٰ کے معلّم آپؑ کے حضور!
- اے وفا و صفا، شجاعت و شہامت اور خودداری کا درس دینے والے آپؑ کے نام!
- اے مکارم و محاسن اور اخلاق و آداب کے پیکرِ جلیل آپؑ کے حضور!
- اے عزم و یقین اور صبر و ثبات کی تلقین کرنے والے آپ کے نام!
- اے دین کی بصیرت عطا کرنے والے اور ہمیں علما و حکمائے حقیقی (اہلِ بیتؑ عظام) کا راستہ دکھانے والے نیز حرص و ہوا اور گم راہی سے نجات دلانے والے آپ کے حضور!
- اے وہ کہ جس نے ہمیں تہدید و تندید کی پہچان کرائی اور خواہشاتِ نفسانیہ پر قابو پانے، نیز زندگی کے مناصب و مناہج میں زُہد کے حصول میں رہنمائی فرمائی، آپؑ کے نام!
- اُس ہستی کے حضور کہ جس نے ہمیں حق و صداقت کا ساتھ دینے کا درس دیا۔ احکامِ الٰہی اور دینِ متین کو روشن کرنے والے آپ کے نام! کہ آپ نے ہمیں کتاب اللہ، قوانینِ الٰہیہ، اللہ اور اس کے رسولؐ نیز اہلِ بیتؑ کرام کو سربلند کرنے کا سبق دیا۔
- اُس کے حضور کہ جس نے ہمیں سچوں (صادقین) کے ساتھ ہوجانے کی تلقین فرمائی اور اُن (عظیم) ہستیوں کا ساتھ دینا سکھایا جنھیں اللہ نے منتخب فرمایا

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

اور صاحب اختیار بنایا: وزادھم بسطة فی العلم والجسم اور اُن کے علم وجسم (عقلی و جسمانی قویٰ) میں اضافہ فرمایا اور فضیلت عطا کی تا کہ ہم مکافرین (متنافرین) متنافسین، متشاجرین کے رئیس اور متناحرین ومتباغضین کے امام نہ ہوں جو جہنم کی پست ترین وادی میں دھکیل دیے جائیں گے اور اپنے ہم نفسوں کو پکاریں گے اور تحقیق اللہ جل شانہٗ نے اپنے مبرم خطاب کے ساتھ اپنی محکم کتاب (قرآنِ حکیم) میں فرمادیا ہے:

يَآيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ ○

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ

- اے قمر بنی ہاشم اور قمر عشیرہ (محلۂ علیؑ کے چاند) آپؑ کے نام!
- اے حاملِ لوا (پرچم دارِ توحید) اور اے بطلِ العلقمی (علقمہ کے فرزندِ حریت) اور اے کبش الکتیبہ آپؑ کے نام!
- اے امامؑ کے حامی اور کربلا کے پیاسوں کے ساقی، لشکر کے سالار اور ولایت وامامت کے پشت بان آپؑ کے نام!
- اے باب الحوائج، اے بابِ الحسینؑ، اے عبدِ صالح، اے الشہید، اے الصدیق، اے المؤثر، اے المواسی، اے الفادی، اے الواقی، اے المستجار، اے الساقی، آپؑ کے حضور!
- اے ابا الفضل العباس یا ابن امیر المومنینؑ وابن سید الوصیینؑ آپؑ پر ہزاروں درود وسلام۔
- اے میرے سردار اور اے میرے سردار (امام علیؑ) کے فرزند میں اس کتاب کا

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

ترجمہ آپ کی خدمتِ اقدس میں ہدیہ کرتا ہوں اور اُمید رکھتا ہوں کہ آپ اسے شرفِ قبولیت عطا فرمائیں گے اور اس میں جو کمی کجی اور نقص رہ گئے ہیں وہ میری کم فہمی کے سبب رہے: فانها بضاعة مزجاة، ہماری یہ قلیل سی پونجی ہماری طرف سے قبول فرمائیں اور اس کا پورا پورا (کثیر) صلہ عطا فرمائیں۔ نیز اس کاوش پر: فأوف لنا الكيل، وتصدق علينا ان الله يجزى المتصدقين، ہمیں پوری پوری بھرتی دیں اور ہماری حیثیت سے بڑھ کر خیرات عطا فرمائیں، بے شک اللہ رب العزت خیرات کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

.......●.......

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اجازت حدیث وشہادت اجتہاد

تحقیق مؤلف سے اس کتاب (الخصائص العباسیہ) کا حصول ہوا، جن کا نام نامی اسم گرامی شیخ العلما العاملین، سند الفقہا الراشدین، حاوی دقائق المعقول، والمنقول، جامع الفروع والاصول، حجۃ الاسلام، مرجع خاص و عام، آیت اللہ فی الانام وحید عصر، مجتہد زماں الحاج محمد ابراہیم کلباسی نجفی مدظلہ العالی ہے، اور جو فقہ و احادیث کی متعدد اجازتوں پر صاحب الرائے ہیں۔

ہم نے نقل کیا بے شمار مومنین اور رجال دین سے، اس صورت میں روایت حدیث کی اجازت کو خاص کیا، فقہ میں شہادت اجتہاد کو عام کیا اور اس کتاب کے مطالب ومفاہیم ہمارے لیے مستقل سہارا ہیں۔ نیز کتاب ہذا میں روایات اہل بیتؑ ہمارے لیے سند ہیں۔ کریم مؤلف نے جو روایات (احادیث) ذکر کی ہیں، عمدہ اسالیب پر مبنی ہیں نیز متفرق انداز وطرق سے ہیں۔

کتاب ہذا (الخصائص العباسیہ) کی تالیف با اجازت شیخ العلما الافاخم، سند الفقہا الاعاظم، سلیمانِ زمانہ، لقمانِ عصر، حجۃ الاسلام آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین النجفی الاصفہانی الغفار کی اعلی اللہ مقامہ سے ملی ـــــ اور اس مقدس کاوش کو مولی الھمام، فقید الزمان، شمسِ فلکِ تحقیق، قمرِ آسمانِ تدقیق آیۃ اللہ الحاج الشیخ عبدالکریم الحائری اعلی المقامہ نے اور (ان کے اس کارِ خیر کو) شرف قبولیت عطا فرمایا استاذ الفقہا والمجتہدین، سید العلما العاملین، مصدر الصلاح، منبع الفلاح، محی السنن، علامۂ زمن آیۃ اللہ الحق المبین حجۃ الاسلام والمسلمین السید ابوالحسن الاصفہانی اعلی اللہ مقامہ نے۔

Presented by www.ziaraat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ عزوجل کے لیے ہیں جس نے مرحبۂ علا کو بلند فرمایا ان کے خون کو شہیدوں کے خون پر فضیلت بخشی۔ ملائکہ آسمانی سے بڑھ کر اونچی شان عطا کی اور انبیا علیہم السلام کا وارث بنایا اور اپنے اس عظیم ترین عہد کے ساتھ امن وامان مقدر میں رقم کیا جس کا نامِ نامی اسمِ گرامی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ یہی ہستی حجتِ طاہرہ، علمِ الٰہی کی خازن، حکمتِ اُلوہی کی کان، سیرتِ الٰہی کی حامل، شرعِ تقویم کی صاحب، لوگوں کی صراطِ مستقیم پر ہادی اور تمام خلائق کی طرف مبعوث کیے گئے انبیائے مرسلین کے خاتم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ پر اور آپ کی تمام آلؑ واولادؑ پر تا قائم قیامت درود وسلام ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا نام دونوں جہانوں میں باقی رکھا اور روزِ میزان (یومِ حشر) تک قائم و دائم رہے گا۔ بے شک اللہ کے صائب الرائے بندوں پر کچھ رازِ ہستی مخفی نہیں اور لاریب یہ خوبیاں جس ذات میں رکھی گئی ہیں وہ قابلِ تعریف ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام انھی میں سے ایک ہستی ہیں جو نخبۃ الامام، وجود العلمائے اعلام اور فقہائے بررۃ الکرام ہیں۔

تحقیق یہ ذات نہ ہوتی تو نظامِ ہستی اُجڑ جاتا، احکامِ اسلام ماند پڑ جاتے۔ اسی کے ہاتھ میں (ہماری اصلاح کے تمام اُمور کی باگ ڈور ہے۔ اسی کے ہاتھ میں سب کی جانیں ہیں، وہی ذات ہر تنگی آسان کرتی ہے۔ اُسی کی طرف تمام احکام لوٹ کر جاتے ہیں اسی کے قول سے حلال میں تمیز ملتی ہے اور کتنی ہی کتب اس (ہستی نام دار) کے لیے تصنیف ہوئیں، باتیں جمع ہوئیں اور پھر تالیف ہوئیں، حق کو

Presented by www.ziaraat.com

حق بنانے کے لیے اور باطل کو باطل ثابت کرنے کے لیے، دین کی ترویج کے لیے، دوزخ کے اندھیاروں سے بچنے کے لیے، اشتیاقِ نفوس کے لیے اور ان میں تحصیلِ علم کا نور بھرنے کے لیے خواہ انھیں خوشی ہو یا تنگی برداشت کرنی پڑے۔ افسوس کہ ان ہستیوں کو بُرا بھلا کہا گیا، وطنوں سے دُور کیا گیا اور یہ لوگ تحصیلِ علم کے لیے اپنے اوطان سے دُور چلے گئے، کوشش میں لگے رہے اور اجتہاد کیا۔ یہ علم کی طلب اور اِکتساب میں علم کے سمندر سے موتی چنتے رہے، حتیٰ کہ دین کے فہم تک پہنچ گئے اور اپنی فقہاہت نیز یقین کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کیا۔

پس شکر ہے اس سعیِ جمیل کا جو اس کتاب میں کی گئی اور اس کا بے حساب اجر عطا ہوا۔ کیوں کہ جس نے کوشش کی اُس نے پالیا اور جس نے تحصیلِ مطلب نیز تکمیلِ طلب میں پریشانی اُٹھائی وہ کامیاب ہوگیا، یہاں تک کہ موصوف کا علم سب سے بڑھ گیا اور درجاتِ اعمال بلند تر ہوتے گئے اور وہ پاک ہوگئے۔ پس ہمیں علم کے یہ موتی شیخ محمد ابراہیم سلمہ اللہ تعالیٰ سے حاصل ہوئے جو عالمِ جلیل آقائے مرزا عبدالرحیم دام ظلہ العالی کے فرزندِ جلیل ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان کے فضل (وعلم) کو زیادہ کیا، ان کے علم و اجتہاد کی مراد بَر آئی اور منازل بلند ہوتی گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں اپنی قدرت سے اجتہاد کی قوت، استنباط کی طاقت اور استفادۂ احکام نیز معتبر اخبار و روایات سے کماحقہٗ فائدہ اُٹھانے کی توفیق عطا فرمائی، جس کے سبب انھوں نے تالیف و تصنیف کی بیش قدر خدمات انجام دیں۔ پس ہم پر اللہ رب العزت کا شکر بھی واجب ہے۔ یہ عطا محض اس کی توفیق ہی ہے۔ شکر ہے اُس ذاتِ پاک کا جس نے ان سب (علما) کی کاوشوں اور ان کی عمروں کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اللہ انھیں ہمیشہ کی عزت دے اور ہمیشگی ودوام کے سایہ میں جگہ عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق و اعانت ہی سے

Presented by www.ziaraat.com

اس کتاب کی تدوین و اشاعت ہوئی۔ یہ اللہ کا ایک بہت بڑا احسان ہے۔ پس اللہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے۔

پھر اللہ جل شانہٗ نے میرے علم و فضل میں (بھی) بے بہا اضافہ فرمایا، جس کی میں اُس ذات سے خوش گمانی رکھتا تھا۔ نتیجتاً اُس نے مجھے جزائے خیر عطا کی کہ میں ان روایاتِ اَعلام کے انتظام، احکامات کے بیان اور روایات کو اُن کی صحت کے شایان پہنچانے کا اہل ہوا۔ میں نے کتبِ اخبار سے احادیث مبارکہ کی درایت اور اخذ کرنے میں زمان و مکان سے بے نیاز ہوکر عظیم مشائخِ کرام سے تہذیب ثقاہت اور استبصار کا حصول کیا اور منفرد اساتذۂ عظام رضوان اللہ سے استفادہ کیا جن میں: شیخ جلیل، عاملِ کامل، محقق و مدقق، فقیہٗ وحید، شیخ العلما والفقہا، مرجعِ کون و مکان کی اجازت اور تصدیقات میرے لیے کافی و وافی ہیں، جو خاصِ اصحاب الکسا (امام حسینؑ) کے بقعۂ نور میں بحرِ قمقام، علم الاعلام، عابد ناسک، شیخ العلما والمتعلمین ہیں۔ میری مراد ہیں مولانا شیخ العابدین مازندرانی حائری، جنھوں نے حصولِ علم کیا۔ شیخِ اجل ''جواہر الکلام'' کے مصنف شیخ محمد حسن سے جنھوں نے استفادۂ علوم کیا، استاذ العلما السیّد الجواد سے جو شاگردِ رشید تھے، بحرِ علوم کے جو شاگرد تھے اُستادِ ذی فضل آقائے محمد باقر کے جنھوں نے استفادۂ علمی کیا اپنے والد محترم اکملِ افضل محمد اکمل سے جنھوں نے زانوائے تلمذ طے کیے علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کے سامنے، جنھوں نے فیضِ علم حاصل کیا اپنے والدِ گرامی تقی النقی مولانا محمد تقی علیہ الرحمہ سے نیز بہت سے دیگر بزرگان سے بحوالہ مربوزہ فی اربعین مجھے نصیحت کی گئی کہ میں تقویٰ کا دامن تھامے رکھوں، اپنے نفس کو خواہشات سے بچاؤں، عمل و فتویٰ میں احتیاطِ کامل سے کام لوں اور حلال و حرام کو بیان کروں تاکہ شبہات دُور ہوں، عمل کرنے والے دُنیا کے مہلکات سے نجات پائیں اور یہ کہ

Presented by www.ziaraat.com

نیکوکاروں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھوں اور موت و حیات کے مصائب میں ثابت قدم رہوں۔ (یوں) اللہ عزوجل کے فضل و احسان کے ساتھ اور استمداد کامل کے ساتھ ان اوراق کو پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔

العبد الاحقر محمد حسین بن محمد جعفر فشارکی
غفر اللہ لہ ولاباۂ ولامھاتہ
۱۱ ربیع الثانی ۱۳۳۵ ہجری قمری

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

ظاہر وہی الفت کے اثر ہیں اب تک
قربانِ شہِ جن و بشر ہیں اب تک
ہوتے ہیں علم آگے جو اٹھتی ہے ضریح
عباسِ علی سینہ سپر ہیں اب تک
(میر انیس)

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

تعارف وتمہید

سب تعریفیں اُس ذات کے لیے جس نے ہمیں اپنے برگزیدہ اور منتخب بندوں سے متمسک کیا اور اولیا کی معرفت سے ہمارا شرحِ صدر فرمایا اور ہمارے نفوس کا شرم وحیا اور اُمید و رجا سے تزکیہ کیا، نیز حزن و بکا سے ہماری تہذیب فرمائی۔ صلواۃ وسلام ہو حضرت محمد مصطفیٰ اشرف الانبیاءؐ پر اور اُن کی نجیب آل پر، جو پانچ ہستیاں اصحابِ کساء کہلاتی ہیں اور اُن کے مجاہد ونبیل ساتھیوں پر جو راہِ خدا میں اپنے خون اور اَرواح قربان کیے بغیر راضی نہ ہوئے۔ بالخصوص ہمارے سردار حضرت ابوالفضل العباسؑ پر جو اپنے ایثار ووفا کے سبب معروف ہوئے اور روزِ عاشور امام حسینؑ کے علم دار تھے، جو شجاعت وغیرت اور جود وسخا کے پیکر تھے۔ اللہ اُن کے دشمنوں پر ارض وسما کے دوام تک لعنت فرمائے۔

خصائص عباسیہؑ کیا ہے؟

بحرِ معاصی میں غرق محمد ابراہیم کلباسی بیان کرتا ہے کہ میں بڑھاپے کے آثار دیکھ رہا ہوں اور ضعف ونقاہت کی علامات کا آغاز ہو چکا ہے۔ جسمانی قویٰ انحطاط پذیر ہیں اور عمر کا سورج غروب ہونے کو ہے اور اپنے نامۂ اعمال میں صالح ومقبول اعمال بھی نہیں پاتا نیز جو عمر گزر گئی اُس میں کوئی اجرِ خالص نہیں پاتا البتہ میں رحمتِ خداوندی سے مایوس ہرگز نہیں، لہٰذا اس مقام پر رسولؐ خدا کی متواتر روایت کا ذکر کرتا ہوں:

Presented by www.ziaraat.com

مَثَلُ اَھلُ بَیتِی کَسَفِینَةِ نُوحٍ مَن رَکِبَھَا نَجَا......

''میرے اہلِ بیتؑ کی مثال سفینۂ نوحؑ کی سی ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا''۔

لیکن میں بغیر لیاقت و وجاہت کے اُن کے سفینے میں سوار ہونے کے قابل کیسے ہو سکتا ہوں اور اُن کے ہم رکاب کیسے چلوں جن پر تمام جہانوں کی رحمت نازل ہوئی جب کہ میرے پاس نہ کوئی وسیلہ ہے اور نہ توسط۔ اُن کے ہم رکاب کہ جو زمین پر اللہ جل شانہٗ کا نور اور مخلوق کے لیے حجت ہیں، نیز اصحاب بسط و قبض ہیں، رسولؐ خدا کی ودیعت ہیں اور اُن کے بعد ہمارے لیے خلفا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اللہ رب العزت کا یہ قول میرے پیشِ نظر ہے کہ فاتوا البیوت من ابوابھا، گھروں میں اُن کے دروازوں سے داخل ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ حضرت ابوالفضل العباسؑ امام حسین علیہ السلام کے دروازے ہیں (یعنی اُن تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں) اور جو کوئی اُن تک پہنچ جائے وہ خامسِ آلِ عبا اور ریحانۂ رسولؐ امام حسین علیہ السلام تک پہنچ جاتا ہے، اس طرح وہ اہل بیتؑ کی کشتیٔ نجات میں داخل ہو جاتا ہے، جیسا کہ حضرت امام علی علیہ السلام رسولؐ خدا کے علم کے شہر کا دروازہ ہیں۔ پس اسی طرح حضرت ابوالفضل العباسؑ اپنے بھائی حضرت امام حسینؑ کا دروازہ ہیں چنانچہ قلتِ سامانی وضعف بیانی کے باوجود میں نے درِ حسینؑ کو تھام لیا۔ میں نحیف تھا اور میری کوشش ضعیف تھی، پھر بھی میں نے حضرت ابوالفضلؑ کے مناقب تحریر کیے۔ مختلف کتب میں موجود ذخیرۂ علمی میرے کام آیا اور میں نے الخصائص الکبریٰ سے استفادہ کیا۔ میں اپنی علمی کم مائیگی کا معترف ہوں کہ ساحلِ سمندر پر ہونے کے باوجود بہت کم موتی چن سکا اور آپ کے فضل و مکارم میں سے چند ایک تک رسائی حاصل کی۔ اگرچہ میں تمام فضائل کا احاطہ نہ کر سکا لیکن ہر کسی سے تمسک ضرور کیا اور کسی کو

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

پسِ پشت نہ ڈالا۔ نہ آسان کو نظر انداز کیا نہ مشکل کو۔ میں نے کتاب ہذا کو مقدمہ، خصائصِ اور اختتامیہ پر مرتب کیا اور کتاب کا نام خصائص عباسیہؑ رکھا اور بہت بڑی ہستیوں کے حضور پیش کیا، اس اُمید کے ساتھ کہ وہ اسے شرف قبولیت بخشیں گی اور کمی کوتاہی سے درگزر فرمائیں گی۔ اس طرح میں امام حسین علیہ السلام کے عظیم بھائی حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام کے وسیلے سے کشتیٔ اہلِ بیتؑ پر سوار ہو گیا اور کامیاب و کامران ہوا۔ بے شک سفینۂ حسینؑ بہت وسیع و کشادہ ہے اور باعثِ نجات ہے۔ نیز اُن کے بغیر کوئی نجات کا وسیلہ نہیں اور اُن کے طریقے کے بغیر کوئی اخلاص کا طریقہ نہیں اور اُن کے اخلاقِ کاملہ کی پیروی کیے بغیر کوئی سعادت نہیں۔ اُن کا راستہ ہی منزلِ منتہا ہے اور اُن کی تعلیمات ہی منزلِ مقصود ہیں۔ میں اُن کے وسیلہ و توسط سے اُمید رکھتا ہوں کہ میری یہ کاوش بارگاہِ حسینیؑ میں قبول ہو گی، کیوں کہ یہی خیر ہے، یہی وسیلہ ہے، یہی شفاعت ہے۔

......●......

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

مقدمہ

حُبِ اہلِ بیتؑ اور مودّتِ آلِ اطہارؑ

اہل بیت رسولؐ کی محبت اور مودت اللہ رب العزت نے اپنی کتابِ مبین میں آیاتِ محکم اپنے بندوں پر فرض کی ہے اور اس کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اجرِ نبوت قرار دیا ہے اور اس میں تمام آئمہ معصومینؑ کو بھی شامل فرمایا۔ اس اجر میں حضورؐ کی ذُرّیت اور وہ تمام لوگ بھی شامل ہیں جنھوں نے اُن کی اطاعت کی۔ ان اہلِ اطاعت کی خاص مثال حضرت عباس علمدارؑ ہیں جنھوں نے امامؑ کی اطاعت اور اپنی جان کو اپنی شہادت سے منور کیا اور اپنے خون کو اپنے رفقا کے خون پر مقدم کیا۔ جیسا کہ مجمع البیان میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى تو پوچھا گیا: یارسولؐ اللہ! قربیٰ سے آپؐ کی مراد کیا ہے جن کی اطاعت کا اللہ رب العزت نے حکم دیا ہے۔

پس آپؐ نے جواب میں فرمایا: علیؑ و فاطمہؑ اور اُن کے دونوں بچے۔ اور ''خصائل'' (نامی کتاب) میں حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ (حضرتؑ نے) کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص میری اولاد سے محبت نہیں کرتا وہ یا تو منافق ہے یا ولد الزانیہ ہے یا اُس کی ماں نے اُس کو غیر طہر میں (بطورِ حملِ ناجائز) اُٹھایا''۔

Presented by www.ziaraat.com

امام فخر الدین رازی جو کہ معروف صاحبِ تفسیر ہیں، اس آیۂ مبارکہ کی تفسیر کے ذیل میں فرماتے ہیں: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى "کہہ دو کہ میں تم سے کوئی اجرِ رسالت نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ میرے اقربا سے محبت کرنا"۔

میں کہتا ہوں کہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہیں جنھیں حضورؐ نے اپنے حکم میں متعین فرمایا ہے۔ پس ہر وہ شخص جو کہ اُن کے حکم میں ہے وہ اُن کی اولاد میں کامل و اکمل ہوگا اور لاریب حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ اور حسنین شریفین کا تعلق حضور نبی کریمؐ سے احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔

حدیث حُب و بغض

یہاں اُس حدیث کو بطور تبرک نقل کیا جاتا ہے، جسے صاحبِ تفسیر کشاف اور امام فخر الدین رازی کے علاوہ دیگر نے نقل کیا کہ آپؐ نے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ جو شخص حبِ آلِ محمدؐ میں مرا وہ شہید ہوا اور یاد رکھو جو شخص اہلِ بیتؑ کی محبت میں مرا وہ مغفور ہوا اور ذہن میں رکھو کہ جو شخص آلِ محمدؐ کے عشق میں مرا وہ گناہوں سے تائب مرا۔ نیز جو شخص محبِ آلِ محمدؐ میں فوت ہوا وہ کامل مومن ہو کر فوت ہوا یعنی اُس کا ایمان مکمل تھا۔

جو شخص محبت آلِ محمدؐ میں مرا اُسے ملک الموت اور منکر ونکیر نے جنت کی خوش خبری سنائی۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص آلِ محمدؐ کی محبت میں مرا اُس کے لیے جنت سے مسہری لائی گئی جیسا کہ دلھن کے لیے اُس کے شوہر کے گھر میں مسہری سجائی جاتی ہے اور مطلع ہو کر جو شخص حبِّ آلِ محمدؐ میں مرا اس کے لیے اُس کی قبر میں جنت کے دو دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جو شخص حبّ آلِ محمدؐ میں مرا فرشتگانِ رحمت اُس کی قبر کو ڈھانپ لیتے ہیں اور آگاہ رہو کہ جو شخص آلِ محمدؐ کی حُب میں مرا وہ سنت

Presented by www.ziaraat.com

اور جماعت پر ہے۔ اور جو شخص بغضِ آلِ محمدؐ پر مرا تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) رقم ہوگا: یہ شخص اللہ کی رحمت سے مایوس ہے اور جو شخص بغضِ آلِ محمدؐ میں مرا وہ کافر مرا اور جو شخص بغضِ آلِ محمدؐ میں مرا وہ جنت کی خوشبو تک بھی نہیں پائے گا۔

صاحبِ تفسیر بیضاوی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے اہلِ بیتؑ پر ظلم کیا اُس پر جنت حرام ہے اور جس نے میری عترت کو رنجیدہ کیا اور اولادِ عبدالمطلب میں سے کسی فرد کے ساتھ بہت زیادہ بھلائی کی تو اگر اُسے کوئی انعام نہ ملا تو میں اُسے انعام دوں گا۔

تحقیق میں نے اپنی کتاب تذکرۂ عظیمیہ میں ساٹھ احادیث ذکر کی ہیں جو فضائل ذرّیت کے بارے میں ہیں اور حضور نبی کریمؐ یا آپ کی آل سے وارد ہوئی ہیں۔ یہ احادیث سادات کے مناقب میں زہراؑ اور علی علیہ السلام سے محبت کی فرضیت اور ولایت کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ یہ کتاب ۱۳۳۶ ہجری قمری میں طبع ہوکر منظرِ عام پر آئی، اس میں سے کچھ احادیث یہاں تبرکاً تیمناً احساناً اور مختصراً ذکر کی جاتی ہیں:

حدیث نمبر 1

اس حدیث میں بلند پایہ عالم شہاب الدین نے حضور نبی اکرمؐ سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ سے محبت کرو کہ وہ تم پر اپنی نعمتیں نچھاور کرتا ہے اور مجھ سے محبت کرو اللہ سے محبت کے سبب اور میرے اہلِ بیتؑ سے محبت کرو میری محبت کے سبب۔

حدیث نمبر 2

(مفہوماً) میں انسانوں میں سے سب سے افضل ہوں، پھر علیؑ افضل ہیں پھر

Presented by www.ziaraat.com

١ میری اولاد، پھر وہ جو ہم سے محبت رکھتے ہیں۔ یہ سب بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ اس معرفت و محبت کے بعد ان سے ان کے گناہوں کے بارے میں ہرگز سوال نہیں کیا جائے گا۔

حدیث نمبر 3

ابن مسعودؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: آلِ محمدؐ کی ایک دن کی محبت ایک سال کی عبادت سے افضل ہے اور جو شخص ان کی محبت میں مرا وہ جنت میں داخل ہوگیا۔

حدیث نمبر 4

ابو محمد تقی ،تنزیل الری اپنی کتاب ''المسلسلات'' میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ''شعرة'' کو اذیت دی، اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی اور جس نے اللہ کو اذیت پہنچائی اُس پر زمین وآسمان کی تمام مخلوق کی لعنت ہو۔

شعرہ سے آپؐ کی مراد آپ کے قرابت دار ہیں جنھیں حضورؐ نے قرابت دی ہو، چاہے یہ قرابت جسم میں موجود ایک بال ہی کی طرح کیوں نہ ہو۔

حدیث نمبر 5 جو کہ کتاب الصواعق المحرقہ سے ذکر کی گئی ہے

علامہ طبرانی نقل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی حرمات تین ہیں جس نے ان کی حفاظت کی اللہ رب العزت نے اُس کے دین و دُنیا کی حفاظت کی، یاد رکھو وہ یہ ہیں: حُرمتِ اسلام، میری حرمت اور میرے رحما‌ؤ اقربا کی حُرمت۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں اور جو احادیث مذکور نہیں اکثر وبیش تر بھی عترتِ رسولؐ کی محبت کو فائدہ مند اور واجب قرار دیتی ہیں اور

Presented by www.ziaraat.com

ان کی ذرّیت سے بے حد محبت کا درس دیتی ہیں اور اسی میں سب کی نجات ہے اور ان کی سیرت اپنانے میں ہی بھلائی ہے اور ان کی خاصیت یہ ہے کہ یہ سب قرابت دار اللہ کے رسولؐ کی پہچان ہیں۔ حضرت علیؑ کے بھی ہیں، فاطمہ زہراؑ کے پیارے ہیں یا پھر آئمہ طاہرینؑ میں کسی کے ساتھ تعلق اور محبت رکھتے ہیں، جیسے حضرت ابوالفضل العباسؑ (ان ہستیوں سے گہرا تعلق اور محبت رکھتے تھے)۔

حضرت ابوالفضل العباسؑ کے والد گرامی حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام ہیں اور جن کی گود میں حضرت ابوالفضل العباسؑ نے پرورش پائی اور جنھوں نے ابوالفضلؑ کے رُخساروں اور ہونٹوں پر بوسے دیے، ہاتھوں کو چوما اور محبت و رحمت کی گرمائش پہنچائی نیز رنج و غم میں اُن کی دل داری کی۔

حضرت علی علیہ السلام نے روتے ہوئے فرمایا تھا: عن قریب میری اولاد پر نصرت اور امامت کا بوجھ آئے گا اور وہ بنواُمیہ کے ظالموں کے ہاتھوں راہِ خدا میں مصائب برداشت کریں گے۔ اگر اللہ کا ارادہ اِن کی (بقا کا) نہ ہوتا اور اہلِ بیتؑ کو ابدیت نہ ملتی تو توحید و نبوت ختم ہو جاتی۔

اسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے
اِک ضربِ یدُاللّٰہی اِک سجدۂ شبیری

یہ حضرت ابا الفضل العباسؑ ہی ہیں جن کے بارے میں حضرت فاطمہ زہراؑ نے فرمایا تھا: جو کوئی حضرت عباسؑ پر سب و شتم کرے گا اُس کے دونوں ہاتھ کٹ جائیں گے اور جو اُن کی نصرت و اعانت کرے گا وہ قیامت کے روز میرے باپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے فیض یاب ہوگا۔

حضرت عباسؑ امام حسین علیہ السلام کے وہ بھائی ہیں جنھیں ایک روز امامؑ نے فرمایا: اے میرے بھائی! میری جان تم ہی ہو۔ یہ بات حضرت ابا الفضل العباسؑ

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

کے عظیم مقام پر دلالت کرتی ہے جو کہ حضرت امام حسینؑ کی دلی کیفیت تھی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوالفضل العباسؑ کی محبت معصومینؑ کے دل میں بہت زیادہ تھی اور اُن کے لیے مورد اُلفت تھے۔

لہٰذا میں بھی محب رسولؐ، محب علیؑ اور حبیبہ رسول فاطمۃ الزہراؑ کی محبت نیز اُن کی بڑی دختر سیدہ زینبؑ کی محبت، امام حسن مجتبیٰؑ کی محبت، امام حسینؑ شہید کربلا کی محبت اور باقی آئمہ اطہارؑ کی محبت میں سرشار ہوں۔ پس میں اس مقامِ محبوبیت پر کیوں کر نہ پہنچ جاؤں جب کہ اُنھوں نے تمام لوگوں کو اپنی محبت کی طرف پکارا ہے۔ پس ہم اپنے انکسار، عجز، کم مائیگی کے باوجود اخلاصِ دل کے ساتھ حضرت ابا الفضل العباسؑ کی مودّت و اُلفت اور ولایت کے لیے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں اور ان مناقب کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ وہ ہمارے لیے عفو و درگزر فرماتے ہوئے احسان کے ساتھ انھیں قبول کریں گے۔ بے شک کوئی بھی شخص اہلِ بیتؑ کے اعمال تک نہیں پہنچ سکتا اور ان سے اُمید رکھ کر کوئی محروم بھی نہیں رہتا، ان شاء اللہ!

اے ابوالفضل العباسؑ! آپ ہی کے لیے یہ خصائص مذکور ہیں (قبول فرمایئے)

www.ziaraat.com Sakeena-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

پہلا خصیصہ

خالص نسب

اس میں کوئی شک نہیں کہ نسب کے اعتبار سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہونا بڑے مرتبے کی بات ہے، اس میں انسانوں کے لیے فخر ومنزلت ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو؟ حضور نبی کریمؐ انسانیت اور بشریت کے لیے باعثِ فخر وشرف ہیں۔ پس جس شخص نے خود کو قرابت داری کے لیے ان کے ساتھ منسوب کیا یا ان کے اقربا کے ساتھ منسوب کیا تو وہ بھلا کس طرح نامراد رہ سکتا ہے۔ وہ تو عباس ابن علیؑ کے حق ہوگا جو کہ بلا واسطہ اور بلا فصل نفسِ رسولؐ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور وہ یہ ہیں جن کے حق میں قرآن مجید میں فرمایا گیا: وانفسنا وانفسکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شان میں فرمایا تھا:

مَن کُنت مولاہ فھٰذا علی مولاہ

"جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ مولا ہے"۔

نصِ قرآن سے ثابت ہے کہ علی علیہ السلام حضور نبی کریمؐ کے بعد سیّد و سردار ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تھا: جسے میں نے منتخب کرلیا اُسے اللہ نے بھی منتخب کرلیا۔

وہ ہستی جسے کوئی بھی نہیں پہچان سکتا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، فریقین نے روایت کی ہے کہ

Presented by www.ziaraat.com

آپؐ نے فرمایا: میرے بھائی علی ابن ابی طالبؑ کے فضائل اس قدر کثیر ہیں کہ کوئی ان کو شمار نہیں کرسکتا۔ بے شک جن وانس میں سے کوئی بھی ان کی گنتی پر قدرت نہیں رکھتا۔

ایک اور روایت کتاب مشارق الانوار میں ہے کہ ایک دن حضرت ابوذرؓ رسولؐ خدا کے ساتھ باہر نکلے تو حضرت عمر بن خطاب بھی راستے میں جارہے تھے۔ حضرت عمر قریب آئے اور ابوذرؓ سے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کون شخص چل رہا ہے؟

حضرت ابوذرؓ نے فرمایا: وہ ایسا آدمی ہے کہ جسے میں نہیں جانتا۔

حضرت عمر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا کہ آپؐ کے پاس حضرت علی علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ حضرت عمر کے دل میں کھٹک پیدا ہوئی اور حضرت ابوذرؓ کو ملامت کرنے لگے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہوکر ابوذرؓ کی شکایت کی: یارسولؐ اللہ! کیا ابوذرؓ کے حق میں یہ نہیں کہا گیا کہ ابوذرؓ سے سچے کسی شخص پر آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین نے کسی ایسے شخص کو اپنے اُوپر نہیں اُٹھایا۔

حضورؐ نے فرمایا: تم نے اس کے حق میں بالکل صحیح کہا (اور سنا) ہاں یہ واقعی ایسا ہے۔

اس پر حضرت عمر نے کہا: آج کے دن میں نے ان سے ایسی بات سنی ہے جو ان کے شایانِ شان نہ تھی، وہ یہ کہ میں اِن سے ملا اور ان سے سوال کیا کہ تمھارے علاوہ کوئی شخص حضورؐ کے ساتھ ہے؟ تو مجھے جواب ملا کہ حضورؐ کے ساتھ وہ شخص ہے جسے میں نہیں جانتا، حالانکہ (خوب) جانتے تھے کہ وہ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ پس یہ کیوں کہا کہ میں نہیں جانتا؟

Presented by www.ziaraat.com

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! ابوذرؓ نے سچ کہا ہے، بے شک علیؑ کو میرے اور اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا (تحقیق اس روایت کو اہلِ سنت نے بھی بیان کیا ہے)۔

لیلۃ القربہ

کتاب ینابیع المودّت میں شیخ سلیمان بلخی حنفی سعید ابن جبیرؓ سے روایت کرتے ہیں: سعید بن جبیر نے کہا کہ میں نے ابن عباسؓ سے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں لوگوں کے اختلاف کے متعلق سوال کیا تو ابن عباسؓ نے فرمایا: اے ابن جبیر! تم مجھ سے اُس شخص کے بارے میں پوچھ رہے ہو کہ جس کے مناقب ایک ہی رات میں تین ہزار سے زیادہ ہیں اور وہ رات قلیب بدر میں لیلۃ القربہ ہے، جس میں اس پر تین ہزار سے زیادہ فرشتے سلامتی لے کر آئے۔

پھر مزید کہا: تم مجھ سے وصی رسولؐ اللہ، صاحب حوضِ کوثر، اور روزِ محشر کے صاحب لواء کے بارے میں پوچھ رہے ہو۔ قسم ہے اُس ذات پاک کی جس کے قبضے میں عبداللہ بن عباس کی جان ہے اگر پوری دنیا کے سمندر روشنائی بن جائیں اور اشجار قلم بن جائیں اور تمام اہلِ دُنیا لکھنا شروع کردیں تو علیؑ ابن ابی طالبؑ کے مناقب کا احاطہ نہیں کرسکتے۔

نیز حضرت ابوذرِ غفاریؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے اصحاب شوریٰ سے احتجاج کرتے ہوئے فرمایا تھا: تم میں سے میرے سوا کون ہے جس پر قلیب بدر کی رات ایک ساعت میں تین ہزار فرشتے مع جبرئیلؑ، میکائیلؑ اور اسرافیلؑ کے سلامتی لے کر آئے، یہ فرشتے رسولؐ اللہ پر اللہ کی رحمت کی بارش کے ساتھ اُترے تھے، تو سب اصحاب نے کہا: نہیں ہم پر نہیں اُترے آپؑ ہی کی حفاظت کے لیے آئے تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

سقائے بدر

محدثِ جلیل، مجتہدِ نبیل، تالیفاتِ قیمتہ کے مؤلف اور تصانیفِ مفیدہ کے مصنف حضرت شیخ عباس قمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ثمین مفاتیح الجنان میں یہ واقعہ بیان کیا ہے اور دیگر مختلف روایات میں بھی آیا ہے کہ تحقیق رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کو جنگِ بدر میں فرمایا: تم میں سے کون ہے جو اس رات کنویں پر جائے اور ہمارے لیے پانی لے کر آئے؟ سبھی خاموش رہے اور کوئی بھی آگے نہ بڑھا۔ تب علی ابن ابی طالبؑ مشک لے کر آئے اور پانی لینے کے لیے وہاں گئے حالانکہ یہ ایک اندھیری اور خنک رات تھی اور تیز ہوائیں چل رہی تھیں۔ جب آپ کنویں پر پہنچے تو اس میں بہت اندھیرا تھا۔ آپ نے کنویں پر ڈول کو نہ پایا تو کنویں میں اُتر گئے اور پانی سے مشک بھر کر باہر لائے اور واپس مڑے تو اُونٹنی بھی ہوا کی سی تیزی سے چلنے لگی۔ لیکن اچانک اُونٹنی ہوا کی شدت سے زمین پر بیٹھ گئی اور اپنا چہرہ زمین پر لگا دیا۔ دوبارہ اُونٹنی چلی تو پھر تیز ہوا کی شدت سے بیٹھ گئی۔ جب ہوا کچھ کم ہوئی تو اُونٹنی پھر چلنے لگی مگر سہ بارہ پھر اُونٹنی زمین پر بیٹھ گئی۔ جب ہوا کی تیزی ختم ہوئی تو اُونٹنی کھڑی ہو گئی اور راستے پر چلنے لگی یہاں تک کہ بارگاہِ نبوت میں (پہنچی) حضور نبی کریمؐ نے پوچھا: اے ابوالحسنؑ! آپ کو اتنی دیر کیوں کر ہوئی؟ حضرتؑ نے جواب دیا: یارسولؐ اللہ! مجھ پر تین مرتبہ تیز ہوائیں چلیں اور اس قدر شدید تھیں کہ میں ٹھہر گیا اور اُن کے ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ تیز ہوائیں کیسی تھیں؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا: حضورؐ! آپ ہی بہتر جانتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پہلی تیز ہوا تب چلی جب حضرت جبرئیلؑ اور ایک ہزار فرشتے اُترے۔ دوسری تیز ہوا میں حضرت میکائیلؑ ایک ہزار

Presented by www.ziaraat.com

فرشتے لے کر اُترے اور تیسری مرتبہ حضرت اسرافیلؑ ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ اُترے۔ یہ سب ہماری سلامتی اور مدد کے لیے اُترے۔

سید حمیری نے اپنے قصیدے میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے:

اقسم باللّٰہ وآلائه والمرء عمّا قال مسئول
انّ علی بن أبی طالب علی التقی والبر مجبول

"مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ اور اس کی نعمات کی اور اُس ہستی کی کہ جس نے سوال کیا یعنی علیؑ ابن ابی طالبؑ کی، جو تقویٰ اور نیکی میں سب سے بڑھ کر ہیں"۔

وہ مزید کہتا ہے:

ذاک الّذی سلّم فی لیلة علیه میکائیل و جبرئیل
میکائیل فی الف وجبریل فی ألف ویتلوهم اسرافیل
لیلة بدرٍ مدداً أنزلوا کأنّهم طیرًا أبابیل

"اس رات میکائیلؑ اور جبرئیلؑ اُترے۔ میکائیلؑ ایک ہزار فرشتے لے کر، جبرئیلؑ بھی ایک ہزار فرشتے لے کر اور اسرافیلؑ بھی ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ۔ بہت زیادہ امداد لے کر ابابیلوں کی صورت میں"۔

سقائے کربلا

شیرِ خدا، حیدرِ کرار امیر المومنین امام علی علیہ السلام نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جنگ بدر میں سقایت کا فریضہ انجام دیا اور آپؑ نے پوری دلجمعی اور قوت و شدت سے رسالت کی محافظت کی۔ اسی طرح آپؑ کے فرزندِ ارجمند عباسؑ بن علیؑ نے پوری شہامت و شجاعت کے ساتھ کربلا کے میدان میں

Presented by www.ziaraat.com

امام حسینؑ بن علیؑ کی سقایت کا منصب شرعی ادا کیا۔ لیکن دونوں سقایت میں بڑا فرق ہے۔ جب علیؑ شیرِ خدا نے سقایت کی تو اس وقت جبرائیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ اور ہزاروں دوسرے ملائکہ مقربین کی معیت میں جو اللہ رب العزت کی طرف سے درود و سلام اور ہدیہ تہنیت پیش کر رہے تھے۔ لیکن آپؑ کے لختِ جگر عباسؑ بن علیؑ نے جب سقایت کا فریضہ ادا کیا تو اس وقت آپؑ کا ہزاروں تیروں، تلواروں اور نیزوں نے استقبال کیا۔

سپاہِ یزید کی پوری کوشش تھی کہ علم دارِ کربلا پانی کے گھاٹ پر نہ پہنچنے پائے۔ اس کے لیے انھوں نے ہزار ہا رکاوٹیں کھڑی کیں، جن کو عبور کرنا ایک عادی انسان کے لیے مشکل تھا، اور جب علیؑ کے شیر دل بیٹے نے پوری توانائی کے ساتھ ان رکاوٹوں کو عبور کرلیا اور آپ فرات کے کنارے پر پہنچ گئے، اور آپؑ نے مشک کو پانی سے بھر لیا تو پھر یزیدی لشکر کی کوشش تھی کہ پانی کی مشک خیامِ حسینیؑ تک نہ پہنچنے پائے، جبکہ اُس وقت علم دارِ کربلا کے کانوں میں پیاسے بچوں اور مخدرات عصمت و طہارت کی آوازیں آرہی تھیں۔ گرمی بھی قیامت کی تھی۔ سورج بھی اپنی پوری آب و تاب سے صحرائے کربلا پر روشنی بکھیر رہا تھا۔ جھلسا دینے والی گرم ہوا شدتِ پیاس میں اضافہ کر رہی تھی اور پھر یزیدیوں کے دلوں میں ذرا بھر اہلِ بیتؑ رسولؐ کے لیے رحم نہ تھا۔ وہ خیامِ حسینیؑ تک پانی نہ پہنچنے دینا چاہتے تھے۔ کھجوروں کے جھرمٹ میں چھپے غازی پر وار کیا جس سے آپؑ کے مشکیزہ کا پانی بہہ گیا، اور آپؑ کی اُمیدوں پر پانی پھر گیا۔ خدا ان یزیدیوں پر لعنت کرے اور سقائے کربلا پر ہزاروں سلام ہوں۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

دوسرا خصیصہ

پاکیزہ و طاہر رحم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے، نیک عورت سے شادی کرو کیوں کہ اولاد پر ماں باپ کے اثرات ہوتے ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ نظافت اختیار کرو۔ ابا عبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: عورت ایک ہار ہے، پس دیکھو (تم نے) کیسا ہار پہنا ہوا ہے۔

ایک مرتبہ امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے بھائی عقیل سے، جو کہ انساب العرب کے ماہر تھے، کہا: (اے بھائی) میرے لیے ایسی لڑکی تلاش کریں جو مضبوط (اور قوی) ہو۔ میں عربوں میں سے ایسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں کہ جو پاک طینت اور حسین لڑکا جنے۔ یہ بھی مذکور ہے کہ فرمایا:...... تا کہ میں اُس سے ایسا لڑکا پاؤں جو شجاع اور مضبوط ہو، جو کربلا کے اندھیروں میں میری اور حسینؑ کی مدد کرے۔

جناب عقیلؑ نے کہا: اے امیرالمومنینؑ! آپؑ اُم البنینؑ وحیدیہ کلابیہ سے شادی کرلیں کیوں کہ کوئی ان جیسا بہادر نہیں ہے اور نہ ان کے آباؤ اجداد جیسا ہے۔

چنانچہ علیؑ ابن ابی طالبؑ نے ان سے شادی کرلی۔ ان کا نام (اُم البنینؑ) فاطمہ وحیدیہ کلابیہ تھا اور اُن کی والدہ ثمامہ بنتِ سہیل بن عامر تھیں اور یہ ثمامہ بہت مشہور ادیبہ تھیں نیز کاملہ عاقلہ تھیں پس اُنھوں نے اپنی بیٹی کو آدابِ عرب سکھائے اور اخلاقِ حمیدہ سے مزین کیا۔ اُن کے والد ابو المحل تھے، جن کا (اصل) نام حزام تھا اور بعض کتب میں ان کا نسب یہ ہے: حزام بن خالد بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن۔ یہ سب عرب کے شجاع اور معروف لوگ تھے۔ یوں اُم

Presented by www.ziaraat.com

المنین وحیدہ کلابیہ کی وجہ تسمیہ ولید بن کعب اور کلاب بن ربیعہ سے نسبت ہے، جو عرب کے اشراف، سادات، زعما اور مشہور ابطال ہیں۔

حضرت عقیلؑ سے مشورہ

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ جو کہ بذاتِ خود علم رسولؐ اللہ کے باب اور عارف اہلِ زمانہ ہیں اور کون ہے جو اُن کے نام نامی اسمِ گرامی سے واقف نہ ہو۔ چنانچہ انھوں نے اپنے بھائی عقیل سے امرِ ازواج کا مشورہ کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ لاریب اور بلاشبہ امیرالمومنینؑ رسولؐ خدا کے بعد لوگوں میں تمام امور کے سب سے زیادہ عالم تھے اور لوگوں کو اُن کے نسب کے حوالے سے خوب جانتے تھے لیکن آپؑ نے اس امر میں حکمت دکھائی کہ مشورہ ایسے کیا جاتا ہے (یعنی مشورہ کو اہمیت دی)۔

آپ نے ارادہ فرمایا: لوگوں کو یہ سکھائیں کہ نبی کریمؐ کیسے مشورہ کرتے اور چھوٹے بڑوں کو انفرادی و اجتماعی اور اقتصادی و سیاسی طور پر حکمت سکھاتے تھے۔ یوں علم و معرفت کا ایک سلسلہ شروع فرمایا: لوگوں کو کس طرح عقل و تجربہ سکھایا جائے اور کیسے غرور و تکبر کی سی برائیوں سے بچایا جائے، نیز کیسے ظلم سے روکا جائے اور مساوات کا درس دیا جائے۔ پس اس واقعہ میں بھی امر تھا کہ ان کی اولاد اسرار تکوینی کو پہچانیں اور اولاد میں نجیب و پاک اور نیک بیٹوں کا اجتماع ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ شاید امیرالمومنینؑ کا ارادہ یہ ہو کہ اس مشورہ سے ازواج کی سنتِ مبارکہ کا اعلان کریں۔

تیسرے یہ کہ شادی کے لیے مشورہ کرنا اس وقت کی روایت ہو اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو یہ بات شوہر کی شخصیت پر (منفی طور پر) اثرانداز ہو۔

چوتھے یہ کہ امیرالمومنینؑ کا یہ ارادہ ہو کہ مختلف امور کے بارے میں اہلِ خبر

Presented by www.ziaraat.com

اور اہلِ فن سے رجوع کرنے کی تعلیم دیں اور مجتمع اسلامی میں خاص افراد کی اہمیت کو اُجاگر کریں۔ یعنی امیرالمومنینؑ نے اُمت کو آگاہ فرمایا: ازدواج کے معاملہ میں علم الانساب کے جاننے والوں سے رجوع کرے جیسے تجارت کے بارے میں تجار سے، دینی معاملات میں دینی لوگوں سے، حکومت و قیادت کے بارے میں اللہ کے خاص بندوں سے مشورہ کرے اور آئمہ طاہرینؑ کی صحبت اختیار کی جائے۔ امام حسینؑ کا اپنے دور میں فقہا سے مشورہ بھی اس امر کی دلیل ہے۔

پانچویں یہ کہ شاید اس بات سے حضرت امیرالمومنینؑ کا ارادہ یہ تھا حضرت عقیلؓ کی شخصیت کو اُجاگر کیا جائے اور علم الانساب میں ان کے درجہ کا اعتراف کروایا جائے تاکہ جنابِ عقیلؓ کے نقطۂ نظر سے حزام اور اُم البنینؑ کے نسب کی تعریف اور معاویہ و ہند کے نسب کی مذمت کی ترویج کی جائے۔

چھٹے یہ کہ ان کا ارادہ شاید یہ ہو کہ واقعۂ کربلا کی خبر دی جائے اور روزِ عاشور کے حالات بیان کیے جائیں نیز شہادتِ حسینؑ اور مظلومیتِ عباسؑ کی خبر دی جائے۔ یوں بنواُمیہ کی غلطی کو واضح کیا جائے اور اہلِ بیتؑ کی شہادت کی پیشین گوئی کی جائے، یہاں تک کہ یہ بھی بتایا جائے کہ اہلِ بیتؑ کی شہادت کے بعد کسی طرح بنواُمیہ یہ نہ کہیں کہ ہمیں تو اس واقعہ کا علم ہی نہ ہوسکا۔ گویا اُن کی مکاری کا توڑ کیا جائے اور اس بات کا سدِ باب کیا جائے کہ وہ امام حسینؑ پر کہیں سلطنت اور حکومت کے لیے جنگ کا الزام نہ لگائیں (العیاذ باللہ)

بلاشبہ حضرت امام حسینؑ اللہ کے حکم کی گواہی کے لیے نکلے اور اُن کا مطمح نظر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی اور اسلام کی سربلندی تھا۔

الام المبارکہ (اُمِ مبارکہ)

بلاشبہ اُمّ البنینؑ ویسی ہی ثابت ہوئیں جیسا کہ امیرالمومنینؑ چاہتے تھے اور

Presented by www.ziaraat.com

جیسی گواہی دی عقیل ابن ابی طالبؑ نے، کہ وہ باپ کی طرف سے کریم اور ماں کی طرف سے قوی ہیں۔ وہ عالمِ فاضل خواتین میں سے تھیں، اہلِ بیتؑ کی معتقد تھیں، ان کی ولایت کے بارے میں مخلص تھیں اور ان کی اُلفت ومحبت سے سرشار تھیں۔ پس وہ امیر المومنینؑ کے نکاح میں اُونچے مقام اور بلند مرتبے کے ساتھ آئیں۔

تحقیق اُمّ البنینؑ نے سیدہ زینبؑ کبریٰ کی کربلا سے مدینہ واپسی پر زیارت کی تو سیدہ زینبؑ نے آپ سے آپ کے چار بیٹوں کی شہادت پر تعزیت کی، جو کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے۔ نیز ایامِ عیدین میں بھی زیارت وملاقات کی اور یہ بات آپ کے بلند مرتبہ اور اہلِ بیتؑ کے نزدیک مقام و منزلت کی دلیل ہے اور یہ بات مجموعۂ شہید اوّل سے منقول ہے۔

مزید فرمایا: اگر زمین کا سارا سونا چاندی عورت اپنے شوہر کے گھر میں رکھ دے۔ پھر ایک دن وہ اپنے شوہر کے سر پر مارے اور کہے کہ تو کون ہے؟ یہ تو میرا مال ہے، تو اس کے تمام اعمال ضائع ہوجائیں گے اگرچہ وہ کتنی ہی زیادہ عبادت کرنے والی ہو، مگر یہ کہ وہ معذرت کے ساتھ اپنے شوہر سے رجوع کرے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ جو عورت اپنے شوہر کو چھوڑ دے وہ ظالمہ ہے، اس کا حشر قیامت کے دن فرعون، ہامان اور قارون کے ساتھ جہنّم کے نچلے درجے میں ہوگا مگر یہ کہ وہ توبہ کرے اور رجوع کرے۔

حضرت سلیمانؓ فرماتے ہیں: میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو عورت اپنے خاوند پر اپنے مال کی وجہ سے احسان جتائے اور یہ کہے کہ تم تو میرے مال سے کھاتے ہو، اگر وہ عورت اس مال کو صدقہ کرے تو وہ قبول نہیں ہوگا مگر یہ کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہوجائے۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ فرمایا: جس نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس کی یہ نیت نہیں تھی کہ وہ اس کا مہر ادا کرے گا تو پس وہ اللہ کے نزدیک زانی ہے۔

اللہ کے نزدیک اُم البنینؑ کا مقام

بی بی اُم البنینؑ کا وہ خلوص و محبت جو انھیں رسولؐ اللہ اور اُن کی پاک اولاد سے تھی اور جس طرح انھوں نے سیدہ فاطمہ زہراؑ کی اولاد کی خدمت کی اور اُن کے حقوق کو پہچانا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بیتؑ کے حقوق اپنے تمام بندوں پر فرض کیے ہیں خصوصاً سماعت و اطاعت، تعظیم و تکریم وغیرہ کو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اُم البنینؑ کے نام کو خاص کردیا اور انھیں ابواب الحوائج میں سے ایک باب بنا دیا جیسا کہ اُن کے فرزند ارجمند کو خاص کیا گیا اور باب الحوائج بنایا گیا نیز آفات و مصائب میں ملجا و ماوا بنایا گیا۔ نیز حاجت کو رفع کرنے کے لیے مددگار بنایا گیا اور ہم و غم کا دُور کرنے والا بنایا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت و صدقات اور اُن کے اوصاف میں اضافہ کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ اُن کی ہر حاجت پوری کرے گا۔ اللہ جل شانہٗ کا اکرام و سلامتی ہے سیدہ اُم البنینؑ پر اُن کے اخلاص و محبت کے ساتھ۔

سیدہ اُم البنینؑ کا عہدِ ولادت

مرقوم ہے کہ آپ کے والد گرامی حزام بن خالد بن ربیعہ اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ سفر میں تھے اور اُنھوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک منور قطعۂ ارض پر بیٹھے ہوئے ہیں تو ایک انتہائی روشن دُرّہ اُن کے ہاتھ میں آ گیا اور وہ متحیر ہو کر اُسے دیکھنے لگے اور اس کو دیکھ دیکھ کر حیران ہونے لگے۔ اچانک ایک قوی الجثہ گھڑسوار اُن کے سامنے آ گیا اور دعا و سلامتی کے بعد اُن سے کہا: یہ کیسا شان دار

Presented by www.ziaraat.com

ذرّہ آپ کے ہاتھ میں ہے؟ یہ آپ نے کتنے کا خریدا ہے؟

جنابِ حزام نے جواب دیا: میں اس کی قیمت نہیں جانتا لیکن آپ اسے کیوں کر خریدنا چاہتے ہو؟

گھڑسوار نے کہا: اس کی قیمت تو میں بھی نہیں جانتا لیکن مجھ پر یہ راز فاش ہوا ہے کہ جس کے ہاتھ میں یہ ذرّہ ہوگا ہدایت اُس کا مقدر ہے اور یہ حقیقت سب پر جلد عیاں ہو جائے گی۔ میں اس کی ضمانت دیتا ہوں کہ یہ درہم و دینار کے بدل سے بیش بہا قیمتی ہے۔

جنابِ حزام نے حیران ہو کر پوچھا: یہ کیا شے ہے جو درہم و دینار سے بھی قیمتی ہے؟

گھڑسوار نے کہا: میں ضمانت دیتا ہوں کہ اس کی موجودگی ہر غم سے دُور کر دے گی اور دل لبھانے کا ذریعہ بنے گی اور تا ابدالآباد باعثِ شرف و سعادت ہوگی۔

گھڑسوار نے نہایت وثوق سے کہا: ہاں میں اس کی ضمانت دیتا ہوں۔

جنابِ حزام نے دریافت کیا: تو کیا تم بھی اسے واسطہ اور ذریعۂ کفالت بناؤ گے۔

گھڑسوار نے نہایت زور سے کہا: ہاں یہ میرے لیے بھی واسطۂ کفیل ہوگا اور اس سے ہر خوشی اور شرف کا حصول ہوگا۔

پس حزام نے اُسے یہ ذرّہ دے دیا۔ پھر جب حزام نیند سے بیدار ہوئے تو اپنی قوم کو یہ خواب سنایا تو ان میں سے ہر کسی نے کہا: اگر تمھارا خواب سچا ہے تو تجھے ایک بیٹی عطا ہوگی جو عظمت کی بلندیوں پر فائز ہوگی اور تمھارے لیے موجبِ شرف و سعادت ہوگی۔ پھر جب حزام سفر سے واپس آئے تو اُن کی بیوی ثمامہ حاملہ تھیں جب اُن کا وضعِ حمل ہوا تو فاطمہ اُم البنینؑ پیدا ہوئیں جنھیں دیکھ کر جنابِ حزام کا چہرہ

Presented by www.ziaraat.com

کھِل اُٹھا اور اُن کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور اُنھوں نے خود سے کہا: بے شک میرا خواب سچ ثابت ہوا۔

جب اُن سے پوچھا گیا کہ اس بچی کا نام کیا رکھا جائے تو اُنھوں نے کہا: اس کا نام فاطمہ ہوگا اور کنیت اُم البنینؑ۔

فاطمہؑ نے اپنی والدہ اُم ثمامہ کی گود اور اپنے شفیق باپ کے ہاتھوں میں پرورش پائی۔ انھوں نے آدابِ عرب نیز صالحین اَبرار کے اخلاق اپنے والدین سے سیکھے۔ یہاں تک کہ وہ بالغ اور شادی کے قابل ہوگئیں، اُنھوں نے امورِ خانہ داری سیکھے اور ادب وکمال میں بلندتر ہوتی گئیں۔ حتیٰ کہ شرف واخلاق میں رسولؐ خدا اور آپؐ کے اہلِ بیتؑ کے بعد اُن کا مقام آتا ہے۔

جنابِ عقیلؑ کا نکاح امیرالمومنینؑ کے لیے پیغام

جس وقت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اپنے بھائی عقیلؑ پر اپنی شادی کا معاملہ واضح کیا اور ان سے اس سلسلے میں مشورہ طلب کیا تو جنابِ عقیلؑ نے ان کے سامنے یہ رائے پیش کی کہ آپ فاطمہ وحیدیہ کلابیہ کے ساتھ نکاح فرمالیں، جو کہ بلندذات والی، بلند درجے والی اور اصالت ونجابت نیز شجاعت وشہامت میں مشہور ہیں۔ امیرالمومنینؑ نے عقیلؑ سے موافقت فرمائی۔ پس اُنھوں نے فاطمہ کلابیہ کے والدِ محترم حزام کو پیغامِ نکاح بھیجا۔

حزام اُس وقت مدینہ سے باہر مقیم تھے۔ عقیلؑ نکاحِ امیرالمومنینؑ کے ارادے اور اُمید کے ساتھ اُن کے ہاں تشریف لے گئے اور حزام نے اپنے مہمان کو خوش آمدید کہا، اُن کے لیے بکری ذبح کی، بھرپور ضیافت کی اور احترام واکرام کا حق ادا کیا۔ حزام کی عادت تھی کہ وہ تین دن تک مہمان سے اُس کے آنے کی وجہ دریافت نہیں کرتے تھے۔ جب تین دن گزر گئے تو حزام نے جنابِ عقیلؑ سے

Presented by www.ziaraat.com

نشست کی اور اُن سے پوچھا کہ آپ کس سلسلے میں تشریف لائے ہیں۔ کوئی مسئلہ ہے تو بتائیں تاکہ میں حل کروں۔ مال یا کسی شخص کے بارے میں اشارہ فرمائیں تو تعاون کروں۔

جنابِ عقیلؑ نے بڑی شگفتگی سے جواب دیا کہ ہم آپ کے پاس ایک عظیم کام کے لیے آئے ہیں۔

حزام نے دریافت کیا: عم زادِ رسولؐ وہ کیا کام ہے؟

عقیلؑ نے کہا: ہم پیغامِ نکاح لائے ہیں۔

حزام نے پوچھا: کس کا اور کس کے لیے؟!

عقیلؑ نے نہایت کامل صداقت وصراحت سے جواب دیا: ہم آپ کی عفیفہ دُختر فاطمہ اُم البنین کے لیے یعسوب الدین، قائد غر المحجلین، امام المتقین، سیدالوصیین، امام امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ بن عبدالمطلب بن عبدمناف، اللہ کی کروڑہا نعمتیں ہوں اُن پر، کا پیغامِ نکاح لائے ہیں۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

حزام یہ سنتے ہی پھول کی طرح کھل گئے اور اُن کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ بولے: کتنی مبارک گھڑی ہے یہ! آپ کی آمد بہت سعید ہے اور آپ کے آنے سے ہمارا اقبال بلند ہوا۔ آپ ہمارے لیے دُنیا و آخرت کی بھلائی لے کر آئے ہیں ار ہماری عزت افزائی کی ہے۔ ہم اس تعلق پر فخر وعزت محسوس کرتے ہیں۔ لیکن آپ ہی بتائیں کہ کہاں علیؑ ابن ابی طالب حجۃ اللہ علی الخلق اجمعین، جن وانس کے امام، قسیم النار والجنۃ، رسولؐ خدا کے عم زاد اور کہاں ہم؟ میری بیٹی اُن کے قابل کہاں؟ ہم تو عام سے لوگ ہیں، میری بیٹی بیابان کی پلی بڑھی ہے، اُس کا امامِ مکی مدنی سے کیا جوڑ؟

جب کلامِ حزام مکمل ہوا تو عقیلؑ نے فوراً جواب دیا: اے ابوالمحل! (یہ حزام

Presented by www.ziaraat.com

کی کنیت تھی) بے شک میرے بھائی امیرالمومنینؑ ہر بات کو جانتے ہیں اور اُن سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے جو تم نے مجھے بتائی ہے۔ اس کے باوجود وہ رغبت رکھتے ہیں کہ تم سے رشتہ قائم کریں اور اس بات پر راضی ہیں کہ تمھاری بیٹی ان کی زوجہ بنے اور اُن کے گھر کو سنبھالنے والی ہو اور اُن کی اولاد کے لیے شفیق ثابت ہو۔

یہ سن کر حزام نے کہا: اے عم زاد رسولؐ! مجھے مہلت دیں تا کہ میں اس کی ماں (اپنی بیوی) کے ساتھ اس بارے میں مشورہ کرلوں۔ یقیناً امیرالمومنینؑ شرافت کے بلند درجہ پر فائز ہیں اور ہم اس بات پر فخر محسوس کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ منسوب ہو جائیں۔ پس کتنا اچھا کیا آپ نے! اور خیر ہی خیر ہے جو آپ نے کہا۔

حزام کا وہ مشورہ جو اُنھوں نے بی بی ثمامہ کے ساتھ کیا

جناب عقیلؑ نے ان سے کہا کہ میں اس بات کی اجازت دیتا ہوں (اور راضی ہوں) جب جناب عقیلؑ نے حزام کو مشورہ کرنے کی اجازت دے دی تو حزام کھڑے ہوئے اور گھر تشریف لے گئے۔ جب گھر میں داخل ہوئے تو اُنھوں نے اپنی بیٹی فاطمہ کو دیکھا کہ وہ اپنی ماں کے آگے بیٹھی ہوئی تھیں، ان سے اپنے بال بنوانے کے لیے، اور ماں فاطمہ کے بالوں میں کنگھی کر رہی تھیں، نیز بال سنوار رہی تھیں۔ اس اثنا میں بیٹی اپنی ماں سے کہنے لگی: مجھے اجازت ہے کہ اپنا خواب سناؤں، کیوں کہ میں نے عجیب و غریب خواب دیکھا ہے اور آپ کو بتانا پسند کرتی ہوں۔

ماں نے بڑی بے چینی سے کہا: تم نے جو دیکھا ہے مجھے بتاؤ، خدا خیر کرے!

اس دوران میں حزام ایک ایسی جگہ پر ٹھہر گئے جہاں اُنھیں کوئی دیکھ نہیں رہا تھا۔ یوں وہ بھی اپنی بیٹی کے خواب کو سننے لگے۔ اُنھوں نے سنا کہ بیٹی کہہ رہی تھیں: امی جان! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک نہایت خوب صورت باغ میں بیٹھی

Presented by www.ziaraat.com

ہوں، جہاں پھل دار درخت اُگے ہوئے ہیں اور نہریں جاری ہیں۔ یہ رات کا سماں تھا لیکن رات چاندنی تھی، آسمان صاف تھا اور چاند جگمگا رہا تھا جس کی چاندنی باغ پر پڑ رہی تھی۔ یہ بڑا دل کش منظر تھا، خوشبو کے جھلے آ رہے تھے۔ میں یہ منظر دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کا سوچنے لگی جو ارض وسما کا خالق اور شمس وقمر کا مالک ہے۔ چاند آسمان کے ساتھ ملا ہوا تھا اور زمین کے متصل تھا۔ اس کے اندر پہاڑ تھے لیکن وہ ایسی روشنی نچھاور کر رہا تھا کہ آنکھیں چندھیا رہی تھیں۔ شیریں چشمے بہہ رہے تھے۔ میں نے اس منظر پر بہت تعجب کیا لیکن میرے تعجب میں اس وقت مزید اضافہ ہوا جب میں نے تین ستاروں کو دیکھا کہ وہ مثلِ زمیں کے آسمان سے ٹوٹے اور میری گود میں گر گئے۔ وہ بہت نورانی تھے اور اُن سے روشنی نکل رہی تھی۔ پھر غیب سے آواز آئی کہ کوئی کہہ رہا تھا:

بشراك فاطمه باالسادة الغرر
ثلاثة انجم والزاهر القمر
أبوهم سيد في الخلق قاطبة
بعد الرسول كذا قد جاء في الخبر

"اے فاطمہ! خبر آئی ہے اور بشارت ہے کہ دائمی سعادت تمہارا مقدر بننے والی ہے، تین ستارے تمہارا مقدر بننے والے ہیں اور چمکتا چاند تمہارا نصیب ہے اور ان کا باپ سید ہے جو رسولؐ اللہ کے بعد تمام مخلوق میں معتبر ہے"۔

پھر مزید کہا: جب میں نے اس آواز کو سنا اور نیند سے بیدار ہوئی تو میں گھبرا گئی۔

پھر کہا: اے مادرِ گرامی! یہ میرا خواب تھا جو میں نے سوتے میں دیکھا ہے، اس کی تاویل وتفسیر کیا ہے؟

Presented by www.ziaraat.com

ماں نے کہا: وہی تفسیر ہے جو کچھ تم نے دیکھا ہے۔

ایسا کیسے نہ ہوتا کہ وہ سیدہ زینبؑ اور اُن کی بہن اُم کلثومؑ کی ہم مرتبہ تھیں اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ پر شفقت کرنے والی تھیں۔ جب وہ امیرالمومنینؑ کے گھر زوجہ بن کر آئیں تو اُنھوں نے سیدہ فاطمہؑ کی اولاد کے ساتھ مادرِ مشفق کا سا سلوک کیا بلکہ اکثر وبیشتر وہ اُن کے لیے حقیقی ماں سے بھی زیادہ مہربان ثابت ہوئیں۔ وہ ان ہستیوں کی خدمت کرنے میں فخر محسوس کرتی تھیں اور اُنھیں اپنی اولاد سے زیادہ مقدم رکھتی تھیں۔ وہ اُن کا اپنے بیٹوں سے بھی بڑھ کر خیال رکھتی تھیں نیز اُن کے احترام میں کھڑا ہونا خود پر واجب سمجھتی ہیں اور یہ فریضہ اللہ رب العزت نے اُن کے نصیب میں لکھ دیا تھا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے رسولؐ اللہ کے اقربا سے محبت و مودت اور اُن کی تعظیم و تکریم مسلمانوں پر واجب قرار دی ہے۔

روایت میں ملتا ہے کہ جب بی بی اُم البنینؑ کی رخصتی ہوئی اور وہ امیرالمومنین علی علیہ السلام کے گھر میں تشریف لائیں تو اس دوران میں حسنین شریفینؑ بیمار پڑ گئے۔ اُم البنینؑ نے خود کو بھلا کر اُن کی خوب تیمارداری کی، اپنی گفتگو سے اُن کا دل بہلایا حتیٰ کہ وہ دونوں صحت یاب ہو گئے۔

یہ بھی مرقوم ہے کہ بی بی اُم البنینؑ نے اہلِ بیتؑ سے فرمایش کی کہ آج کے بعد مجھے فاطمہؑ کے نام سے نہ پکارا جائے کیوں کہ میں ڈرتی ہوں کہ مجھے اس نام سے پکارنے سے سیدہ فاطمہ زہراؑ کے بچوں کو اُن کی یاد آئے گی اور اُن کا غم تازہ ہوگا۔ اس پر علی علیہ السلام نے فرمایا: ایسا ہی ہوگا۔ چنانچہ آپ کو آپ کی کنیت سے پکارا جانے لگا۔

نکاح کا اعلان

پھر حزام نکلے اور اپنے قبیلہ اور اپنی قوم کو پکارا، بنی کلاب و بنی عامر کو، تاکہ

Presented by www.ziaraat.com

وہ اس مجلسِ نکاح میں حاضر ہوں۔ جب وہ سب آ گئے تو عقیلؓ کھڑے ہو گئے اور خطبہ دینے لگے۔ پہلے اللہ کی تعریف بیان کی پھر ثنا کی۔ اس کے بعد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آلؑ پر درود بھیجا، پھر فرمایا: اے بنی کلاب اور بنی عامر بن صعصعہ، تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ احسان کیا رسولؐ اللہ کو رسول بنا کر بھیجا اور ان کے ذریعے ہمیں تقویت دی اور ہم اس پر راضی و مفتخر ہیں کہ جب اللہ رب العزت نے فرمایا: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ "بے شک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے"۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو شخص دین اسلام کے علاوہ کوئی دین اختیار کرے گا، اسے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں خسارے میں ہوگا (الآیہ)۔

اور ہمیں حکم دیا کہ ہم بغض و عداوت کو ختم کریں اور ہم پر صلۂ رحم کرنا واجب ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالی شان ہے:

"اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمھاری پہچان کے واسطے شعوب و قبائل بنائے ہیں۔ بے شک اللہ کے نزدیک عزت والا وہ ہے جو متقی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ خبر رکھنے والا اور جاننے والا ہے (الآیہ)۔

اور اللہ تعالیٰ نے ہم پر بدکاری اور بے حیائی کو حرام کیا ہے اور ہم پر نکاح کو حلال کیا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمھیں جوڑا جوڑا پیدا کیا تاکہ تم آپس میں مانوس رہو اور تمھارے درمیان اُلفت و رحمت کو پیدا کیا، بے شک یہ اللہ کی نشانیاں ہیں، اس قوم کے لیے جو غور و فکر کرنے والی ہو (الآیہ)۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نکاح کرو اور ہم بستری کرو (تاکہ میں تمھاری کثرت پر) دوسری اُمتوں کے مقابلے میں فخر کرسکوں اور یہ وصیؑ

Presented by www.ziaraat.com

رسولؐ اور نبی اکرمؐ کے چچا کے بیٹے امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ بن عبدالمطلبؑ بن ہاشمؑ پسند کرتے ہیں کہ تمھارے ساتھ رشتہ داری قائم کریں اور انھوں نے پیغامِ نکاح بھیجا ہے، فاطمہ اُمّ البنین بنتِ حزام بن خالد بن ربیعہ کے لیے، قرآن وسنت کے (عین) مطابق:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اللہ ہی آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور اس نے تمھارے واسطے تمھاری جنس سے جوڑے بنائے ہیں اور جانوروں میں بھی جوڑے بنائے ہیں، اس طرح وہ تمھاری نسل پھیلاتا ہے، اُس کی مثل کوئی شے نہیں ہے، وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے (الآیہ)۔ والسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اور پھر بیٹھ گئے۔

اس کے بعد حزام کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثنا کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا اور آپ کی آلؑ پر حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا: اے میری قوم تم نے سُن لیا جو کچھ عقیل بن ابی طالبؑ نے کہا: دینِ اسلام اور نبی اکرمؐ کے بارے میں۔ اب میں تمھیں گواہ بناتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین اختیار کیا ہے اور میں ان کی نواہی واوامر میں اتباع کرتا ہوں اور یہ کہ میں اپنی بیٹی کے لیے علیؑ ابن ابی طالبؑ کو قبول کرتا ہوں۔ تم میرے خاندان والے اور میرے اہلِ قوم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟

اُن سب نے اس بات کے جواب میں کہا کہ وصیِ رسولؐ اور رسولؐ کے چچا کے بیٹے کے بارے میں کچھ کہنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ بے شک وہ حسب نسب کے لحاظ سے لوگوں میں سب سے زیادہ کریم ہیں۔ پھر حزام نے کہا کہ میں اپنی بیٹی کی صلاحیت اور امورِ خانہ داری کے بارے میں پوچھ لوں، بے شک ماں اپنی بیٹی کو باپ سے زیادہ جانتی ہے، تاکہ میں اپنی بیٹی کے اخلاق اور آداب کو جان سکوں۔ نیز

Presented by www.ziaraat.com

یہ کہ وہ مجھے رضامندی کا اشارہ دے دے۔ میں اپنی بیٹی فاطمہؑ پر اس ذمہ داری کو پیش کرتا ہوں تاکہ اُس کی رضامندی کو پہچان سکوں۔

اُم البنینؑ امیرالمومنینؑ کے گھر میں

پھر عقدِ نکاح پایۂ تکمیل کو پہنچا اور یہ معاملہ پورا ہوگیا۔ حق مہر اور ہدیے ارسال کردیے گئے۔ سامان اور دیگر لوازمات جہیز بھی بھیج دیے گئے اور فاطمہ اُم البنینؑ کی رخصتی ہوگئی۔ یوں وہ اپنے شوہر کے گھر پہنچ گئیں۔ آپ طبیعت کے اعتبار سے سیدہ فاطمہ زہراؑ کے مانند تھیں۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ آپ سیدہ فاطمہؑ کے بعد حضرت امیرالمومنینؑ کی دوسری بیوی تھیں اور پہلی اُمامہ بنت زینب تھیں اور بعض کے مطابق سیدہ فاطمہؑ کے بعد آپ ہی پہلی بیوی تھیں۔

یہ کیسے ممکن تھا کہ جب اُم البنین امیرالمومنینؑ کے گھر آئی ہوں تو اُن کی اولادِ طاہرہ کے لیے شفیق نہ ثابت ہوئی ہوں جیسا کہ اُن کے والد حزام ان کی والدہ ثمامہ نے اُمید رکھی ہوئی تھی اور جیسا کہ عقیلؑ بن ابی طالبؑ نے اس بی بی کے وصف بیان کیے تھے!! اُم البنین امیرالمومنینؑ کی زوجۂ وفیہ کریمہ، قرینہ اور مدبرہ بن کر رہیں اور حضرتؑ کی اولاد اور ذُرّیتِ رسولؐ کے صدقے واری گئیں۔

اس مخدرہ نے امیرالمومنینؑ کے لیے چار بیٹے جنے، جن میں سے پہلے قمرالعشیر ابوالفضل العباسؑ تھے۔ دوسرے عبداللہ، تیسرے جعفر اور چوتھے عثمان تھے۔ ان چاروں بیٹوں سے ہی ان کی کنیت "اُم البنین" ثابت ہے۔ جہاں تک حضرت ابوالفضل العباسؑ کا تعلق ہے تو وہ خاص اوصاف کے حامل ہیں۔ اُن کو شجاعت امیرالمومنین ورثہ میں ملی جیسا کہ ان کی ماں فاطمہ وحیدیہ کلابیہ کو (بھی) شجاعت ورثہ میں اُن کے اسلاف فرسان شجعان سے ملی ہے۔ اسی طرح ان کے محاسن اور مکارم و فضائل، نیز مناقب صدق و صفا اور محبت و ولا بھی ان کے بھائیوں حسنین

Presented by www.ziaraat.com

شریفینؑ کی طرح، جو موالیوں کے لیے مرکزِ اطاعت ہیں، ورثہ میں ملے۔ جو لوگ اُن ہستیوں سے محبت کرتے ہیں وہ مخلص اور صادق تھے وہ حسنین شریفینؑ کی امامت کے معترف اور قائل تھے اور اپنی جانیں ان کی راہ میں نذرانہ کیے بغیر راضی (اور مطمئن) نہ ہوئے۔

حضرت ابوالفضل العباسؑ نے اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ وہ بنواُمیہ کے سخت ترین مخالف ہیں۔ اُنھوں نے بنواُمیہ کی لغویات کو ٹھکرایا اور ان کے لشکر کو (بھرپور) نقصان پہنچایا۔ اپنے بھائی امام حسینؑ کو (کسی صورت میں) نہ چھوڑا اور جان و دل سے اُن کی مدد کی۔ یہاں تک کہ اپنا خون اُن کے خونِ اقدس سے پہلے بہا دیا۔ یہ وفا اور محبت اُنھیں اپنی والدہ اُم البنینؑ سے ملی تھی اور رسولؐ اور اولادِ رسولؐ سے اخلاص و وفا کے آداب اور خصوصاً امام حسینؑ سے روح کی گہرائیوں سے، سعادتیں اُنھیں بچپن ہی میں سکھلا دی گئی تھیں جو اُن کی ماں کی تربیت کا نتیجہ تھیں۔

زواج کے لیے نمونہ و مثال

حضرت امیرالمومنینؑ نے جو طریقہ تزویج میں اختیار کیا اور بالخصوص حضرت اُم البنینؑ سے ازدواج میں اپنایا اس میں مسلمانوں کے لیے درس و ہدایت کا سامان تھا تاکہ وہ اس امر میں بصیرت و حکمت حاصل کریں اور تحقیق و مشورہ کو مقدم رکھیں۔ یوں مرد کی اہمیتِ زواج کو اُجاگر کیا جائے کیوں کہ بیویاں دین میں پختگی میں مددگار ہیں، جیسا کہ حضرت امیرالمومنینؑ کے معاملے میں حضرت اُم البنینؑ۔

نیک بیوی

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمھیں خبر نہ دوں تمھاری

Presented by www.ziaraat.com

بہترین عورتوں کی؟

صحابہ کرام نے عرض کیا: ہاں (ضرور) بتا دیجیے۔

آپؐ نے فرمایا: تمھاری بہترین عورتیں وہ ہیں جو زیادہ بچے جننے والی ہوں اور زیادہ محبت کرنے والی ہوں، پاک دامن ہوں، گھر والوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والی ہوں، خاوند کے سامنے عاجز ہوں اور (خاوند کے لیے) بناؤ سنگھار کرنے والی ہوں نیز اس کے کلام کو سننے اور اس کی اطاعت کرنے والی ہوں، اس کی اجازت کے بغیر کسی جگہ نہ جائیں اور خاوند کے لیے غیر سنجیدہ نہ ہوں جب کہ ہر غیر کے لیے غیر سنجیدہ ہوں (یعنی اپنے شوہر ہی کے لیے وقف ہوں)۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا: رزق کے لیے نکاح کرو، بے شک عورتوں میں برکت ہے اور پھر فرمایا: میں تمھیں بدترین عورتوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ عرض کیا گیا: ضرور بتائیں تو آپؐ نے فرمایا: تمھاری بدترین عورتیں وہ ہیں جو اپنے گھر والوں کے لیے ذلالت (کا باعث) ہوں، اپنے شوہر کو عزیز نہ رکھتی ہوں اور بانجھ ہوں، نیز بغض و کینہ والی ہوں اور قبیح چیزوں سے بچنے والی نہ ہوں۔ جب ان کا شوہر موجود نہ ہو تو بناؤ سنگھار کریں اور جب شوہر موجود ہو تو پاک دامن بن بیٹھیں اور اس کی بات نہ سنیں اور اس کی اطاعت نہ کریں۔ جب انھیں کسی جگہ جانے سے منع کیا جائے تو مشکل ہو اور جب منع کیا جائے تو کوئی عذر قبول نہ کریں، ان کے گناہ معاف نہیں ہوں گے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص نکاح کا ارادہ رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ ایسی عورت سے نکاح کرے جو زمین (فاصلے) کے لحاظ سے قریب ہو اور منکبین کے درمیان ہو، نیز سانولے رنگ والی ہو۔ اگر اس کے برعکس ہو تو بے شک وہ خوش نصیب نہ ہو گا لیکن اس پر بھی مہر ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

اور مزید فرمایا: عورتوں کی عقلیں اُن کے جمال میں ہیں اور مردوں کا جمال ان کی عقول میں ہے۔

رسول اکرمؐ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آخری زمانہ جو بدترین زمانہ ہوگا، جس میں عورتیں زیب و زینت اختیار کریں گی اور کھلی ہوئی (یعنی بے پردہ) ہوں گی۔ دین سے بالکل عاری ہوں گی اور لذتوں کی جانب جلدی کرنے والی ہوں گی، محرمات کو حلال جانیں گی، وہ ہمیشہ جہنم میں رہنے والی ہوں گی۔

علیؑ بن الحسینؑ سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی نکاح کا ارادہ رکھتا ہو تو اُسے چاہیے کہ وہ عورتوں کے بالوں کے بارے میں پوچھ لے جیسا کہ آدمی چہرے سے پہچانا جاتا ہے۔ بے شک بال بھی (عورت کا) جزوِ جمال ہیں اور مزید فرمایا: بہترین عورتیں اچھی خوشبو والی اور اچھے کھانے والی ہیں، وہ اگر خرچ کریں تو نیکی کے کاموں میں کرتی ہیں اور اگر (ہاتھ) روکیں تو اچھائی کے لیے روکتی ہیں۔ پس یہ عورتیں عمال اللہ ہیں اور عامل اللہ کبھی نامراد اور نادم نہیں ہوتا۔

ابا عبداللہ الصادق (امام جعفرؑ) فرماتے ہیں کہ بہترین عورت وہ ہے کہ اگر وہ غصے میں ہو یا شوہر اُس سے ناراض ہو تو وہ اپنے زوج سے کہے کہ میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں ہے، مجھے مارو یہاں تک کہ نشان پڑ جائے اور آپ مجھ سے راضی ہو جائیں۔

مزید فرمایا: جس عورت میں برکت ہوتی ہے اس کی مشقت کم ہو جاتی ہے اور (اولاد کی) ولادت آسان ہوتی ہے جب کہ عورت بدبخت ہو تو اس کی مشقت بڑھ جاتی ہے اور ولادت میں تنگی ہوتی ہے۔

آپؑ سے یہ بھی روایت ہے کہ حیا دس اجزا کا نام ہے جن میں سے نو اجزا

Presented by www.ziaraat.com

عورتوں میں پائے جاتے ہیں اور ایک مردوں میں۔ پس جب عورت نظریں جھکا لیتی ہے (یعنی کسی کی ہو جاتی ہے) تو ایک جز چلا جاتا ہے اور جب نکاح کرتی ہے تو ایک جز (مزید) چلا جاتا ہے اور جب وہ ہم بستری کرتی ہے تو ایک جز (اور) زائل ہو جاتا ہے اور جب وہ بچہ جنتی ہے تو ایک جز اور بھی ختم ہو جاتا ہے۔ یوں بقیہ پانچ جز رہ جاتے ہیں۔ اب اگر وہ گناہ کرتی ہے تو حیا کے یہ پانچوں اجزا زائل ہو جاتے ہیں اور اگر پاک دامن رہتی ہے تو یہ پانچوں اجزا قائم رہتے ہیں۔

داؤد کرخی فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابا عبداللہؑ سے کہا: میری زوجہ انتقال کر گئی ہیں۔ وہ مجھ سے بہت موافقت رکھتی تھیں۔ اب میں فکر مند ہوں کہ شادی کروں تو شاید کیسی عورت ملے۔ تو حضرتؑ نے فرمایا: تم جہاں بھی شادی کرو، یہ دیکھ لینا کہ وہ تمھارے مال میں شریک ہو اور تمھارے دین پر مطلع ہو، نیز تجھے چھپائے یعنی (تمھارے بھیدوں کو چھپائے) اور تمھاری امانت کی حفاظت کرے اور ضروری ہے کہ تم بھی ایسا ہی کرو، اور منسوب ہوں خیر کے ساتھ اور مائل ہوں اچھے اخلاق کی طرف۔

اور جب حارث کی بیٹی کی اپنے شوہر کے گھر رخصتی ہونے لگی تو میں نے اس کو وصیت کی اے دختر! میں نے تجھے تیرے شوہر کے گھر کی طرف بھیجنے کے لیے اُٹھایا ہے تو یہ دس عادات تجھے یاد بھی ہوں اور تیرے لیے ذخیرہ بھی ہوں۔

۱ صحبت قناعت کے ساتھ کرنا۔

۲ زندگی سُن (سمجھ) اور مان کر اچھے طریقے سے گزارنا۔

۳ دیکھنے اور سننے میں ذمہ دار ثابت ہونا، تیری آنکھ بُری کو نہ دیکھے اور تیری ناک کچھ نہ سونگھے سوائے اچھی خوشبو کے۔

۴ شوہر کے گھر اور مال کی حفاظت کرنا، اپنے نفس کی حفاظت کرنا غصہ سے

Presented by www.ziaraat.com

اور اس کے اعمال کے بارے میں

۵ اس کا راز فاش نہ کرنا۔

۶ کھانے کے وقت ذمہ دار ثابت ہونا۔

۷ سونے کے وقت خاص اہتمام کرنا۔

۸ شوہر کے حکم کی نافرمانی نہ کرنا۔

۹ جب وہ غمگین ہو تو اُس کے سامنے خوش ہونے سے اجتناب کرنا اور جب وہ خوش ہو تو تم بھی خوش ہونا اور حوصلہ افزائی کرنا۔

۱۰ اپنے شوہر کے لیے عظمت اور کرامت والی بننا تا کہ اُس کی تیرے ساتھ موافقت زیادہ ہو جائے اور اس قدر بڑھ جائے کہ اس سے قبل ایسی موافقت (کبھی) نہ ہو۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

نیک شوہر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک کامل ترین مومن وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو عورتوں کے لیے اچھا ہو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بیویوں کے ساتھ محبت انبیاؑ کے اخلاق میں سے ہے اور فرمایا: جو آدمی گمان کرے کہ وہ اہلِ بیتؑ کے طریقہ کی اتباع کرے تو وہ بیویوں کے ساتھ زیادہ محبت کرے۔

اور فرمایا: آدمی کی جب بھی بیوی سے محبت زیادہ ہوتی ہے تو یہ اس کے ایمان میں فضیلت کی دلیل ہے۔

آپؑ نے فرمایا: ”جس شخص نے شراب پی کہ اللہ نے اس کو حرام کیا ہے وہ نکاح کا اہل نہیں ہے، جبکہ اس نے نکاح کا پیغام بھیجا ہو۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ شراب پینے والے سے نکاح کرنے سے بچو، بے شک اس کی زوجہ ایسی ہے گویا کہ تحقیق اس کی طرف زنا ہے اور ابوعبداللہ فرماتے ہیں کہ نہ نکاح کرے زانی عورت سے، جو کہ ظاہر ہو اور نہ نکاح کرے عورت زانی مرد سے جو کہ ظاہر ہو۔ مگر یہ کہ تم جان لو کہ وہ توبہ کر چکا ہے۔

اور حسین بن بشار سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ابوجعفر کی طرف خط لکھا گیا، جس میں نکاح کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ جو شخص نکاح کا پیغام بھیجے تو تم پر فرض ہے کہ تم اس کا دین اور امانت دیکھو۔ اگر یہ چیزیں پاؤ تو اس کے ساتھ نکاح کرو ورنہ زمین پر بہت بڑا فساد برپا ہو جائے گا۔

اور علی ابن ابی اسباط نے ابوجعفر کی طرف اپنی بیٹیوں کے بارے میں خط لکھا کہ انھوں نے ان کی مثل کسی کو نہیں پایا تو ان کی طرف سے ابوجعفر نے جواب میں لکھا کہ پس تو گمان کرتا ہے کہ جو تو نے ذکر کیا اپنی بیٹیوں کے بارے میں کہ تو نے ان کی مثل کسی کو نہیں پایا۔ پس تیری نظر اس چیز پر نہیں گئی، تجھ پر اللہ رحم کرے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس جب تمھارے پاس نکاح کا پیغام آئے اور تم اس کے اخلاق کے بارے میں راضی ہو تو ان کا نکاح کردو وگرنہ زمین پر بہت بڑا فساد برپا ہو جائے گا۔

روایت میں آیا ہے کہ ایک شخص امام حسن علیہ السلام سے اپنی بیٹی کے نکاح کے بارے میں مشورہ کرنے کے لیے آیا تو آپؑ نے فرمایا: متقی آدمی سے اس کا نکاح کردو بے شک وہ اُس سے محبت کرے گا اور اس کا اکرام کرے گا۔ اگر اس پر غصہ کرے گا تو اس پر ظلم نہیں کرے گا۔ مومن مومن کا کفو ہوتا ہے (برابر)۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمھارے جیسا بشر ہوں۔

Presented by www.ziaraat.com

میں تمھارے میں سے اور تمھاری عورتوں سے نکاح کرتا ہوں (حالانکہ آپؐ نبی آخرالزماںؐ ہیں) مگر فاطمہؑ کا نکاح آسمان سے نازل ہوا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اولادِ علیؑ اور جعفرؓ کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا: میری بیٹیاں میرے بیٹوں کے لیے اور میرے بیٹے میری بیٹیوں کے لیے ہیں اور ابوعبداللہ الصادق نے فرمایا: مومنین ان کے بعض، بعض کے کفو (برابر) ہیں (یعنی نکاح میں کفو کا لحاظ شریعت میں ایک خاص حیثیت رکھتا ہے)۔

مزید ارشاد فرمایا: کفو، یہ پاک دامنی اور اس کے بائیں جانب ہوتا ہے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے زید بن حارثہ کا نکاح زینبؓ بنت جحش کے ساتھ کیا اور میں نے مقداد ضباعۃ بنت زبیر بن عبدالمطلب کا نکاح کیا تاکہ تم جان لو کہ بہترین شرف صرف اسلام ہے۔

اور ابوعبداللہ صادق سے روایت ہے کہ فرمایا: جب آدمی عورت سے مال کے لیے اور اس کے جمال کے لیے نکاح کرتا ہے تو اس کو رزق (اور جمال) نہیں دیا جاتا، لیکن جب وہ عورت سے اس کی دین کی وجہ سے نکاح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو رزق عطا کرتے ہیں اور اس کو مال اور جمال عطا کرتے ہیں اور حضرت علیؑ بن حسینؑ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ کے لیے نکاح کیا اور اس کے لیے صلہ رحم کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ملک کا تاج پہنائیں گے۔ ابوعبداللہ صادق سے روایت ہے کہ امیرالمومنینؑ نے فرمایا: افضل شفاعتوں میں سے وہ شفاعت ہے جو دو نکاح کرنے والوں میں کی جائے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جمع فرمادیں۔

ابوالحسنؑ نے فرمایا: ایک آدمی ابوجعفرؑ کے پاس آیا اور آپ کہنے لگے اس آدمی کو کہ تیری بیوی ہے۔ اس شخص نے کہا: نہیں۔ ابوجعفرؑ نے فرمایا: میں جو کچھ دنیا

Presented by www.ziaraat.com

اور اس میں اپنے لیے پسند نہیں کرتا کہ اس کے بدلے میں کہ میری ایک رات گزرے اور میرے ساتھ میری بیوی نہ ہو۔

اور فرمایا: شادی شدہ کا دو رکعتیں پڑھنا زیادہ افضل ہے اس سے کہ غیر شادی شدہ آدمی اس کی رات قیام میں گزرے اور اس کا دن روزہ سے گزرے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک عورت نے ابوجعفرؑ سے سوال کیا اور کہا: میں غیر شادی شدہ ہوں۔ انھوں نے اس عورت سے کہا: کیا تو شادی سے بے رغبت ہے؟ اس عورت نے جواباً کہا کہ میں کبھی بھی شادی کا ارادہ نہیں رکھتی۔ آپؑ نے فرمایا: کس وجہ سے؟ اُس نے کہا: میں اس کے ذریعے فضیلت حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: مجھے پھیر دو کہ اگر اس میں فضیلت ہوتی تو فاطمہؑ تجھ سے زیادہ حق دار تھیں۔ اس میں تو کوئی سبقت نہیں لے جاسکتا ان سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے آپؑ نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے بھائی کا مومن عورت سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ تعلق رکھا اور اس کی مدد کی اور ان کی فکر کی تو اللہ تعالیٰ اس کا حورعین کے ساتھ نکاح فرمائیں گے۔

اور فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے چاہتا ہے کہ اس حال میں ملاقات کرے کہ وہ پاک صاف ہو تو چاہیے کہ نیک بیوی سے شادی کرے۔ اور فرمایا: عورتوں سے نکاح کرو بے شک یہ مال کے ساتھ آتی ہیں۔

اور فرمایا: جو شخص نکاح کی طاقت رکھنے کے باوجود نکاح نہیں کرتا تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اور فرمایا: رزق کو نکاح کے ذریعے حاصل کرو اور فرمایا: تمھارے بدترین مرد غیر شادی شدہ مرد ہیں۔

ابوعبداللہ الصادق نے فرمایا: عورتوں کی اچھائی کی وجہ سے کثرت کرو اور آپ ہی سے روایت ہے، فرمایا: نکاح کرو اور طلاق نہ دو بے شک طلاق عرش کو بھی ہلا

Presented by www.ziaraat.com

دیتی ہے۔

زوجانِ کفوان

کتاب الوافی میں ابوحمزہ ثمالیؒ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس تھا کہ جب ایک شخص آپ کے پاس آیا تو امام نے ان کو خوش آمدید کہا اور ان کا حال پوچھا تو اس شخص نے آپ سے فرمایا: اے رسولؐ کے بیٹے! میں نے نکاح کا پیغام بھیجا، فلاں آدمی کو جو کہ ایک امیر ہے تو اس نے مجھے انکار کر دیا ہے اور مجھ سے اعراض کیا ہے اور میری غربت اور فقر کو دیکھ کر میری تحقیر بھی کی ہے۔ اس کے بعد جو اس نے میرے ساتھ سلوک کیا ہے میں تو اس وجہ سے موت کی تمنا کرنے لگا ہوں۔

امام علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تو اس بات سے مت پریشان ہو تو میرا قاصد ہے اور تم منج بن رماح کی طرف جاؤ اور اس سے کہو کہ محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالبؑ نے تمھارے لیے کہا ہے کہ اپنی بیٹی کا نکاح تمھارے ساتھ کر دے اور مجھے ٹھکرانا نہیں ہے۔ اور پھر وہ شخص جلدی سے کھڑا ہوا اور منج بن رماح کے گھر کی طرف متوجہ ہوا تا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کا پیغام (اس کی شادی کا) سے پہنچا دے۔

ابوحمزہؒ کہتے ہیں: امام محمد باقر علیہ السلام ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ یہ آدمی یمامہ سے آیا ہے اور اس کا نام جویبر ہے اور یہ اسلام قبول کرنے کے ارادے سے آپؐ کے پاس آیا اور اسلام قبول کیا اور اچھا اسلام قبول کیا اور یہ آدمی بہت چھوٹا آدمی تھا اور قابلِ مذمت تھا، محتاجی کی حالت پر تھا اور کالا اور بدصورت تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی کفالت کی اور اس کی رعایت میں کھڑے ہو گئے اور وہ مسجد کا ملازم رہا۔ یہاں تک مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی اور

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

ملازمین مسجد کے بارے میں وحی نازل ہوئی کہ یہ مسجد کو خالی کردیں اور اس کو چھوڑ دیں۔ مسجد کے کھلے دروازوں کو بند کردیا گیا مگر علیؑ اور فاطمہؑ کے دروازے کو چھوڑ دیا گیا۔ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہی کیا جو کہ ان کو وحی کیا گیا تھا اور دروازے بند ہوگئے اور جو مسجد کے ملازم تھے ان کو نکل جانے کا حکم دے دیا گیا۔ مگر یہ کہ ان کو اس میں سونے کی اجازت دے دی گئی۔ حضورؐ نے مسجد سے باہر ان کے لیے چبوترہ بنوایا اس کا نام صفہ رکھا۔ حضورؐ ان کی رعایت میں کھڑے ہوجاتے تھے اور ان کے احوال معلوم کرتے تھے اور ان کی کفالت بھی فرماتے تھے اور اپنے احوال بیان معلوم کرنے کے لیے صبح و شام ملتے رہتے۔ اور مسلمان اس طرح کا معاملہ اچھا محسوس کرتے تھے۔

اور ایک مرتبہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بیر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تو اس چیز کو پسند کرتا ہے کہ تیری شادی ایسی عورت سے ہو جو تیری شرم گاہ کی حفاظت کرے اور دنیا و آخرت میں تیری مددگار ہو؟

جو بیر نے حسرت، خوشی اور ناامیدی سے جواب دیا کہ یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، کون میرے ساتھ رغبت رکھے گا نہ میرا حسب نسب اُونچا ہے اور نہ میرے پاس مال ہے نہ ہی جمال۔ پس کون سی عورت میرے ساتھ نکاح میں رغبت رکھے گی تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے جو بیر! بے شک اللہ تعالیٰ نے فوقیت دی ہے اسلام کے ساتھ جو کہ زمانہ جاہلیت میں شریف تھا اور بلند کیا ہے اسلام نے جو کہ زمانہ جاہلیت میں فوقیت پر تھا اور اسلام نے آباؤ اجداد اور قبائل کے تفاخر کو ختم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

Presented by www.ziaraat.com

''تم میں سے عزت والا (اللہ کے نزدیک) وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے''۔

پھر فرمایا: بے شک لوگ آج کے دن تمام کے تمام، گورے، کالے، قرشی، نبطی، عربی اور عجمی آدمؑ کی اولاد ہیں۔ اور آدمؑ کو اللہ نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اللہ کے نزدیک پسندیدہ ترین آدمی وہ ہوگا جو اس کا فرماں بردار اور متقی ہوگا اور جویبر میں مسلمانوں میں سے تم سے زیادہ افضل کسی کو نہیں دیکھتا مگر یہ کہ وہ تیرے سے زیادہ تقویٰ اور اطاعت میں آگے بڑھا ہوا ہو۔

پھر فرمایا: اے جویبر زیاد بن لبید کے پاس جاؤ وہ بنو بیاضہ میں بہت زیادہ حسب والے تھے ان سے کہو: میں رسولؐ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں تاکہ میں تجھے ان کا قول پہنچا دوں کہ اپنی بیٹی دلفاء کا نکاح میرے ساتھ کردے۔

جویبر وہاں سے جلدی سے چل دیے، زیاد کے پاس پہنچے اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ اس وقت ان کی قوم کے لوگ ان کے پاس بیٹھے تھے تو آپ اندر آئے اور سلام دعا کے بعد کہا کہ میں ایک ضرورت کے لیے رسول پاکؐ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ کیا میں تجھے علانیہ بتلاؤں یا خفیہ طور پر بتلاؤں؟ زیاد نے کہا: علانیہ بتلاؤ۔ یہ میرے لیے شرف وفخر کی بات ہوگی۔ تو جویبر نے کہا: مجھے رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے کہ میں تجھ سے کہوں کہ اپنی بیٹی دلفاء کا نکاح میرے ساتھ کردو۔

یہ بات زیاد پر ناگوار گزری کیوں کہ جاہلیت کے برخلاف تھی اور خلاف عادت تھی۔ زیاد نے تعجب کے ساتھ کہا: کیا یہ سچ ہے کہ رسولؐ اللہ نے تمہیں اس پیغام کے ساتھ بھیجا ہے۔ تو جویبر نے بلا تردد اور بلا تامل جواب دیا: ہاں، میں نے رسولؐ اللہ کی طرف جھوٹ (ہرگز) نہیں بولا۔

زیاد نے کہا: ہم اپنی بیٹیوں کا نکاح انصار کے درمیان برابری کے بغیر نہیں

Presented by www.ziaraat.com

کرتے۔ پس تم لوٹ جاؤ میں رسول پاکؐ کی خدمت میں (خود) حاضر ہو جاؤں گا۔ یہ کہتے ہوئے جویبر لوٹ گئے کہ اللہ کی قسم یہ حکم قرآن اور سیرت مصطفیٰ نہیں ہے۔

ان کے اس کلام کو دلفاء نے سُن لیا۔ وہ ادھر موجود تھیں۔ انھوں نے پیغام بھجوا کر اپنے باپ کو بلوایا اور جب وہ آگئے تو پوچھا: ابا جان! جویبر کا کیا معاملہ ہے؟

انھوں نے سارا قصہ سنایا اور کہا کہ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔

ان کی بیٹی نے کہا: جویبر جھوٹ نہیں بول رہے تھے، ان کو بلوائیے۔

جب جویبر آگئے تو فرمایا: مرحبا! میں تمھارے پیغام سے مطمئن ہوں۔ پھر زیاد رسولؐ پاک کے پاس آئے اور سلام کے بعد عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، جویبر میرے پاس آئے اور مجھے پیغام دیا لیکن میں دلی طور پر مطمئن نہیں ہوں اور میں نے مہلت مانگی یہاں تک کہ میں آپؐ کی جناب میں حاضر ہوا ہوں۔ میرا یہ کہنا ہے کہ ہم لوگ انصار کے درمیان بغیر کفو کے شادی نہیں کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے زیاد! بے شک جویبر مومن ہے اور مومن مومن کا کفو ہوتا ہے اور مسلم مسلم کا کفو ہوتا ہے۔ اے زیاد اس کے ساتھ نکاح کردو اور اعراض مت کرو۔

پھر زیاد واپس لوٹے اور دلفاء کو سارا قصہ سنایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیر بحث آیا۔ دلفاء نے اپنے باپ سے کہا: تم رسول پاکؐ کی مخالفت سے بچو، نہیں تو تم کافر ہو جاؤ گے۔

جب زیاد نے اپنی بیٹی کے مؤقف کو سنا تو باہر نکلے اور جویبر کا ہاتھ لیا اور اپنی قوم کے پاس گئے اور رسولؐ اللہ کے دین اور ان کی سنت کے مطابق اپنی بیٹی کا نکاح اس کے ساتھ کر دیا اور مہر بھی مقرر کر دیا گیا۔ پھر اس کے لیے شادی کا سامان

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

وغیرہ تیار کیا اور جویبر رہنے کے لیے ایک مکان ہبہ کر دیا اور اچھا لباس پہنایا اور رخصتی کردی۔ جب جویبر نے اللہ کے اس انعام کو بیوی اور گھر کو دیکھا تو انھوں نے تین دن تین رات تک اللہ کی عبادت کی اور اپنی بیوی تک کو نہ چھوا۔

پس جب عورتوں کو اس کے کنارہ کش ہونے کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے ولفاء کے باپ کو بتایا اور باپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی۔ جویبر نے کہا: میں اس انعام پر ارادہ رکھتا ہوں جو اللہ نے مجھ پر کیا، بغیر اس کے کہ اپنی بیوی کو راضی کروں، اور آج رات ان شاء اللہ اس کو بھی راضی کر دوں گا۔ پھر اسی طرح کیا مگر جویبر (جلد ہی) غزوات میں سے ایک غزوہ میں شہید ہو گئے۔

زوجین کا حق

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہترین ہے اور میں تم میں سے اپنے گھر والوں کے لیے زیادہ بہترین ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: اپنے عیال پر محنت کرنے والا ایسا ہے گویا مجاہد اللہ کی راہ میں ہو۔

اور تفسیر ابوالفتوح میں میمونہؓ سے نقل کیا گیا ہے، جو اُم المومنینؓ ہیں، وہ روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میری اُمت کے بہترین مرد وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے لیے بہتر ہیں اور میری اُمت کی بہترین عورتیں وہ ہیں جو اپنے شوہروں کے لیے بہتر ہیں۔ روایت میں آتا ہے کہ ایک آدمی رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے کہا کہ میری بیوی جب میرے پاس آتی ہے تو مجھ سے ملاقات کرتی ہے اور جب جاتی ہے تو رخصت چاہتی ہے اور جب مجھے فکرمند دیکھتی ہے تو کہتی ہے تم فکرمند کیوں ہو؟ اگر تو فکرمند ہے رزق کے لیے وہ تو لکھا جاچکا ہے۔ اور اگر تم

Presented by www.ziaraat.com

فکرمند ہو آخرت کی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ تیری آخرت کی فکر کو اور زیادہ بڑھا دے تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تجھے جنت کی خوش خبری ہے اور تو اس کو بیوی کہہ دے تو عاملہ ہے اللہ کے عمال میں سے ہے اور تیرے لیے ہر دن کا اجر ستر شہیدوں جتنا ہے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب عورت پانچ نمازیں پڑھتی ہے اور ایک مہینہ یعنی رمضان کے روزے رکھتی ہے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتی ہے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرتی ہے پس وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اپنے مرد کی حج میں مدد کرتی ہے اور جہاد میں یا طلب علم میں مدد کرتی ہے تو اللہ رب العزت اس کو وہ ثواب عطا فرماتے ہیں جو اللہ نے حضرت ایوبؑ کی بیوی کو عطا کیا تھا اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو عورت اپنے مرد سے نفقہ اور کلفت طلب کرتی ہے، جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا، تو اللہ تعالیٰ اس کا خرچ کرنا اور اس کا عدل کرنا قبول نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ توجہ کرے اور رجوع کرے اور اس کی طاقت کے مطابق طلب کرے۔

خاندانی تعلیم

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنی بیوی کے بدترین اخلاق پر صبر کیا، اللہ تعالیٰ اُسے وہ اجر عطا کرے گا جو اُس نے حضرت ایوب علیہ السلام کی مصیبت پر انھیں عطا کیا تھا اور جس بیوی نے اپنے شوہر کے بدترین اخلاق پر صبر کیا اللہ تعالیٰ اُسے آسیہ بنت مزاحم کا سا ثواب عطا فرمائے گا۔

نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اپنے خاوند کو اپنی

Presented by www.ziaraat.com

زبان کے ساتھ اذیت پہنچائے تو اللہ تعالیٰ اُس کے (اپنی راہ میں) خرچ کرنے، عدل کرنے اور اعمالِ صالح کو قبول نہیں فرماتا۔ اگرچہ وہ عورت دن کو روزہ رکھے اور رات کو قیام کرے اور غلاموں کو آزاد کرے، نیز اللہ کی راہ میں گھوڑوں کی لگامیں اُٹھائے، یہاں تک کہ شوہر اس سے راضی ہو جائے۔ پس خاوند کو اذیت دینے کے باعث وہ سب سے پہلے آگ میں جائے گی۔ اسی طرح اُس آدمی کا معاملہ ہے جو عورت پر ظلم کرے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو عورت اپنے خاوند کو نفع نہ پہنچائے اور جس پر وہ قادر نہیں اسے اُٹھائے (کہ جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا) تو اس کی کوئی نیکی قبول نہیں ہوگی اور وہ اللہ سے اس حال میں ملے گی کہ اس پر دو غصے ہوں گے۔

رسولِ پاکؐ نے فرمایا: آدمی کا حق عورت پر یہ ہے کہ اس کے لیے چراغ روشن کرے اور اچھا کھانا تیار کرے اور دروازے کے پاس (آکر) اس کا استقبال کرے اور خوش آمدید کہے اور اس کے سامنے طشت و رومال (تولیا) پیش کرے اور اگر وہ وضو کرے تو اُسے بلاوجہ منع نہ کرے نیز رسولِ معظمؐ سے روایت ہے کہ عورت اللہ عزوجل کا حق ادا نہیں کر پاتی جب تک کہ وہ اپنے زوج کا حق ادا نہ کرے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے (اس سلسلے میں) فرمایا: اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے ساتھ رہے اور اس کا شوہر اس سے اپنے کسی حق کی وجہ سے ناراض ہو تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی، یہاں تک کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو جائے۔

آپؑ ہی سے روایت ہے کہ جس عورت نے اپنے خاوند سے کہا: میں نے تمہارے ساتھ رہ کر کوئی بھلائی نہیں دیکھی تو اس کے اعمال ضائع ہو گئے اور امام

Presented by www.ziaraat.com

جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جس نے اپنی عورت سے احتمال کیا۔ اگر چہ ایک کلمہ ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالی اسے آگ سے نجات دے گا اور اُس پر جنت واجب کر دے گا اور اس کے لیے دو صد ہزار (دو لاکھ) نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور اتنے ہی گناہ مٹا دیے جاتے ہیں اور اللہ رب العزت اس کے ہر بال کے بدلے ایک سال کی عبادت لکھ دیتے ہیں۔

نیز رسولؐ اللہ نے فرمایا: جو بھی حلال رزق کمائے اور پھر اپنے گھر والون پر خرچ کرے اللہ رب العزت اس کے ہر درہم کے بدلے، جو اس نے اپنے گھر والوں پر خرچ کیا ہے، سات سو کا دوگنا (چودہ سو گنا) عطا فرماتا ہے۔

رسولؐ پاک نے فرمایا: میری اُمت سے بہترین مرد وہ ہے جو اپنے گھر والوں پر زیادتی نہ کرے اور اُن پر ظلم نہ کرے اور ان پر مہربان ہو۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (سورۃ النساء، آیہ ۳۴)

''مردوں کو عورتوں پر سردار بنایا گیا ہے اس وجہ سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے''۔

حقوقِ زوجیت میں تقابل

بہت سے علمائے اخلاق نے حقوقِ زوجین کے بارے میں اپنی کتب میں یہ بیان کیا ہے کہ زوج پر اپنی بیوی کے سترہ حقوق ہیں اور بیوی کے اپنے خاوند پر تیس حقوق ہیں اور یہ معصومینؑ سے مروی متعدد روایات سے ثابت ہیں کہ جو اجتماعیت الاسلام اور حقوق الاجتماعیہ متقابلہ میں مذکور ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: آدمی کا عیال اُس کا خاندان ہے اور اللہ کے نزدیک

Presented by www.ziaraat.com

بندوں میں سے پسندیدہ وہ ہے جو اپنے خاندان کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ آپؐ نے فرمایا: عورت ایک کھیل ہے جو شخص اس کو پکڑ لے اُسے چاہیے کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

نیز فرمایا: اس عورت کے لیے ہلاکت ہے کہ جو اپنے شوہر پر غصہ کرے اور اس عورت کے لیے خوش خبری ہے کہ جس کا خاوند اس سے راضی ہو۔ آپؐ نے مزید فرمایا: آدمی کا یہ قول اپنی بیوی کے لیے کہ میں تیرے ساتھ محبت کرتا ہوں اس عورت کے دل سے کبھی نہیں نکلتا۔

حضوؐر نے فرمایا: خبردار! اللہ اور اس کا رسولؐ اس شخص سے بَری ہیں جو اپنی عورت پر سوکن ڈالے اور عورت اس شوہر سے خلع لے لے۔ آپؐ نے فرمایا: میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں جو اپنی بیوی کو مارتا ہے، حالانکہ وہ اس مار کا زیادہ حق دار ہے۔

حضوؐر نے فرمایا: اپنے عیال کی خدمت نہیں کرتا مگر صدیق یا شہید یا وہ آدمی جو اللہ سے دُنیا و آخرت میں بھلائی چاہتا ہے نیز فرمایا: آدمی کا اپنے عیال کے بیٹھنا اللہ کے نزدیک اتنا پسندیدہ ہے کہ جیسے کوئی شخص مسجد میں اعتکاف کرے۔

اور آپؐ نے فرمایا: بے شک آدمی ضرور اجر پاتا ہے اپنی بیوی کے منہ کی طرف اُٹھائے ہوئے لقمہ کا۔

مزید فرمایا: جو شخص بازار میں داخل ہوا اور اس نے تحفہ خریدا اور اپنے عیال کی طرف لے گیا تو وہ ایسے ہے جیسے صدقہ بردار جو قوم کی طرف صدقہ لے جا رہا ہو۔ اسے چاہیے کہ عورتوں کو مردوں سے پہلے دے۔

حضوؐر نے فرمایا: اے علیؑ! عیال کی خدمت کبیرہ گناہوں کا کفارہ ہے اور اللہ کے غضب کو (یہ عمل) ٹھنڈا کرتا ہے اور حورعین کا مہر ہے اور نیکیوں اور درجات کو بڑھانے والی چیز ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

عورتوں کے لیے اجر کی خوش خبری

حضوؐر نے فرمایا جیسا کہ ابوالفتوح الرازی کی تفسیر میں بھی ہے کہ جب عورت حاملہ ہوتی ہے، اس کے لیے ہر دن اور ہر رات ہزار شہیدوں کا اجر ہے کہ جو راہِ خدا میں حق پر قتل کر دیے گئے ہوں، صابر و محتسب، اور اللہ تعالٰی جنت میں اُن کو حوروں پر ایسی فضیلت دے گا جیسی میں تم پر میں فضیلت رکھتا ہوں اور اولٰی ہوں۔

فرمایا: میری اُمت میں سے خیرالنساء (بہترین عورت) وہ ہے جس نے اپنے شوہر کو راضی کرنے کی کوشش کی اور اس کے ارادے کو قبول کیا اور یہ کہ اس میں اللہ تعالٰی کے لیے شرک ہو اور بہترین مرد میری اُمت میں سے وہ ہیں جو اپنی ازواج کے ساتھ رفیق و مہربان ہوں اور ان کے ساتھ نہایت محبت و شفقت کے ساتھ زندگی گزاریں۔ جیسا کہ ماں اپنے بچوں پر مہربان ہوتی ہے اور مہر و محبت کا معاملہ کرتی ہے اور ہر مرد کے لیے سو شہیدوں کا ثواب ہے جو راہِ خدا میں حق پر اور صبر کرتے ہوئے شہید ہوئے ہوں۔

عمر بن خطاب نے کہا کہ کیسے آدمی کے لیے سو شہیدوں اور کیسی عورت کے لیے ہزار شہیدوں کا ثواب ہے؟

آپؐ نے فرمایا: عورتوں کا اجر مردوں کے اجر سے کئی گنا زیادہ ہے۔ نیز عورتوں کا ثواب اللہ کے نزدیک عظیم اور مکمل ہے اور بے شک اللہ تعالٰی عورت کی رضا کے ساتھ اس کے زوج کو بلند کرتے ہیں اور اس کے حق میں عورت کی دُعا قبول ہوتی ہے نیز درجات بلند ہوتے ہیں۔

رسولؐ اللہ نے پھر فرمایا: تم جانتے ہو کہ شرک کے بعد انسان پر وبال اور بڑا گناہ یہ ہے کہ عورت عصیاں پر ہو اور اس کا زوج اس کی مخالفت کرے؟

مزید فرمایا: ضعیف لوگوں نیز عورتوں اور یتیموں کے بارے میں اللہ سے

Presented by www.ziaraat.com

ڈرو۔ بے شک تمھیں ان کے بارے میں سوال نہیں کیا جاسکتا۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جو اِن کے ساتھ اچھا رہا اُس نے رحمتِ خداوندی اور رضائے ایزدی کو پالیا۔ لیکن اگر ان کے ساتھ جدائی کی تو اللہ کا غصہ اس پر واجب ہوگا۔ آگاہ ہوجاؤ مرد پر اُس کی عورت کا حق ایسا ہے جیسا کہ میرا تم پر اور جس نے میرے حق کو ضائع کیا گویا وہ اس طرح ہے کہ اس نے اللہ کے حق کو ضائع کیا اور جس نے اللہ کے حق کو ضائع کیا تو اللہ تعالیٰ کا غصہ اس کے ساتھ خاص ہوگا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ نہایت ہی بُری جگہ ہے۔

عورت کا زینت اختیار کرنا اور معطر ہونا

آپؐ نے فرمایا: جب عورت اپنے گھر کے دروازے سے اس حال میں نکلے کہ وہ زینت اختیار کیے ہوئے ہو اور خوش بو لگائے ہوئے ہو تو اس کے خاوند کے لیے اس کے ہر قدم کے بدلے جنت میں گھر تیار کیا جاتا ہے۔

اور آپؐ سے ایسی روایت بھی ہے کہ جس میں خاوند کے علاوہ زینت اختیار کرنے سے منع فرمایا گیا ہے، اگر ایسا کرو گی تو اللہ اس بات کا حق رکھتا ہے کہ تم کو آگ میں ڈال دے۔

اور آپؐ نے فرمایا: جو عورت مزین ہو کر گھر سے نکلے تو اس پر لعنت کی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ گھر واپس نہ پہنچ جائے اور آپؐ نے فرمایا: اللہ رب العزت اس عورت پر سخت ناراض ہوتا ہے۔ جو شادی شدہ ہو اور اس کی آنکھیں غیر مرد کی طرف مائل ہوں یا ذی محرم کی طرف (اُٹھیں)۔ اگر اس نے ایسا کیا تو اللہ عزوجل اس کے سارے اعمال حبط کر دیں گے۔

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو عورت غیر مرد کے لیے تیار ہو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی یہاں تک کہ وہ غسل کرے۔

Presented by www.ziaraat.com

عورت اللہ کی طرف سے نعمت ہے

حضرت امام علی بن حسینؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: عورت کا حق ہے کہ شوہر جانے کہ اللہ نے اُسے اِس کے لیے سکونت و انس کے لیے بنایا ہے۔ پس وہ جانے کہ اللہ کی طرف سے یہ نعمت ہے، لہٰذا زوجہ کی تعظیم و تکریم کرے، تمھارا حق اس پر ہے اور یہ تمھارے لیے ہے کہ تم اس پر رحم کرو۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ فرماتے ہیں کہ اللہ کا رحم ہے اس بندے پر جو اپنی بیوی کے ساتھ احسان کرے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جس نے اپنے اہل کے ساتھ اچھائی کی اللہ اس کی عمر کو بڑھا دے گا۔

اور آپؑ نے فرمایا: ملعون ہے وہ عورت جو اپنے شوہر کو اذیت دے اور غم زدہ کرے اور خوش بخت ہے وہ عورت جو اپنے شوہر کا اِکرام کرے اور اسے ایذا نہ پہنچائے اور تمام اموال میں اس کی اطاعت کرے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہی سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اُم سلمہؓ نے حضورؐ سے ایسی عورتوں کی فضیلت کے بارے میں سوال کیا کہ جو اپنے شوہروں کی خدمت کرتی ہیں، یعنی اُن کی فضیلت کس قدر ہے؟

حضورؐ نے فرمایا: جو عورت بھی اپنے شوہر کے گھر میں کسی شے کو ٹھیک کرنے کے لیے اُٹھاتی ہے، اللہ تعالیٰ اُس پر خوش ہوتے ہیں اور جس سے اللہ خوش ہو جائے اُسے عذاب نہیں دیتا۔

آپؑ سے روایت ہے کہ جو عورت سات دن تک اپنے شوہر کی خدمت کرے تو اللہ اس کے لیے جہنم کے سات دروازے بند کر دیتا ہے اور اس کے لیے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیتا ہے کہ جس دروازے سے چاہے وہ داخلِ جنت ہو جائے۔

Presented by www.ziaraat.com

اور آپ ہی سے روایت ہے کہ جو عورت اپنے شوہر کو پانی پلائے تو یہ اس کے لیے ایک سال کی عبادت سے افضل ہے اور مزید روایت ہے کہ زوج (شوہر) تین چیزوں سے بے پروا نہیں ہوتا، جو اس کے اور اس کی زوجہ کے درمیان ہیں اور وہ یہ ہیں کہ عورت کے ساتھ موافقت، محبت اور خواہش رکھے، اس کے ساتھ اچھے اخلاق کو اپنائے اور اس کے لیے وسعت و کشائش (کا اہتمام) کرے اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: عورت کا جہاد حُسن تبعّل (اخلاق) ہے۔

آدابِ زواج

اسلام میں شوہروں کے لیے بہت سے آداب ہیں اور اس بارے میں معصومینؑ سے بہت سی روایات منقول ہیں۔ ان میں حیاتِ انسانی کے آداب وسنن موجود ہیں۔ میں نے اس موضوع مفید پر کتاب مرتب کی ہے۔ اس کے اندر یہ آداب جمع کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب ۱۳۴۸ ہجری قمری میں طبع ہوئی اور آداب وسنن پر بحث سے معمور ہے۔

راوندی سے ان کے نوادرات میں سے روایت ہے کہ امام امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: جو کوئی تم میں سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ وہ دو رکعت نماز پڑھے، جس میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ یٰس پڑھے۔ پھر جب نماز سے فارغ ہو جائے تو اللہ کی حمد و ثناء کرے اور یہ کہے کہ اے اللہ! مجھے صالحہ زوجہ عطا فرما، جو محبت کرنے والی ہو، زیادہ بچے جننے والی ہو۔ شکر کرنے والی ہو، قناعت کرنے والی ہو، غیرت والی ہو۔ اگر خوش حالی ہو تو شکر کرے اور اگر تنگ دستی ہو تو مغفرت کرے اور اللہ کو یاد کرے اور اگر میں اللہ کو یاد کروں تو میری مدد کرے اور اگر بھول جاؤں تو یاد دلائے۔ اگر میں باہر جاؤں تو (میرے بعد) حفاظت کرے

Presented by www.ziaraat.com

اور اگر میں (گھر) آ جاؤں تو (اپنے حُسنِ سلوک) سے خوش کردے۔ اگر میں حکم کروں تو تعمیل کرے، اگر میں قسم دوں تو میری قسم سے بری ہو جائے۔ اگر میں غصہ کروں تو مجھ سے راضی ہو جائے۔ اے ذوالجلال والاکرام! میں نے اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا ہے۔ پھر فرمایا: جس شخص نے یہ کیا اللہ نے اسے وہ کچھ عطا کیا جو اُس نے طلب کیا۔

حضرت ابوجعفرؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے ابوبصیرؓ سے سوال کیا کہ جب کوئی نکاح کا ارادہ رکھے تو کیا کرے۔ ابوبصیرؓ نے کہا: میں نہیں جانتا۔ آپؑ نے فرمایا: جب کوئی نکاح کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیے کہ دو رکعت نماز پڑھے اور اللہ کی حمد کرے اور یہ کہے کہ اے اللہ! میں نے نکاح کا ارادہ کیا ہے۔ اے اللہ! (میری مطلوبہ) عورت کو میرے لیے اچھے اخلاق والا بنا دے اور اس کی فرج کو پاکیزہ بنا اور اس کی حفاظت فرما۔ میرے جان و مال اور رزق میں وسعت عطا فرما اور برکت کو زیادہ فرما اور میرے لیے اچھی اولاد کا فیصلہ فرما اور ان کو میری زندگی میں اور موت کے بعد صالح بنا دے۔

ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: رسولؐ اللہ نے علی بن ابی طالبؑ کو وصیت فرمائی اور فرمایا: اے علیؑ! جب تم حُجلۂ عروسی میں داخل ہو تو اپنے جوتوں کو اُتار دو اور بیٹھنے سے پہلے پاؤں دھو لو اور اپنے گھر کے دروازے کے آخری حصہ تک پانی پہنچا لو۔ پس جب تم یہ کر لو تو اللہ تعالیٰ تمھارے گھر سے ستر ہزار "لون" فقر کے نکال دیتا ہے اور ستر لون برکت کے آ جاتے ہیں اور دلھن سے ملنے پر تم پر ستر رحمتیں نازل ہوں گی یہاں تک کہ تم اپنے گھر کو ہر زاویہ سے بابرکت پاؤ گے اور دلھن جنون و جذام و برص سے محفوظ رہتی ہے (جو اسے اس گھر میں لاحق ہو سکتے تھے) اس کے بعد بھی روایت موجود ہے......

Presented by www.ziaraat.com

اس حدیث کے مضامین کو زبردست مطالعہ اور باریک بینی کے بعد ذکر کیا گیا ہے اور ان کی آپس میں تطبیق کی صورت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

آدابِ زفاف

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اپنی دلھن کی رخصتی رات کے وقت کرو اور کھانا صبح کھلاؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اے علیؑ! پانچ چیزوں کے علاوہ دعوتِ ولیمہ نہیں ہے۔ عرس میں ہے یا خرس میں ہے، اعذار میں ہے یا وکار میں ہے یا پھر رکاز میں۔

① عرس: شادی میں
② خرس: بچے کی پیدائش کے بعد نفاس میں
③ اعذار: ختنے کے بعد
④ وکار: گھر کے خریدنے پر اور
⑤ رکاز: جب کسی شخص کو مکہ کی زیارت (حج وعمرہ) کا شرف حاصل ہو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہی سے روایت ہے کہ آپؑ نے بعض دوستوں سے فرمایا: جب تم اپنے اہل (بیوی) کے پاس داخل ہو تو اپنی زوجہ کی پیشانی کے بالوں پر ہاتھ رکھ کر اسے قبلہ رُو کرو۔ اے اللہ! میں نے تیری کتاب (کے احکام) پر شادی کی اور اسے تیری امانت سمجھ کر لیا اور تیرے کلمات کے ساتھ اس کی فرج مجھ پر حلال ہوئی۔ اگر تیرا فیصلہ مجھے اولاد دینے کا ہے تو اسے میرے لیے مبارک بنا دے اور شیطان کے حصے اور شراکت سے محفوظ فرما۔

کتاب النجاۃ میں آئمہ کرامؑ سے مروی ہے کہ جب رخصتی قریب ہو تو مستحب ہے کہ تم دو رکعت نماز پڑھو اور جب بیوی کے پاس جاؤ تو باوضو ہو کر جاؤ اور

Presented by www.ziaraat.com

پھر وہ بھی تمھاری طرح دو رکعت (مستحب) نماز پڑھے۔ اللہ کی حمد وثنا کرے اور رسول اکرمؐ اور آپ کی آلؑ پر درود بھیجے اور پھر کہے: اے اللہ! مجھے محبت و اُلفت عطا فرما۔ میری رضا اس کے لیے ہو اور اس کی رضا میرے لیے ہو۔ اے اللہ! ہم کو احسن طریقے سے جمع کر دے اور زندگی آسان کر دے اور بے شک تو حلال کو پسند کرتا ہے اور حرام کو ناپسند کرتا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب تم مباشرت کا ارادہ کرو تو کہو: اے اللہ! مجھے لڑکا عطا کر، اس کو پاک صاف بنا اور اس کی خلقت میں کمی نہ کرنا، نہ زیادتی کرنا اور ان کی عاقبت اچھی بنانا نیز جب جماع کرو تو اللہ کا نام لے لینا۔

یہاں موجود جگہ پر مباشرت کے آداب ہیں اور وقت اور مکان اور حالتِ نفس کا بیان ہے۔ بچے کی سعادت و خوش بختی اور بدبختی پر اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس پر بہت ساری احادیث مبارکہ پائی جاتی ہیں۔

نیز بُری باتوں سے اِجتناب ضروری ہے جیسا کہ وارد ہے، مثلاً: اگر نطفہ سورج کی روشنی میں گر جائے یا روشنی میں مباشرت کر لی جائے تو اس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ فقیری کی زندگی گزارتا ہے اور اس طرح جو عورت کے ساتھ بلا وضو مباشرت کرتا ہے تو اس سے پیدا ہونے والا بچہ بخیل ہوتا ہے اور دل کے اعتبار سے اندھا ہوتا ہے اور اس طرح انسان اہل ہو جاتا ہے ایسی چیزوں کے مطالعہ کا اور اس کی ازدواجی زندگی مکمل طور پر ٹھیک ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی ازدواجی زندگی میں کامیاب ہو جاتا ہے اور اس کی نسل بھی پاک ہو جاتی ہے اور نیک و صالح اولاد بنتی ہے اور اچھی اولاد انسان کے لیے اچھا ذخیرہ ہے اور اس کے لیے باعثِ ثواب ہوتی ہے جیسا کہ امام امیرالمومنینؑ کی اولاد اور بیویاں ان کے لیے سعادت کا باعث بنیں بالخصوص ابوالفضل العباسؑ (اور ان کی والدۂ ماجدہ)۔

Presented by www.ziaraat.com

تیسرا خصیصہ

مبارک خاندان

حضرت ابوالفضل العباسؑ کا امتیاز یہ بھی ہے کہ دوسرے نسبوں کے مقابلے میں اُن کا خاندان زیادہ کریم ہے اور گھر مبارک وسعید ہے۔ چونکہ بچے خاندان میں پیدا ہوتے ہیں (اور خاندان کا اثر لیتے ہیں) چنانچہ حضرت عباسؑ کا خانہ ولادت مرکزِ شرافت تھا اور اہلِ خانہ نمونہ شرافت ونجابت تھے۔

حتیٰ کہ تاریخ بھی معترف ہے کہ آپؑ کا خاندان پاک باز اور شریف و نجیب تھا اور آپؑ کے جدّ امجد (حضرت ابوطالبؑ) بلند پایہ ہستی تھے۔ اس خاندان کی مثل کوئی دوسرا خاندان کیسے ہوسکتا ہے کہ جس کی جڑیں زمین میں ہوں اور شاخیں آسمان پر۔ ان کے گھر کی مثال اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں بھی دیتا ہے:

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ○ رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ○ (سورۂ نور، آیہ ۳۵-۳۶)

"اور ان گھروں میں جن کا ادب واحترام (واجب) ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام وہاں لینے کا حکم ہے اور وہاں صبح وشام اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، ایسے لوگ جنھیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی"۔

جی ہاں ابوالفضل العباسؑ ایک شریف خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا گھر مضبوط بنیادوں پر استوار ہے اور جن کے پہلے چالیس یا پچاس افراد (جو اس

Presented by www.ziaraat.com

دُنیا میں) گزرے تمام کے تمام صالح لوگ تھے اور اخلاقِ حمیدہ کے پیکر تھے۔ سب سے بڑھ کر اس ارضِ مقدس میں نبی اکرمؐ کی ہمسائیگی کا شرف حاصل تھا اور خانۂ عباس ابن علیؑ خانۂ رسولؐ سے متصل تھا اور یہ کہ اس گھر کے باسیوں خصوصاً حضرت علی ابن ابی طالبؑ عم زادِ رسولؐ، رسولِ خدا ہی کے اخلاق کا عملی نمونہ تھے۔ یہ بھی مرقوم ہے کہ جنت کے جوانوں کے سردار اور امامِ زمانہ حسنؑ و حسینؑ بھی اسی گھر کے باسی تھے گویا اس خاندان سے شریف خاندان روئے ارضی پر موجود نہ تھا۔

اس خاندان کے سرپرست علی ابن ابی طالبؑ ہیں جو ہمیشہ کے لیے زندۂ جاوید شخصیت ہیں اور یہ حضرت عباسؑ کے والد ماجد ہیں۔ اس گھر کی ملکہ سیدہ فاطمہ زہراؑ ہیں کہ جو جنت کی عورتوں کی سردار ہیں، جنھوں نے نہایت شان کے ساتھ اپنے والد کے گھر زندگی بسر کی اور اسی شان کے ساتھ اپنے شوہر کے گھر رہیں اور رضائے شوہر کے لیے کوشاں رہیں، وہ بی بی ایسی کیوں نہ ہوتیں؟! آخر رحمت للعالمینؐ کی نورِ چشم اور دُخترِ نیک اختر تھیں۔ ان کے بعد امیرالمومنینؑ کے خاندان کے فرد حسنؑ ابن علیؑ ہیں جو مجتبیٰ ہیں۔ ان کے بعد امام حسینؑ ہیں (جو شہید کربلا ہیں) اور پھر عباس ابن علیؑ کا عمدہ و اعلیٰ کردار نمایاں ہے۔ نیز اُن کی بہنیں اور بھائی بھی قابلِ ذکر ہیں مثلاً سیدہ زینبؑ بنت علیؑ اور دیگر مخدرات جو طاہرات بھی ہیں لائقِ ذکر (وفخر و مباہات بھی) ہیں۔

اولادِ امیرالمومنینؑ

جی ہاں! بعض مؤرخین نے امیرالمومنین علی علیہ السلام کی اولاد (مبارکہ) ذکر کی ہے، جو متعدد بیویوں میں سے تھی۔ اگر ان کو شمار کیا جائے تو تعداد ستائیس سے لے کر چھتیس تک بنتی ہے۔ اس میں بیٹے اور بیٹیاں دونوں شامل ہیں۔ لڑکوں میں نورِ دیدہ امامین، رسولِ خدا کے محبوب اور نوجوانانِ جنت کے سردار امام حسنؑ اور

Presented by www.ziaraat.com

امام حسینؑ شہیدِ کربلا کے بعد قمرِ عشیرہ اور بطلِ علقمی ابوالفضل العباسؑ قابلِ ذکر ہیں۔ جب کہ بیٹیوں میں سے عقیلۂ بنی ہاشم جود وسخا، شرافت و عزت، فصاحت و بلاغت میں ان کے برابر تھیں، جو اُمّ المصائب تھیں۔ میری مراد سیدہ زینبؑ کبریٰ ہیں، جن کی ولادت کے وقت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور اللہ کی طرف سے رسولؐ خدا کے پاس اس بی بی کا نام لائے اور ایسی خبریں بھی ہم راہ تھیں جو آئندہ پیش آنے والی تھیں جو مصائب اور خوش خبریوں پر مشتمل تھیں۔ سیدہ زینبؑ بچپن ہی سے اپنے بھائی حسین علیہ السلام کے ساتھ رہتی تھیں اور کبھی جدا نہ ہوتی تھیں۔ اس محبت اور ہم راہی کے سبب آپ حسین علیہ السلام کی صلاحیتوں میں بھی شریک ہوگئی تھیں، لہٰذا اپنی جان و اولاد کے ساتھ (ہمیشہ) شریکۂ حسینؑ رہیں۔ (مذکور ہے مورخین کی زبانی حضرت ابوالفضل العباسؑ کا) بعض مورخین کے مطابق آپ کی اولاد کی تعداد چھے تھی جن میں سے بعض میدانِ کربلا میں آپ کے ساتھ شہید ہوگئے اور کچھ باقی بچ گئے۔

حضرتؑ نے یہ بشارت سنانے پر میرا شکریہ ادا کیا اور فرمایا:

اے قنبرؓ! اس بچے کا اللہ کے ہاں بڑا درجہ ہے اور اس کی بہت اُونچی شان ہے۔ اس کے نام، کنیت اور اَلقاب بہت زیادہ ہیں۔ پھر فرمایا: میں گھر جاتا ہوں اور سنتِ رسولؐ کے مطابق اور احکامِ اسلام کے مطابق وہ کام کرتا ہوں جن کا حکم دیا گیا ہے اور اے قنبر! تم بھی میرے ساتھ چلو۔

اسلام میں فضیلتِ اولاد

یہ بات (ذرا بھی) مخفی اور پوشیدہ نہیں کہ اسلام بچوں کی نسل اور ان کی افزائش کے احسن طریقے کا خیر مقدم کرتا ہے۔ نیز کثرتِ اولاد کی دعوت دیتا ہے اور اس کارِ خیر پر اُبھارتا ہے، یہاں تک کہ رسولِ معظمؐ نے فرمایا: نیک اولاد جنت کی

Presented by www.ziaraat.com

خوش خبریوں میں سے خوش خبری ہے۔ نیز فرمایا: اچھی بیٹیاں وہ ہیں جو پردہ نشین ہوتی ہیں اور فرمایا: بہترین اولاد بیٹیاں ہیں۔ مزید فرمایا: بے شک اللہ مردوں کے مقابلے میں عورتوں پر بہت مہربان ہے۔

آپؑ نے فرمایا: بیٹیاں نیکیاں (رحمت) ہیں اور بیٹے نعمت ہیں۔ پس نیکیاں ان کو سجائیں گی اور نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

آپؑ نے فرمایا: اچھی اولاد پردہ نشین لڑکیاں ہیں، جس کے پاس ایک بیٹی ہو تو اللہ اُسے اس شخص کے لیے آگ کا ستر بنا دیتا ہے (یعنی وہ آگ سے محفوظ ہو جاتا ہے)۔ جس کے پاس دو بیٹیاں ہوں، وہ اُسے جنت میں داخل کرا دیں گی اور اگر کسی کے پاس تین بیٹیاں ہوں یا مثل اس کے بہنیں ہوں تو اللہ انھیں (حسنِ سلوک کے سبب) جہاد و صدقہ میں شمار فرماتا ہے۔ مزید فرمایا: آدمی کی سعادت میں سے ہے کہ اس کی اولاد نیک ہو، نیز آدمی کی سعادت میں سے ہے کہ اس کی اولاد اس کی مددگار ہو۔

آپؑ نے فرمایا: اولاد کی کثرت کرو کہ میں کل کو تمھاری کثرت پر فخر کروں گا۔ نیز فرمایا: اولاد کی طلب کرو کہ اللہ عزوجل ان کو رزق دیتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: بے شک اللہ تعالیٰ آدمی پر اس کی اپنی اولاد سے محبت کی شدت کے سبب رحم فرمائے گا۔ امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کی بُرائیاں نہیں کرتا حتیٰ کہ وہ اس کی وراثت کو دیکھتا ہے۔

روایت میں ہے کہ جو شخص بغیر وراثت کے مر گیا تو وہ ایسا ہو گیا کہ گویا لوگوں میں (موجود ہی) نہیں تھا جب کہ جو شخص وراثت چھوڑ کر مرا، وہ ایسا ہے کہ جیسے مرا ہی نہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

نیز روایت میں مذکور ہے کہ تم اپنی اولاد کا بوسہ لو اور ایک دوسرے نسخے میں موجود ہے کہ تم اپنی اولاد کا کثرت سے بوسہ لیا کرو۔ بے شک تمھارے ہر بوسے کے بدلے میں جنت میں درجہ ہے اور ہر ایک درجے کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔

اور آپؑ نے فرمایا: والدین کی اپنی اولاد کے ساتھ نیکی ان کی اپنے والدین کے ساتھ نیکی ہے۔

آپؑ نے مزید فرمایا: اپنے بیٹے کو چھوڑ دو کہ وہ سات سال تک کھیل کود کرے اور اسے سات سال تک ادب سکھاؤ اور مزید سات سال تک اپنے نفس کو لازم پکڑلو (یعنی اسے قابو میں رکھو) کہ وہ فلاح پاجائے وگرنہ اس میں کوئی خیر نہیں۔

مزید ارشاد فرمایا: اولاد کا اکرام کرو اور ان کو اچھے آداب سکھاؤ تا کہ تمھاری مغفرت کردی جائے۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

چوتھا خصیصہ

امتیازِ ولادت

تحقیق ابوالفضل العباسؑ اپنی ولادت میں تمام لوگوں پر مقامِ فضیلت کے حامل ہیں۔ جیسا کہ بعض اولیا کی ولادت عام لوگوں پر فضیلت رکھتی ہے۔ آپؑ کی ولادت باسعادت ایسے بلند مقام پر ہوئی کہ بعض قرائن و مقدمات سے آپ کی عنداللہ فضیلت کا پتا چلتا ہے اور آپ کے مقامِ بزرگی کا اظہار ہوتا ہے۔ حضرت عباسؑ کی ولادت کے بارے میں حضرت امیرالمومنینؑ کو اُم البنین کے ساتھ شادی سے پہلے ہی بتا دیا گیا تھا اور آپ کی صفات کے بارے میں اطلاع دے دی گئی تھی اور یہ بات آپ کی عظمتِ ولادت کے بارے میں اشارہ کرتی ہے۔ آپ قوتِ ایمان، پاکیزہ نفس، تن درست دل، کشادہ سینہ اور بہترین اخلاق کے حامل شخص تھے کیوں کہ آپ عن قریب امام حسینؑ کے مددگار بننے والے تھے اور امامؑ کے نفس کا فدیہ ثابت ہونے والے تھے۔

امیرالمومنینؑ نے یہ سب باتیں اُس وقت اپنے بھائی عقیل بن ابی طالبؑ کو بتادی تھیں جب آپؑ اُن سے اپنی شادی کا مشورہ فرما رہے تھے۔ آپ نے سیدہ فاطمۃ الزہراؑ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اپنے بھائی سے کہا تھا کہ میرے لیے ایسی عورت تلاش کریں جو خاص عرب بچہ پیدا کرے اور وہ عورت غیر شادی شدہ ہو۔ پس وہ میرے لیے اور میرے بیٹے حسینؑ کے لیے باعثِ شجاعت و استمداد بیٹا جنے۔ میدانِ کربلا اور واقعۂ کربلا کے بارے میں اس خبر سے صاف ظاہر ہے کہ عن قریب یہ واقعہ پیش آنے والا ہے جیسا کہ مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

جس میں حضرت عباسؑ کی اپنے بھائی حسین علیہ السلام کے لیے وفا اور قربانی کا اظہار ہے نیز عورتوں اور خیموں کی حفاظت ونگہداری، بچوں کے لیے پانی لانا اور آگے لڑنے والوں کے لیے پانی پہنچانا، یہ سب کچھ حصولِ جنت کے شوق میں تھا جو اللہ نے عطا فرما دی۔ یہ سب باتیں جبرئیلؑ نے آ کر قلب رسولؐ میں اِلقا کر دیں اور رسولؐ پاک نے حضرت علیؑ اور اپنے باقی اہلِ بیتؑ کو بتا دیں، یہ سب کچھ حضرت عباسؑ کی ولادت سے پہلے ہوا۔

حضرت ابوالفضل العباسؑ کا امتیازِ ولادت من جانب امیرالمومنینؑ بیان ہو چکا۔ اب یہ امتیازِ ولادت آپ کی والدہ ماجدہ، اُمّ البنین کی طرف سے بیان کیا جاتا ہے جس طرح کہ قبل ازیں بیان ہوا، اس کی طرف اشارہ ہے یعنی حضرت عباسؑ کی والدہ ماجدہ حضرت اُمّ البنین کی ولادت سے پہلے آپؑ کے نانا حضرت حزام نے ایک خواب دیکھا جس میں ولادتِ اُمّ البنین کی خوش خبری دی گئی تھی اور اسے پہچان لیا گیا اور جب وہ بلوغت کی عمر کو پہنچیں اور مرحلۂ ازدواج میں داخل ہو گئیں تو ایک خواب میں دیکھا کہ عظیم شوہر کی خوش خبری دی جارہی ہے اور یہ سب نشانیاں شادی سے پہلے پیش آئی تھیں حتیٰ کہ پیغامِ نکاح سے پہلے عقیل سے اُم البنینؑ کے باپ حزام نے نیز حضرت امیرالمومنینؑ نے یہ سب باتیں کہہ دی تھیں اور یہ سب حضرت ابوالفضلؑ کے امتیازِ ولادت کے زمرے میں آتا ہے۔ آپؑ کا وسیع و بلند مرتبہ اور قدر و منزلت جو اللہ کے نزدیک ہے بیان کر دی گئی تھی جو ہر زاویہ اور ہر حوالہ سے ایسی تھی جیسے اولیائے مقربین کے درجات ہوتے ہیں نیز شہداؤ سعدا اور اللہ کے نیک بندوں کے درجات ہوا کرتے ہیں۔

ولادتِ عباسؑ کی خوش خبری

تحقیق اس مضمون کے بارے میں قمقم سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ ایک

Presented by www.ziaraat.com

دن حضرت امیرالمومنینؑ مدینہ کی مسجد نبوی میں ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے اور ہمیں وعظ و رہنمائی فرما رہے تھے نیز نارِ جہنم سے ڈرا رہے تھے اور جنت کی ترغیب دے رہے تھے تو اچانک ایک اعرابی آیا۔ وہ ہماری طرف بڑھا اور ہم تک پہنچ کر صرف امیرالمومنینؑ کو سلام کیا۔ پھر اپنے ہاتھوں کو پھیلا دیا گویا کوئی حاجت طلب کر رہا ہو۔ امیرالمومنینؑ نے اُس سے کہا: اے اعرابی بھائی! تم ہمارے پاس جس حاجت کے لیے آئے ہو، بیان کرو، ہم ان شاء اللہ وہ پوری کریں گے۔

اعرابی نے کہا: اے امیرالمومنینؑ! آپ ہمارے بارے میں بہتر جانتے ہیں۔

قنبرؓ کہتے ہیں: اُس وقت امیرالمومنینؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے قنبرؓ! میرے گھر جاؤ اور سیدہ زینب بنت فاطمہ بنت رسولؐ اللہ سے کہو کہ فلاں فلاں جگہ ایک ٹوکری پڑی ہے (وہ اُٹھا دیں)۔

قنبر کہتے ہیں: میں نے حکم کی تعمیل کی اور جلدی سے کھڑا ہوا اور امیرالمومنینؑ کے گھر کی طرف گیا۔ میں نے دو دفعہ دروازہ کھٹکھٹایا۔ تیسری مرتبہ سے پہلے فِضّہؓ نے دروازہ کے عقب سے پوچھا: کون ہے؟

میں نے کہا: میں امیرالمومنینؑ کا غلام اور اہلِ بیتؑ کا خادم قنبرؓ ہوں۔ پھر وہ کچھ بتایا جو میرے آقا و مولاؑ نے مجھ سے کہا تھا۔

فِضّہؓ نے کہا: یہاں ٹھہرو میں واپس آتی ہوں۔ پس میں درِ اقدس پر کھڑا رہا اور فِضّہؓ کا منتظر رہا۔ میں تعجب کرنے لگا اور انتظار بھی کر رہا تھا کہ فِضّہ واپس آ گئی۔

میں نے اس قدر انتظار کرانے کا سبب پوچھا تو فِضّہؓ نے بتایا کہ امیرالمومنینؑ کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے جو اس قدر حسین ہے جیسے چاند کا ٹکڑا ہو۔

میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی چنانچہ میں نے دریافت کیا کہ حضرتؑ کی کس

Presented by www.ziaraat.com

بیوی سے پیدا ہوا ہے؟

فِضّہؓ نے جواب دیا: فاطمہ اُم البنینؑ بنت حزام الوحیدیہ الکلابیہ سے۔ پھر مزید کہا: مجھے وصیت کی ہے میری اور تمھاری سردار سیدہ زینب بنت فاطمہ بنت رسولؐ اللہ نے کہ جب تم ہم دونوں کے سیّد و سردار امیرالمومنین علیہ السلام کے پاس جاؤ تو انھیں اس بچے کی پیدائش کی خوش خبری سنا دینا۔ نیز اس کی کنیت، نام اور لقب کے بارے میں پوچھنا۔ پس میں خوشی خوشی وہاں سے نکلا اور جلدی سے اپنے سیّد و سردار آقا کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ ٹوکری پیش کی۔ پھر کچھ توقف کے بعد بچے کی ولادت کی خوش خبری سنانا چاہی کیوں کہ یہ خبر سنانے کے لیے فرصت کا وقت زیادہ مناسب تھا۔ جب امیرالمومنینؑ اس اعرابی کو وہ ٹوکری دے چکے اور اس کی طرف سے فارغ ہو چکے تو آپ نے میری طرف توجہ کرتے ہوئے فرمایا: اے قنبرؒ! میں تمھارے چہرے پر خوشی کے آثار دیکھ رہا ہوں، کیا سبب ہے اس کا؟

میں نے فرصت کو غنیمت جانا اور عرض کیا: میرے سیّد و سردار و آقا! میں آپ کے لیے خوش خبری لایا ہوں۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: قنبرؒ! اللہ تجھے جنت کی بشارت دے کیا خوش خبری لائے ہو؟

میں نے عرض کیا: میرے آقا اور سیّد و سردار! آپ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے

آپؑ نے فرمایا: یہ نیا لڑکا کس (بی بی) سے پیدا ہوا ہے؟

میں نے عرض کیا: جب فِضّہؓ ٹوکری لے کر باہر آئی تو میں نے (اُس کے بتانے پر) یہ پوچھا تھا کہ یہ لڑکا کس بی بی سے پیدا ہوا ہے تو اُس نے جواب دیا:

اُم البنین فاطمہ بنتِ حزام الوحیدیہ الکلابیہ سے۔ اور اُس نے مجھے یہ بھی کہا تھا کہ سیدہ زینبؑ نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں تمھارے ذریعے یہ خوش خبری

Presented by www.ziaraat.com

امیرالمومنینؑ تک پہنچاؤں۔ نیز اس بچے کی کنیت، نام اور لقب کے بارے میں بھی پوچھوں۔ جب امیرالمومنینؑ نے یہ بات سنی تو اللہ اکبر کہا اور اُن کا چہرہ خوشی کے ساتھ چمک اُٹھا۔

ولادت اور سنت

پھر امیرالمومنینؑ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور مسجد رسولؐ اللہ سے نکلے۔ آپؑ اپنے گھر کی طرف چل دیے، جب گھر پہنچے تو عادت کے مطابق سلام کیا۔ آپؑ کے اہل و عیال اور رشتہ دار آپؑ کی آمد کے منتظر تھے۔ سب نے آپؑ کے سلام کا جواب دیا اور پھر کہا: میرے بیٹے کو میرے پاس لاؤ۔ جب بچے کو لایا گیا تو بچہ خلخل کے کپڑے میں لپٹا ہوا تھا۔ آپؑ نے اسے لیا اور سینے سے لگایا۔ پیشانی اور چہرے پر بوسہ دیا اور دائیں کان میں اذان جب کہ بائیں کان میں اقامت کہی۔ اس کے بعد آپؑ بچے کو دیر تک دیکھتے رہے اور نہایت خوشی کا اظہار فرماتے رہے۔

آپ نے (دوبارہ) بچے کو اُم البنینؑ سے لیا اور اس گل رو کو لے کر باہر نکل گئے۔ یہ سب تحدیثِ نعمت کے لیے تھا کہ جبرئیلؑ نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس بچے کے بارے میں خوش خبری دی تھی۔ اور یہ خبر جبرئیلؑ وحی کی صورت میں رسولؐ خدا پر لائے تھے اور آپؐ نے اس بچے کی ولادت، کیفیتِ شہادت اور نصرتِ حسینؑ کے بارے میں رونما ہونے والی ہر بات (حضرت علیؑ اور دیگر اہل بیتؑ کرام کو) بتادی تھی۔

پھر اچانک امیرالمومنین علی علیہ السلام آبدیدہ ہوگئے حتیٰ کہ اشک ہائے مبارک موتیوں کی طرح رخساروں سے نیچے گرنے لگے۔ آپ کی ازواج میں سے کسی نے دیکھا تو عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! آپ رو کیوں رہے ہیں حالانکہ یہ تو ہمارے لیے خوشی اور مسرت کا روز ہے۔ کیا آپؑ کو کوئی پریشانی یا غم لاحق ہے؟

Presented by www.ziaraat.com

پس امیرالمومنینؑ نے اپنی ہتھیلیوں سے آنسو صاف کیے اور اس زوجہ کی جانب متوجہ ہوکر واقعۂ کربلا کی ہول ناکی کے بارے میں بتایا، نیز بتایا کہ اس کے ہاتھ جسم سے جدا کردیے جائیں گے۔ امیرالمومنینؑ سے یہ بات سن کر وہ بی بی (اور دیگر حاضرین) بہت روئے ـــــ وما لی ولیندریدں!

حضرت عباسؑ کی تاریخ ولادت

حضرت عباسؑ کی ولادت باسعادت (اور اس کے متعلقات) مخفی نہیں۔ یہ سب باتیں کتب تاریخ میں بحوالہ موجود ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت مدینہ منورہ میں شعبان المعظم کے ماہِ مبارک میں ہوئی۔ یہ ۲۶ ہجری قمری کا واقعہ ہے۔ بے شک حضرت عباسؑ قمر بنی ہاشم ہیں اور آپؑ کی ولادت مثل شمس الکونین امام ابوعبداللہ الحسینؑ (کے فوراً بعد ۳ شعبان کے بعد ۴ شعبان) اسی ماہ میں ہوئی۔ آپ کی عمر مبارک شہادت کے وقت ۳۴ سال تھی۔ (روایات میں اختلاف موجود ہوسکتا ہے)

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

پانچواں خصیصہ

اسمِ گرامی کے بارے میں

تحقیق رسولؐ خدا کی سنتِ مبارکہ، دربارۂ ولادت، ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ یہ بچے کے لیے رہنمائی، جسم و جاں کی پاکیزگی و برکت اور دُنیا و آخرت کے لیے فائدہ و منفعت کا باعث ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ''جس وقت بچہ پیدا ہو اُس وقت سات چیزیں سنت ہیں:

پہلی: نام رکھنا، دوسری: بچے کا سر مونڈنا، تیسری: بچے کے بالوں کے برابر چاندی یا سونا (حسبِ استطاعت و قدرت) صدقہ کرنا، چوتھی: بچے کا عقیقہ کرنا، پانچویں: اس کے سر کو زعفران سے دھونا، چھٹی: ختنہ کرنا، ساتویں: اپنے رشتہ داروں کو عقیقہ کا کھانا کھلانا۔ اور دوسری حدیث مبارکہ میں اس کی تاکید کی گئی ہے اور بعض دیگر سنت ہائے مبارکہ بیان کی گئی ہیں۔ جیسا کہ نام، حلق، ختنہ و عقیقہ اور دعوت وغیرہ اور کچھ روایات میں ہے کہ ولادت کے بعد بچے کا نام رکھا جائے جب کہ کچھ میں ہے حمل کے دوران ہی میں نام رکھ دیا جائے اور اسے پسند کیا گیا ہے، لہٰذا دورانِ حمل میں نام رکھنا مناسب ہے اور یہ بھی مذکور ہے کہ حمل جس وقت وضع ہونے والا ہو اس وقت بچے کی کنیت اور لقب کا اہتمام کیا جائے۔

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کسی بچے کا نام کنیت اور لقب نہ ہو۔ یہاں تک کہ اگر حمل گر بھی جائے تو بچے کا نام رکھا جائے تاکہ اسے میدانِ حشر میں اسی نام سے بلایا جائے، اسی طرح حمل مکمل اور تمام ہونے سے پہلے اس کا نام رکھنا چاہیے۔

Presented by www.ziaraat.com

اہلِ بیتؑ عظام کی سنت رہی ہے کہ ایامِ حمل ہی میں اپنے بچوں کا نام، لقب اور کنیت رکھ لیتے تھے۔ رسولِ معظمؐ نے ایسا ہی کیا اور حضرت فاطمہ زہراؑ کے جس حمل کو غاصبانِ خلافت اور اس امر کے لیے کوشاں لوگوں نے ساقط کر دیا تھا، اس کا نام بھی رکھا یعنی (حضرت) محسن۔

لہٰذا یہ امر مخفی نہیں ہے کہ احادیث سے واضح ہے کہ پیٹ میں موجود حمل کا نام رکھ لینا چاہیے نیز اس کی کنیت اور لقب مقرر کرنا بھی مسنون ہے۔ پھر جب بچہ پیدا ہو جائے تو تجدید کے طور پر اس کے نام، کنیت اور لقب کو پہلے ہی دن ظاہر کر دیا جائے یا پھر ولادت کے ساتویں دن ماں باپ کی خواہش کے مطابق بدل دیا جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، یعنی پہلے سے بہتر نام، کنیت اور لقب کا اہتمام کیا جائے۔ واضح ہو کہ نام، لقب اور کنیت یہ سب ایامِ حمل میں رکھ لیا کرو۔ پھر اس کی تجدید بعد از ولادت کرلو یا اسے تبدیل کرلو، پہلے یا ساتویں دن، اور یہ بچے کے والدین کے ارادے پر منحصر ہے کہ نام وہی رکھنا ہے یا تبدیل کرنا ہے۔

مولود مسعود کا اسم گرامی

بہرحال جس طرح امام علی علیہ السلام رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لائے بلاشبہ اسی طرح سب سے پہلے اُن کی سیرت کو اپنایا اور اُن کے نقشِ قدم پر چلے۔ لہٰذا وہ ولادت کے سنن و مستحبات میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واضح طریقہ کو نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ جب وہ نومولود کے مستحباتِ ماثورہ کا اجرا فرما چکے تو ایک قول کے مطابق آپ کی عقیلۂ بنی ہاشم، وحی و عصمت کی پروردہ بیٹی جنابِ زینبؑ نے آپ کی طرف رُخِ مبارک کر کے عرض کیا: بابا جان! کیا آپؑ نے اس مولود کے نام، کنیت اور لقب کا انتخاب فرما لیا؟ تو آپؑ کے والد گرامی حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے کمال محبت

Presented by www.ziaraat.com

سے جواب دیتے ہوئے فرمایا: ہاں اے اپنے بابا کی جان بیٹی! ان سب چیزوں کا انتخاب کرلیا ہے۔ جناب زینبؑ نے انتہائی گرمجوشی اور چاہت کے ساتھ پوچھا: آپؑ نے کیا انتخاب فرمایا ہے؟

ارشاد فرمایا: ان کا نام عباسؑ ہے، کنیت ابوالفضل اور لقب قمر بنی ہاشم، قمر عشیرہ اور سقاء ہے۔

جناب زینبؑ کو ان چیزوں نے مسرت انگیز حیرت میں ڈال دیا اور نیک شگون لیتے ہوئے عرض کیا: بابا جان! اسمِ عباسؑ تو شجاعت و بہادری کی علامت ہے، کنیت ابوالفضل شہامت و نجابت کی علامت ہے اور لقب قمر بنی ہاشم و قمر عشیرہ جمال و کمال اور ہیبت و جلال کی علامت ہے لیکن بابا جان! سقاء کا کیا معنی ہے؟

حضرت امیرالمومنین امام علی علیہ السلام اس نومولود بچے پر مستقبل میں آنے والی سخت مشکلات اور صفحاتِ رُخِ انور پر رقم شدہ تمام واقعات کا بغور جائزہ لینے کے بعد اپنی بیٹی کی طرف متوجہ ہوئے اور اُن صفحات پر تحریر شدہ بعض خبروں، حوادثات اور گھمسان کی جنگوں کو بیان فرمانے لگے جو فوجوں کی کثرت اور ٹکڑے ٹکڑے کرنے والی ضربوں کے ذریعہ تھیں۔ وہ اِس سے خوف زدہ ہوگئیں۔

امامؑ نے فرمایا: اے میری بیٹی! یہ بچہ کربلا کے پیاسوں کا ساقی ہے۔

جب سیدہ زینب علیہا السلام نے اپنے والد گرامی سے یہ جواب سنا تو آپ نے ان کو دیکھا کہ ان کے آنسو جاری ہونے کی وجہ سے گلا بند ہو رہا تھا۔ پس بی بی کا رنگ اُڑ گیا، اُن کا دل پھٹ گیا اور آثار گریہ ظاہر ہوگئے۔ کیوں کہ آپ کے والد گرامی امیرالمومنین امام علیہ السام نے اُن کو کربلا کے وہ واقعات اور دردناک مصائب بیان کیے جن کو اُم ایمنؓ نے سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے جدِ امجد رسولؐ خدا سے روایت کیا تھا۔ پس سیدہؑ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکیں۔

Presented by www.ziaraat.com

آپ کے والد امیر المومنین علی علیہ السلام کا دل بھی آپ پر پسیج گیا۔ انھوں نے آپ پر شفقت فرمائی، تسلیاں دیں۔ اِس دردناک خبر، اس عظیم خبر، کربلا کی خبر اور پیاسوں کی سیرابی کے صدمہ کو یہ کہتے ہوئے ہلکا کرنا شروع کیا کہ اے میری بیٹی زینبؑ! دل کو سہارا دو اور صبر کرو، اپنے آنسو صاف کرو اور بھائی کو اُٹھا کر اس کی ماں کو دو۔ اس کا آپ کے ساتھ بلند مقام اور عظیم مرتبہ ہے۔

اب جنابِ زینبؑ نے اپنا گریہ ختم کیا، اپنی حالت کو بحال کیا، اپنے آنسو صاف کیے اور اپنے باپ امام امیر المومنینؑ کے ہاتھوں سے اپنے نومولود بھائی کو اُٹھایا۔ اُس کے چہرے پر اپنے گرم گرم بوسوں کو نثار کرنا شروع کر دیا اور اس کی والدہ اُم البنینؑ کے پاس لے گئیں جو اُس کے انتظار میں تھی۔

بلاشبہ اُم البنینؑ بڑی بے چینی کے ساتھ جنابِ زینبؑ کا انتظار کر رہی تھی تا کہ اپنے نومولود بچے کی نام گزاری، اُس کی کنیت و لقب رکھنے پر اُس کے گریہ کی وجہ معلوم کر سکے۔ چنانچہ جب اُم البنینؑ نے جنابِ زینبؑ کو آتے دیکھا تو اس کا شفقت بھری نگاہوں سے استقبال کیا اور استفسار کرتے ہوئے بولیں: کیا میرے سیّد و سردار نے ہمارے بیٹے کا نام، کنیت اور لقب رکھ دیا؟

جنابِ زینبؑ نے خوش روئی و پُر مسرت انداز میں جواب دیا: ہاں مادرِ گرامی! انھوں نے اس کا بہترین نام رکھا اور خوب صورت ترین کنیت و لقب کا انتخاب فرمایا۔ تب جناب اُم البنینؑ نے انتہائی اضطراب و اشتیاق کے ساتھ کہا: اے میری سیّد و سردار! مہربانی کر کے ان کو بیان کریں۔

جنابِ زینبؑ نے فرمایا: اس کا نام عباسؑ ہے، اس کی کنیت ابوالفضل اور لقب قمرِ بنی ہاشم ہے۔

جب اُم البنینؑ نے اپنے نومولود کا لقب قمرِ بنی ہاشم سنا، جس کو اس کے والد

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

گرامی امیرالمومنین امام علی علیہ السلام نے رکھا تو اس کو اچانک وہ خواب یاد آ گیا جو اُس نے اپنی شادی سے پہلے دیکھا تھا۔ چنانچہ اُس کا چہرہ چمک اُٹھا، اُس کا دل باغ باغ ہو گیا اور اس کی زبان خدا سبحانہٗ کی حمد اور اُس کے شکر سے معطر ہو گئی۔ بے ساختہ زبان پر جاری ہوا۔ اُس خدا کی حمد ہے جس نے میرے خواب کو سچ کر دکھایا اور میرے ساتھ اپنے وعدے کو حقیقت بنا دیا۔

اس وقت جنابِ زینبؑ نے اُن سے ان کے خواب کے بارے میں سوال کیا؟ چنانچہ اُم البنینؑ نے انھیں وہ خواب بیان کیا جو اُس نے امیرالمومنین امام علی علیہ السلام سے شادی کرنے سے پہلے دیکھا تھا کہ کس طرح چاند وسطِ آسمان سے ٹوٹ کر اُس کی گود کی زینت بنا۔

جنابِ زینبؑ نے اپنے شیر خوار بھائی کو چومتے اور بوسے دیتے ہوئے کہا: بے شک آپ کا خواب بالکل سچا ہے، بلاشبہ آپ کا یہ مولود قمرِ بنی ہاشم ہے بلکہ قمر سے زیادہ شان اور زیادہ فضیلت والا ہے کیوں کہ وہ تو ابوالفضل العباسؑ قمرِ عشیرہ ہے (دوسری روایت کے مطابق نام گزاری)۔

بعض معتبر کتابوں میں تحریر ہے کہ جس دن اُم البنینؑ نے اپنے شیر صفت بیٹوں میں سے پہلے کو جنا تو اُس کو سفید کپڑے میں لپیٹ کر اس کے والد گرامی امام امیرالمومنینؑ کی خدمت میں پیش کیا تا کہ وہ اس کی ولادت کے مستحبات و رسومات یعنی نام گزاری وغیرہ کو ادا کریں۔

جب امیرالمومنین امام علی علیہ السلام نے اُس کو اٹھایا تو اُس کو اپنے منہ کے قریب لائے، اپنی زبانِ مبارک کے ذریعے اُس کی آنکھوں، کانوں اور منہ پر بوسہ دیا۔ اور شاید یہ اس لیے کیا ہو کہ یہ مولود حق دیکھے، حق سنے اور حق بولے۔

پھر آپ نے اُس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

اس کے بعد اپنی وفاشعار بیوی اُم البنینؑ اور اُس کے آس پاس لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم نے اس بچے کا کیا نام رکھا؟ جناب اُم البنینؑ نے کمال ادب و احترام کے ساتھ جواب دیتے ہوئے عرض کیا: اے امیر المومنینؑ! ہم نے تو کبھی کسی چیز میں آپ پر سبقت نہیں لی۔ آپ نے یہ سن کر اُن کی پاکیزہ معرفت اور دلنشین وفا پر شکریہ ادا کیا۔

اس کے بعد فرمایا: میں نے اس بچے کا نام اپنے چچا عباس کے نام پر عباس رکھا۔ پھر اُسے اپنے سینہ کے ساتھ لگایا، اُس کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو پکڑ کر اپنے منہ کی طرف بلند کیا اور محبت بھرے بوسوں سے چوما۔ روتے ہوئے آنسو بہا کر فرمانے لگے: گویا میں ان دونوں ہاتھوں کو یوم عاشورہ اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں فرات کے کنارے اپنی آنکھوں سے کٹتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ یہ سن کر جناب عباسؑ کی والدہ اور ان کے پاس موجود تمام افراد نے گریہ کیا اور اس بچے کا نام اور اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔

استنباط اور اخذ نتیجہ

پوشیدہ نہ رہے کہ امیر المومنین امام علی علیہ السلام کے اپنے شیر خوار بیٹے ابوالفضل العباس علیہ السلام کے ہاتھوں کو چومنے کے واقعہ سے بچے کا مقام عظمت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی منزلتِ شرف معلوم ہونے کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا اپنی اولاد کے ساتھ اظہار محبت و شفقت کے لیے ان کے ہاتھوں کو چومنا (شرعاً) جائز ہے جب کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی فاطمہ زہراؑ، سیدہ نساء العالمین کے ساتھ اظہار محبت، اُن کی تعظیم و عزت افزائی اور مقام و منزلت کو بیان کرنے کے لیے ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ آپؐ اپنی بیٹی کے ہاتھوں پر بوسہ دیتے، اُن کے لیے اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوتے اور اُن کو اپنی مسند پہ بٹھاتے تھے۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

اسی طرح امیرالمومنین امام علی علیہ السلام اپنے بیٹے عباسؑ کے ہاتھوں کو چومنے اور اُن کا نام اپنے چچا عباسؓ کے نام پر رکھنے سے اُن کی اپنے اس بیٹے کے ساتھ شدتِ محبت اور بہت بڑی حُرمت اور آپ کا اپنے اس چچا کے ساتھ تعلقِ خاطر کا علم بھی ہو جاتا ہے، اور یہ کیسے نہ ہو؟ حالانکہ بلاشبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا عباسؓ کے ساتھ بہترین سلوک کرنے کی سفارش فرمائی تھی اور جیسا کہ نقل کیا گیا۔

آپؐ نے فرمایا: مجھے میرے چچا عباس کے حوالہ سے اذیت نہ دو۔

سوال و جواب

بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت ابوالفضل کی ولادت ہوئے چند دن گزر گئے تو ایک دن جنابِ زینب سلام اللہ علیہا اپنے بھائی عباسؑ کو اُٹھا کر اپنے سینے سے لگائے ہوئے، اپنے والد گرامی امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ عرض کرنے لگیں: بابا جان! اے امیرالمومنینؑ! میں اپنے دل میں اس بچے کے متعلق کیسا گہرا تعلق دیکھ رہی ہوں اور اپنی روح میں اس کی طرف کیسا شدید لگاؤ محسوس کر رہی ہوں؟

آپ کے والد امام امیرالمومنینؑ نے انتہائی شفقت اور مہربانی سے جواب دیتے ہوئے فرمایا: اے بابا جان کی بیٹی! ایسا کیونکر نہ ہو، وہ تو آپ کا کفیل و حامی ہے۔

انھوں نے محبت و شفقت بھرے انداز میں کہا: ہاں میری بیٹی! لیکن عنقریب تو اُس سے جدا ہو جائے گی اور وہ تجھے داغِ مفارقت دے جائے گا۔

جنابِ زینبؑ نے اس سے تعجب کرتے ہوئے کہا: بابا جان! کیا وہ مجھ سے دُور ہو جائے گا اور میں اُس سے دُور ہو جاؤں گی؟

امیرالمومنین امام علی علیہ السلام نے غم میں ڈوبی ہوئی محبت کے انداز میں

Presented by www.ziaraat.com

فرمایا: میری بیٹی! بلکہ تو اُس کو چھوڑ کر چلی جائے گی۔ وہ کلائیوں سے دونوں ہاتھ کٹوا کر، لوہے کے گرز سے سر شگافتہ کروا کر، کربلا کی گرم ریت پر فرات کے کنارے پڑا ہوگا۔ جب زینب سلام اللہ علیہا نے یہ سنا تو اپنا گریہ نہ روک سکی اور بلند آواز سے رونا شروع کر دیا اور چیخ مارتے ہوئے کہا: ہائے میرے بھیا! ہائے میرے عباسؑ!

اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک شاعر نے اشارہ کرتے ہوئے کہا:

جاء ت به الحوراء تحمله وقد شغفت به ، وبه الفؤاد تعلّقا
تحنو عليه وتنثني لأبيهما من كان كالامّ الرؤوم وأشفقا
حلو الشّمائل مذ رآه وفيه من معنى البسالة والجمال مع النّقا
سمّاه عباساً وقال ملقّباً قمراً فقل: أسمى وأجمل رونقا

"اُس (عباسؑ) کو ایک جمیلہ بی بی اُٹھا کر لائیں جو اُس کی محبت میں فریفتہ تھیں جبکہ اُس کے ساتھ دل محبت کرتے ہیں۔
دونوں کا باپ ایک ہونے کی وجہ سے وہ اس سے محبت کرتی اور دلی میلان رکھتی ہے۔ وہ باپ جو ہمیشہ ماں کی طرح محبت وشفقت کرتا ہے۔
اُس کے خصائل و عادات شیریں ہیں۔ جب سے اُسے دیکھا اور اس میں شجاعت و جمال کا معنی اپنی پوری خوب صورتی و پاکیزگی کے ساتھ موجود ہے۔
اُس کا نام عباس رکھا اور لقب کے لحاظ سے قمر کہا۔ پس یوں کہو کہ وہ اپنی چمک دمک اور حُسن و زیبائی میں سب سے بلند و بالا اور سب سے حسین وجمیل ہے"۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

چھٹا خصیصہ

آپؑ کے اسمِ مبارک کے بعض خصائص

وَاِسْمُہٗ الْعَبَّاسُ وَھُوَ اِسْمُ الْاَسَدِ
بَلْ ھُوَ الْاَشْجَعُ اِنْ فِی الْحَرْبِ شَدَّ

''اور آپؑ کا نام عباسؑ ہے اور عباس شیر کا نام ہے بلکہ جب آپؑ میدانِ حرب میں دشمن پر حملہ آور ہوتے ہیں تو شیر سے بھی زیادہ شجاع ہوتے ہیں''۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

لغت میں لفظِ عباسؑ کا مفہوم

''لسان العرب'' میں ہے کہ ''عباس اس شیر کو کہتے ہیں جس کو دیکھ کر دوسرے شیر بھی ڈر کر بھاگ کھڑے ہوں، اس لیے انتہائی دلیر شخص کو عباس کہتے ہیں''۔

ایک دوسری کتاب میں ہے کہ ''عباس اور عبوس دونوں شیر کے نام ہیں، جب اس کے تیور بدلے ہوئے ہوں۔

اور منتہی الادب میں ہے کہ ''عباس مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس مرد پر بولا جاتا ہے جو انتہائی شجاع، پیش قدمی کرنے والا، بہت رعب و دبدبے والا اور بہت جم کر لڑنے والا ہو۔ نیز شیر کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور اکثر میدانِ جنگ میں بپھرے ہوئے شیر کو عباس کہتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ لفظ عباس جو عین کی زبر اور با کی تشدید کے ساتھ ہے،

Presented by www.ziaraat.com

بمعنی شیر۔ حضورؐ کے چچا کا نام ہے اور حضرت امیرالمومنینؑ کے فرزند کا نام بھی ہے جو ان کی وحید یہ کلابیہ زوجہ کے بطن سے تھے کہ جن سے جناب سیدہ فاطمہؑ کے بعد انھوں نے تزویج فرمائی اور چونکہ عباسؑ غیظ وغضب میں آئے ہوئے شیر کے مانند میدانِ جنگ میں جرأت مند، پیش قدمی کرنے والے اور ہمیشہ جم کر لڑنے والے تھے۔ اسی لیے انھیں عباس کہا جاتا ہے۔

منتخب طریحی میں یوں ہے: ”عباس بن علی علیہ السلام ایک عظیم پہاڑ کے مانند تھے اور ان کے قلب ایک اونچے ٹیلے کی مانند تھے کیوں کہ آپؑ شیر دل مجاہد اور بطلِ ضرغام تھے اور میدانِ جنگ میں لگنے والے زخموں کی کثرت سہنے کی ہمت اور حوصلہ رکھتے تھے۔

ایک اور روایت ہے: ”حضرت امیرالمومنینؑ نے اپنے فرزند کا نام عباس اس لیے رکھا کہ آپؑ ان کی شجاعت وشہامت کے بارے میں علم رکھتے تھے۔ آپؑ جانتے تھے کہ میرا یہ سپوت اتنا بڑا مجاہد ہوگا کہ جب مبارزہ کرے گا تو اس کی ہیبت سے دشمنانِ اسلام کے سینوں میں کپکپی طاری ہوجایا کرے گی اور ان کے چہرے خوف کے مارے خشک ہوجایا کریں گے اور جب وہ حملہ کرے گا تو جنگ کے نامور سورماؤں کو بھوکے شیر کی طرح ہڑپ کرجائے گا۔

”مقاتل الطالبین“ میں لکھا ہے کہ حضرت عباسؑ ایک انتہائی حسین وجمیل جوان تھے، ایک دراز قد اور طاقت ور راہوار پر سوار ہوتے تھے اور ان کے دونوں پاؤں زمین پر خط کھینچ رہے ہوتے تھے (غالباً حضرتؑ کے دراز قد ہونے کو محاورتاً بیان کیا گیا)۔

ایک اور روایت ہے کہ ”امام حسینؑ کے سب مجاہد شجاعت وشہامت کی اعلیٰ و ارفع منزل پر تھے لیکن حضرت عباسؑ بلاشبہ ان سب سے زیادہ بلند ہمت بلکہ ان کی

Presented by www.ziaraat.com

شجاعت کا خلاصہ تھے اور گلستانِ علیؑ میں ایک بہت بڑے شجر سایہ دار تھے جنھیں خاص طور پر جناب امیرؑ نے نصرت امام حسینؑ کی خاطر پروان چڑھایا تھا۔

اسم عباسؑ کے فیوض و برکات

کتاب ''منتخب التواریخ'' میں ہے کہ حساب ابجد کے مطابق ''اسم عباسؑ'' کے حروف کے اعداد کا مجموعہ ۱۳۳ ہے اور حضرتؑ کے مشہور لقب ''باب الحسینؑ'' کے حروف (الف لام کے علاوہ) کے اعداد کا مجموعہ بھی ۱۳۳ ہے اور اسی لیے یہ عمل دعاؤں کی قبولیت اور حوائج کے بر آنے کے حوالے سے بہت مجرب ہے۔ وظیفہ یہ ہے کہ حضرت عباسؑ کو ان کے اسم مبارک کے اعداد کے مطابق ۱۳۳ مرتبہ بطور توسّل ان الفاظ سے پکارا جائے:

يَا كَاشِفَ الْكَرْبِ عَنْ وَجْهِ اَخِيْهِ الْحُسَيْنِ عليه السلام اِكْشِفْ كَرْبِيْ بِحَقِّ اَخِيْكَ الْحُسَيْنِ عليه السلام

''اے بھائی! حسینؑ کے چہرے سے کرب و رنج کو دُور کرنے والے میرے رنج و الم کو بھی اپنے بھائی حسینؑ کے صدقے دُور فرما''۔

کتاب کبریتِ احمر میں علامہ شیخ بیرجندی اپنی ایک حاجت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی ایک حاجت کشائی کے لیے اللہ تعالیٰ سے حضرت عباسؑ کے توسّل اور واسطے سے دعائیں مانگیں لیکن کوئی استجابت نہ ہوئی۔ پھر ایک رات میں نے ایک سچا خواب دیکھا کہ کوئی شخص مجھ سے یوں مخاطب ہے کہ جس کسی کو بھی اللہ سے کوئی حاجت ہو وہ اللہ سے ان لفظوں میں حضرت عباسؑ کا واسطہ دے کر سوال کرے، اللہ تعالیٰ بطفیلِ حضرتؑ ضرور اس کی قضائے حاجت فرماتا ہے:

عَبْدَ اللّٰهِ اَبَا الْفَضْلِ دَخِيْلُكَ

Presented by www.ziaraat.com

"یا ابا الفضل العباسؑ! میں اپنے آپ کو آپؑ سے منسوب کرتا ہوں اور آپؑ کی پناہ میں آتا ہوں"۔

شیخ بیرجندی فرماتے ہیں کہ جب میں نے ان الفاظ کے ساتھ حضرتؑ کے توسّل سے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے میرا ہم وغم دُور فرما دیا۔

اپنی دعاؤں میں حضرت عباسؑ کو وسیلہ بنانا

قم المقدسہ میں قیام پذیر بعض علما نے نقل فرمایا ہے کہ ایک مرجع عالی قدر نے فرمایا: مجھے ایک مشکل درپیش تھی اور میں نے امام زمانؑ سے توسّل کیا اور میں قم کی ایک معروف مسجد مسجدِ جمکران میں اس مقصد کے لیے حاضری دیتا رہا لیکن ایک مدت تک اثر اجابت ظاہر نہ ہوا۔ پھر ایک رات میں مسجد جمکران میں مستحبی نماز پڑھ رہا تھا کہ اچانک میں امام زمانؑ سے یوں مخاطب ہوگیا:

"اے میرے آقا و مولا! میں اپنی قضائے حاجت کے لیے آپؑ سے توسّل کر رہا ہوں لیکن کوئی اثرِ اجابت نہیں پاتا ہوں۔ آپ میرے امامؑ ہیں، میری گردن پر آپ کا حق اطاعت ہے، کیا میرے لیے جائز ہے کہ میں اپنے امامؑ کو چھوڑ کر کسی اور کا توسّل کروں۔

میں اپنے لیے جائز نہیں سمجھتا کہ میں آپ کے علاوہ کسی بھی ہستی کا واسطہ دوں حتیٰ کہ حضرت ابوالفضل باب الحوائج جو کہ یقیناً وجیہ عنداللہ بھی ہیں، کے توسّل کو بھی آپ کے ہوتے ہوئے مناسب نہیں سمجھتا۔

آغا کہتے ہیں کہ اس کے بعد میرے اُوپر حزن و بکا اور انکسارِ قلب غالب آ گیا۔ اسی اَثنا میں مَیں نے سنا کہ کوئی فرما رہا ہے: "ہمارے چچا ابوالفضلؑ کو وسیلہ بنانے میں قطعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ ہم تمھیں بتاتے ہیں کہ جب تمھیں کوئی حاجت ہو تو اللہ تعالیٰ کو ان الفاظ کے ساتھ ہمارے عمِ محترمؑ کا واسطہ دیا کرو اور کہا کرو:

Presented by www.ziaraat.com

یَا اَبَا الْغَوْثِ اَدْرِکْنِیْ

صاحب "معالی السبطین" علامہ مازندرانی فرماتے ہیں کہ جس کسی کو بھی کوئی حاجت ومشکل درپیش ہو حضرت ابوالفضل العباسؑ کو وسیلہ بنائے اور اپنی حاجت کے پورے ہونے اور مشکل کے رفع ہونے تک اسی وسیلے سے دعا کی تکرار کرتا رہے اور طریقۂ دعا یہ اپنائے کہ محمدؐ وآل محمدؐ پر ۱۳۳ مرتبہ صلوات پڑھے۔ پھر ۱۳۳ مرتبہ یا عباسؑ کہے، پھر ۱۳۳ مرتبہ صلوات پڑھے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی حاجت روائی فرمائے گا۔

کتاب معالی السبطین میں یہ بھی تحریر ہے کہ جو شخص کسی صحرا میں یا ویرانے میں پھنس جائے اس پر پیاس غلبہ کرجائے اور اسے ہلاکت کا خطرہ لاحق ہوجائے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت ابوالفضل العباسؑ کا صدقہ دے کر دعا مانگے، اور یہ لفظ کہے: یَا اَبَا الْقِرْبَۃ (اے صاحب مشک) تو یقیناً اللہ تعالیٰ کے پیاسوں کے ساقیؑ کربلا کے تصدق میں اس کی پیاس دُور فرمائے گا۔

.......●.......

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

ساتواں خصیصہ

آپؑ کی پرورش کے بارے میں

حضرت ابوالفضل العباسؑ نے ایک ایسی والدۂ گرامی کا شیر پیا جو ایک انتہائی وفا شعار اور کریمہ خاتون تھیں، جن کا تعلق ایسے خاندان سے تھا جو نجابت و اصالت، جود و سخا اور بزرگی و سرداری میں بہت معروف تھا۔ آپؑ نے حضرت فاطمہؑ بنت حزام وحیدیہ کلابیہ اُم البنینؑ کے آغوشِ اقدس میں تربیت پائی اور اپنی عالمہ و فاضلہ مادر سے ایمان و ولایت اور علم و معرفت کی روشنی حاصل کی۔

آپؑ جس کریم پدر بزرگوار کی جھولی میں جوانی کی منزلوں کو پہنچے، ان کی توصیف کسی قلم (اور صاحب قلم) کے بس کی بات نہیں۔ جو سیدِ عظیم، نفسِ رسولؐ، وصی و خلیفۂ رسولؐ، وارثِ علمِ انبیاؑ، سید الوصیین، قائد الغرالمحجلین، امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔ حضرت عباسؑ علم دار اپنے بابا کے ساتھ ساتھ رہے جب تک وہ مدینہ میں قیام پذیر تھے۔

پھر آپؑ نے ان کے ساتھ ہی عراق کی طرف ہجرت کی اور کوفہ میں قیام فرمایا۔ اس سارے عرصہ میں آپ باباؑ کی شفقت و عنایت اور تربیت حکیمانہ کے زیرِ سایہ رہے۔ اس طرح آپؑ نے اپنے عظیم والدین کریمین سے ہر خوبی و فضیلت کسب کی اور اخلاقِ حمیدہ، علم و فضل او معارف الہیہ کو وراثت میں پایا۔

آپؑ کے بچپن کی ایک خوب صورت داستان

تاریخ میں آیا ہے کہ ایک دن جناب امیر علیہ السلام نے آپ کو بلوایا۔ یہ

Presented by www.ziaraat.com

اس وقت کی بات ہے جب آپؑ سنِ طفلی سے کچھ باہر نکل آئے تھے اور بعض کلمات بولنا سیکھ لیے تھے۔ جناب امیرؑ نے آپؑ کو اُٹھا کر اپنے سینے سے لگایا۔ پھر اپنی گود میں بٹھا لیا اور آپؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا: بیٹا عباسؑ! کہو: ایک۔ آپؑ نے فرمایا: ایک۔ جناب امیرؑ نے فرمایا: کہو دو۔ آپؑ نے جواب میں خاموشی اختیار کی۔ پھر اپنے بابا کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: بابا جان! جس زبان سے ایک کہا ہے مجھے حیا آتی ہے کہ اسی کے ساتھ اب دو کہوں۔ یعنی جو زبان اللہ کی وحدانیت کا اقرار کر چکی ہے اب انحراف نہیں کرے گی۔

یہ وہ جواب تھا جس کے جناب امیر المومنینؑ منتظر تھے۔

آپؑ نے فرمایا: اَحْسَنْتَ یَا وَلَدِی، بَارَکَ اللّٰهُ فِیْکَ

"میرے فرزند تو نے بہت خوب کہا۔ اللہ تعالیٰ تمھاری معرفتِ توحید میں برکت عطا کرے"۔ پھر دوبارہ شہزادے کو سینے سے لگایا اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

جنابِ عباسؑ کا حضرات حسنین شریفینؑ سے تربیت پانے کا شرف

جناب امیر علیہ السلام کی شہادت کے بعد عباسؑ ہر وقت فرزندانِ رسولؐ کے سایۂ عاطفت میں رہے اور ان کی صحبت سے عروج و کمالِ سیرت کسب کیا جو سردارانِ جنت، امامان و ہمامان اور ریحانتانِ رسولؐ تھے اور جن کی ساری دنیا مدحت سرا ہے، حتیٰ کہ حضرت عثمان بن عفان بھی ان کی مدح کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک سائل نے حضرت عثمان سے سوال کیا تو آپ نے اسے پانچ درہم عطا کیے۔ اسی سائل نے جب حضرات حسنینؑ اور عبداللہ بن جعفر سے سوال کیا تو انھوں نے اسے مالا مال کر دیا۔ اس پر حضرت عثمان نے فرمایا: اے سائل! تیرے ساتھ احسان و سخا کا برتاؤ ان جوانوں نے کیا ہے جنھوں نے علم کو اپنے نام کر لیا ہے

Presented by www.ziaraat.com

اور خیر و حکمت انھی کے دروازے پر ذخیرہ نظر آتی ہے۔

جناب امیر علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ شہزادوں کے ساتھ مدینہ منورہ لوٹ آئے اور مسلسل ان کی خدمت میں رہے اور ان سے معالم و اصولِ دین، احکام و فروعِ اسلام کی گہرائیاں اور محاسن و مکارمِ اخلاق کی پہنائیاں کسب کرتے رہے۔

پھر جب سبطِ اکبر امام مجتبیٰ علیہ السلام معاویہ کے زہرِ جفا کے ساتھ شہید ہو گئے تو آپ امام حسینؑ کی معیت میں رہے۔ جتنا عرصہ امامؑ مدینہ میں قیام پذیر رہے، آپ ان کے علم نیز اخلاق و آدابِ جمیلہ سے فیض یاب ہوتے رہے۔ جب امامؑ نے مدینہ سے نکل کر عراق کا رُخ کیا تو آپؑ ان کے ہم رکاب تھے اور ان کی نصرت میں انتہائی صبر و استقامت کے ساتھ منزلِ شہادت رفیعہ پر قائم ہوئے۔

اولاد جناب امیر علیہ السلام میں سے حضرت عباس علم دارؑ کی پرورش و تربیت سب سے ممتاز نظر آتی ہے کیوں کہ آپؑ نے حضرت امیر المومنینؑ، فرزندانِ رسولؐ امام حسنؑ و حسینؑ اور حضرت امام زین العابدینؑ کے علم و فضل کی برکات و فیوض پائیں، یعنی آپ کو چار معصومینؑ کا قرب اور صحبت خاص نصیب ہوئی۔ اسی لیے ایک شاعر نے آپ کے فضائل کو یوں بیان کیا ہے:

وَفِی الْعَبَّاسِ مِنْ کَرَمِ السَّجَایَا
کَثِیْرٌ لَیْسَ یُحْصَرُ فِی مَقَالِ
وَفَاءٌ نَجْدَۃٌ زُھْدٌ وَحِلْمٌ
وَ اِیْثَارٌ وَصِدْقٌ فِی الْمَقَالِ
عِفَافٌ طَاھِرٌ حِلْمٌ وَجُوْدٌ
وَبَاْسٌ صَادِقٌ عِنْدَ النِّزَالِ

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

"یعنی حضرت عباسؑ علم دارؑ میں کرامت و فضیلت کے خصائل اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ وفا ہو یا شجاعت و مردانگی، زہد ہو یا علم، ایثار ہو یا راست گوئی، پاک دامنی ہو یا بُردباری، جود و سخا ہو یا میدانِ جنگ میں ہیبت، ہر صفت میں آپؑ درجۂ کمال پر نظر آتے ہیں"۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

آٹھواں خصیصہ

آپؑ کی کنیت کے بارے میں

لغت میں کنیت کا معنی ہے "ایسا اسم جو لفظ 'اَب' یا لفظ 'اُمّ' سے شروع ہو۔ مثال کے طور پر ابوالحسن، اُمِ ایمن"۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کنیت ایسا اسم ہے جو لفظ ابنٌ یا اَبنَۃٌ سے شروع ہو، جیسے ابن الرضا، ابنۃ فاطمۃ اور کہا گیا ہے کہ کنیت میں شرط یہ ہے کہ وہ مدح یا مذمت سے آگاہ کرنے والی ہو۔ اور ضروری نہیں کہ صاحب کنیت کے باپ، بیٹے، ماں یا بیٹی کے نام پر ہی کنیت قائم کی جائے بلکہ جس کی اصلاً کوئی اولاد ہی نہ ہو، اسے بھی ابوفلان یا اُم فلان کہہ سکتے ہیں۔

بلکہ علمائے لغت و ادب کے مطابق کنیت کی حکمت تعظیم یا تحقیر ہوتی ہے۔ ایک شخص کو اس کے نام کے بجائے اس کی تعظیم و تکریم کی خاطر اس کی کنیت سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح ایک شخص کو اس کی توہین اور سبکی کرنے کے لیے اس کے نام کے بجائے اس کی کنیت سے پکارا جاتا ہے۔

بہرحال حضرت ابوالفضلؑ کی متعدد کنیتیں مشہور ہیں اور وہ سب آپؑ کی ثناو تعظیم اور مدح و تجلیل کی حکایت کرنے والی ہیں۔ ان میں سے زیادہ مشہور کنیت "ابوالفضل" ہے، جسے "ابوفاضل" بھی پڑھا جاتا ہے۔ پھر "ابوالقاسم"، "ابن البدویۃ"، "ابوالقربہ"، "ابوالشارۃ"، "ابوراکس الحاز" اور "ابوفرجہ" وغیرہ مشہور کنیتیں ہیں۔

www.ziaraat.com
Sakeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

ابوالفضل اور ابوفاضل

حضرتؑ کی یہ کنیت مدح وثنا کی حکایت کرتی ہے۔اس سے ضروری نہیں کہ آپؑ کے بیٹے حضرت فضل کی طرف اشارہ ہو، آپؑ کی مدح میں ایک شاعر کا شعر ہے:

اَبَا الْفَضْلِ! یَامَنْ اَسَّسَ الْفَضْلَ وَالْاِبَاءَ
اَبَی الْفَضْلُ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ لَہٗ اَبَا

''اے شہزادۂ ابوالفضل العباسؑ! آپ نے فضل وفضیلت اور خودداری وغیرت کی بنیاد رکھی بلکہ فضیلت کا تاج آپ کے علاوہ کسی اور کے سر کی زینت بننے سے انکاری نظر آتا ہے''۔

ابوالقاسم

یہ وہ کنیت ہے جو ختمی مرتبت، سید المرسلین حضرت محمد مصطفیؐ ہی کے حوالے سے مشہور ہے اور حضرت عباسؑ کو شرف واعزاز کی طرح اس کنیت سے یاد کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ زیارت اربعین، جو حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے منقول ہے، میں وارد ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا الْقَاسِمِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عَبَّاسَ ابْنَ عَلِیٍّ......

ایک اور قول یہ بھی ہے کہ حضرتؑ کا ایک فرزند قاسم بن عباس نامی بھی تھا۔

ابن البدویہ

اس لفظ کو بَدَوِیَّہ یا بِدْوِیَّہ دونوں طرح سے پڑھا جاسکتا ہے۔ یہ لقب حضرت ابوالفضلؑ کی اس شجاعت اور فردیت کی طرف اشارہ ہے جو آپ کو اپنی

www.ziaraat.com
Saeed-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

والدۂ محترمہ کی طرف سے وراثت میں ملی کیوں کہ حضرت اُم البنینؑ کا تعلق ایک ایسے بدوی قبیلہ سے تھا جو شجاعت و گھڑسواری میں بہت شہرت کا حامل تھا۔ نیز یہ لقب اس حسنِ طبیعت، صحت مندرگ وریشہ اوران پاک وصاف اخلاق وآداب کی عکاسی بھی کرتا ہے جن سے جناب اُم البنینؑ خود بھی آراستہ وپیراستہ تھیں اور حضرت عباسؑ کو بھی وراثت میں منتقل فرمائے۔ کیوں کہ ایک دیہاتی اور کشادہ ماحول میں پرورش روحانی خلوص و وفا، نفس کی عزت وخودداری اور ذہن وعقل کی وسعت و کشادگی کا باعث بنتی ہے۔

ابوالقربہ

اس لفظ کو قاف کی زیر اور را کی جزم کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ یہ لقب ابن ادریس کی کتاب "مزار السرائر" ابوالفرج کی کتاب "مقاتل الطالبین" نیز "الانوار النعمانیہ" اور "تاریخ الخمیس" میں مذکور ہے۔

......●......

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

نواں خصیصہ

انفرادیت یا امتیازی خصوصیت

حضرت عباسؑ کے القاب کے بارے میں

لقب کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ کسی انسان کے ذاتی و اصلی نام کے بعد جو لفظ اس کے لیے بولا جائے، جو اس کی تعریف یا مذمت پر دلالت کرتا ہو اور چونکہ حضرت ابوالفضل العباسؑ تمام خصائل حمیدہ کے مالک اور جامع جمیع صفات حسنہ ہیں، لہٰذا آپ کے تمام القاب مدح وثنا اور تعظیم و تکریم پر دلالت کرنے والے ہی ہیں اور تاریخ میں ان کے لیے کوئی ایسا لقب موجود نہیں ہے جو مذمت، جفا یا کمزوری کا مفہوم رکھتا ہو۔ کیوں کہ آپ کی زندگانی میں کوئی عیب یا آپ کی صفات میں کوئی تنقیص نہیں، حتیٰ کہ آپ کے بدترین دشمن بھی آپ کے کردار و خصائل پر کبھی انگلی نہیں اُٹھا سکے اور کوئی انگلی اٹھائے بھی تو کیسے کہ آپ فرزند امیرالمومنینؑ علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔ امامین، ھمامین، ریحانتینِ رسولؐ، سیدا شباب اھل الجنۃ کے پیارے بھائی ہیں بلکہ آپ وحی و نبوت کے گھر کے پروردہ ہیں۔ آپ ان ہاتھوں میں پروان چڑھے جن کی تادیب و تربیت رسولؐ اللہ کے ہاتھوں ہوئی اور حضور علیہ السلام دستِ پروردگار کے تربیت یافتہ ہیں جیسا کہ آنحضرتؐ کی مشہور حدیث ہے:

اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ

"یعنی میرے رب نے میری احسن طریقے سے تربیت کی ہے"۔

Presented by www.ziaraat.com

اس سے ظاہر ہوا کہ حضرت عباس علم وارؑ کو فضیلتیں، فضائل و مکارم کی معدن سے وراثت میں ملی ہیں اور آپ نے آداب و محاسن کے بے عیب اور خدائی مرکز و سرچشمہ سے اپنے آپ کو ایسا سیراب و معطر کیا کہ آپ جود و سخا، بخشش و عطا کا منبع قرار پائے۔ ہر دور کے شعرا نے آپ کی مدح و ثنا میں قصائد و قوافی نظم کیے ہیں۔

قول شاعر ہے:

هُوَ الْبَحرُ مِنْ اَیِّ النَّواحِیِ اَتَیْتَهُ
فَلُجّتهُ الْمَعْرُوفُ وَالْجُودُ سَاحِلُهُ

"وہ اِک سمندر ہیں جس جہت سے بھی میں اس کے پاس آؤں، اس کی گہرائی مشہور ہے اور سخاوت اس کا ساحل ہے"۔

اِک اور شاعر یوں مدح کرتا ہے:

هُوَ الْعَبَاسُ لَیثُ بَنِی نِزَارٍ
وَمَنْ قَدْ کَانَ لِلاَّجِی عِصَامًا
هِزَبرٌ اَغْلَبُ تَخِذُ اِشْتِبَاکَ
الرِّمَاحِ بِحومة الهَیجا اُجَامًا
فَمَدَّتْ فَوقَهُ العُقْبَانُ ظِلًّا
لِیُقَرِّبَهَا جُسُومَهُمْ طَعَامًا
اَبِیٌّ عِنْدَ مَسِّ الضَّیمِ یَنْضِیْ
بِعَزْمٍ یَقْطَعُ الْعَضْبَ الحِسَامًا

"یعنی حضرت عباسؑ بنی نزار کے شیر ہیں اور پناہ لینے والے کے لیے آسرا ہیں، ایک مضبوط اور قوی جنگجو ہیں جو اچانک

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

جنگ میں غضب ناک ہو کر دشمن کو نیزے میں اُلجھا دیتے ہیں
تو پرندے ان کے اُوپر سایہ کر لیتے ہیں کہ ان کے پچھاڑے
ہوئے دشمنوں کو اپنی خوراک بنا سکیں۔ آپ ایسے خوددار مجاہد
ہیں جو جنگ کی سختی و ہول ناکی میں بھی پورے عزم کے ساتھ
اپنی تیز دھار تلوار کی کاٹ دکھاتے نظر آتے ہیں"۔

حضرت عباسؑ مجمع جمال وکمال

حضرت عباس علم دارؑ تمام مکارم ومحاسن، اخلاق و آداب کا احاطہ کیے ہوئے ہیں جن کا شمار و احصا دسترس سے باہر ہے۔ آپ کے کمالات وفضائل کا پتہ دینے والے بہت سارے اَلقابات تاریخ نے رقم کیے ہیں۔ ذیل میں شہرت کی ترتیب کے لحاظ سے ان کو ذکر کیا جائے گا۔ پھر حتی المقدور ان کی شرح وتوضیح کی جائے گی، ان شاء اللہ!

بَابُ الحُسَیْن	(حسینؑ کا دروازہ)
بَابُ الحَوَائِج	(حاجتوں کا دروازہ)
اَلسَّقَّاءُ	(پانی پلانے والا)
سَاقِي عِطَاشَا كَرْبَلَا	(کربلا کے پیاسوں کا ساقی)
قَمَرِ بَنِی هَاشِم	(بنی ہاشم کا چاند)
قَمَرُ العَشِيْرَة	(خاندان کا چاند)
حَامِلُ اللِّوَاء	(علم دار)
بَطَلُ العَلْقَمِي	(نہرِ علقمہ کا بہادر)
كَبْشُ الكَتِيبَة	(سالارِ لشکر)
حَامِي الظَّعِينَة	(محافظِ محملِ مستورات)

Presented by www.ziaraat.com

سَبعُ الْقَنْطَرَۃ	(وہ مردِ شجاع جو حفاظتی پُل پر دشمن کو روکے رکھے)
الضَّیْغَم	(شیر یعنی دلیر آدمی)
العبد الصّالح	(صالح انسان)
العابد	(عبادات گزار)
الطیّار	(اُڑنے والا)
الشھید	(راہِ حق میں شہید ہونے والا)
الصِّدِّیق	(دوست)
الفادی	(وہ جس نے اپنے پاکیزہ بدن کو فدیۂ حسینؑ بنادیا)
المُؤثِر	(ایثار کرنے والا)
المُوَاسِی	(مددگار تسلی دینے والا)
الْحَامِی والمُحَامِی	(دشمنوں سے دفاع کرنے والا)
ظَهرُ الْوَلَایَۃ	(ولایت و امامت کا پشت پناہ)
قَائِدُ الْجَیْش	(قافلے کا سردار و رہبر)
الْمُسْتَجَار	(فریادرس)
الْوَاقِیْ	(بچانے والا)
السَّاعِی	(مستقل مزاجی سے کوشش کرنے والا)
الْمُسْتَعْجِل	(تیز رفتاری سے مدد کو پہنچنے والا)
اَلْمُصَفّٰی	(صاحبِ خلوص)
وغیر ذٰلکَ	(وغیرھا)

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

دسواں خصیصہ

حضرت عباسؑ، باب الحسینؑ

اَبَا الْفَضْلِ اَنْتَ الْبَابُ لِلسِّبْطِ مِثْلَ مَا
اَبُوْكَ عَلِیٌّ كَانَ بَابًا لِاَحْمَدَا

''اے ابوالفضل العباسؑ! آپ فرزندِ رسولؐ کے لیے ایسے ہی دروازہ ہیں جیسا کہ آپ کے پدر بزرگوار علیؑ احمد مرسل کے لیے دروازہ تھے''۔

مشہور خطیب استاد شیخ محمد علی یعقوبی کے قصیدہ کے چند اشعار حضرتؑ کے روضۂ اقدس کے سونے کے ایوانوں میں لگے چاندی کے دروازے پر لکھے گئے ہیں۔ ان میں سے کچھ اشعار ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

هُوَ بَابُ الْحُسَيْنِ مَا خَابَ يَوْمًا
وَافِدٌ جَاءَ لَائِذًا فِي حِمَاهُ
اِنَّهُ بَابُ حِطَّةٍ لَيْسَ يَخْشٰى
كُلَّ هَوْلٍ مُسْتَمْسِكٌ فِي عُرَاهُ
قِفْ بِهٖ دَاعِيًا وَفِيْهِ تَوَسَّلُ
فَبِهِ الْمَرْءُ يُسْتَجَابُ دُعَاهُ

''آپؑ باب الحسینؑ ہیں، آپؑ کی پناہ لینے والے کی اُمید کبھی نہیں ٹوٹتی، آپؑ وہ باب حطہ ہیں کہ جس کے گوشے میں جم کر بیٹھنے والا بے خوف ہو جاتا ہے (اے مانگنے والو)

Presented by www.ziaraat.com

یہیں بیٹھ کر مانگو اور توسّل کرو کیوں کہ یہیں انسان کی دعائیں مستجاب ہوتی ہیں"۔

اس قصیدہ کے شروع میں پہلے شاعرِ محب نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرت عباس علم دارؑ ایمان و اخلاق میں اپنے بابا حضرت امیر المومنینؑ کے مشابہ ہیں۔ حضرت امیرؑ کی شدتِ ایمان و اخلاق کی وجہ ہی سے حضورؐ آپ کو ہر بڑی مہم کے لیے تیار کرتے تھے اور ہر سخت حادثہ اور مشکل گھڑی میں آپ کو پکارا کرتے تھے اور حضرت امیرؑ حضورؐ کی خدمت، حمایت اور محافظت کے لیے ہمہ وقت تیار اور موجود رہتے تھے، حتیٰ آپؑ کا یہ قول اَنَا عَبْدٌ مِن عَبِیْدِ مُحَمَّدٍ "میں محمدؐ کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں"۔ شہرت کا درجہ حاصل کر گیا بلکہ جب آپؑ شبِ ہجرت محافظ و فداکارِ رسالت بن کر بسترِ رسولؐ پر سو گئے تو اللہ تعالیٰ نے یوں تعریفی سند دی:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ

"اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اپنے نفس کو بیچ دیتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے"۔

صرف شبِ ہجرت ہی نہیں بلکہ اور بہت سارے مقامات پر قرآن میں اللہ نے آپؑ کی توصیف کی ہے۔ خود حضورؐ نے آپؑ کے بارے میں فرمایا:

اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا ، فَمَنْ اَرَادَ الْمَدِیْنَةَ فَلْیَاْتِ الْبَابَ

"میں شہرِ علم اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں، جو شہرِ علم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ دروازے پر آئے"۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

غرض کہ پڑاؤ ہو یا کوچ، حضر ہو یا سفر، امن ہو یا جنگ، حضرت امیرؑ حضورؐ کے لیے باب اور مصاحب بنے رہتے اور اپنی جان و روح، مال و اولاد کے ساتھ آپ کا دفاع کرتے، حتیٰ کہ مشہور تھا کہ جو شخص حضورؐ کے قریب ہونا چاہے، وہ پہلے امیر المومنینؑ کا قرب حاصل کرے۔ جو نبی اکرمؐ کے پاس کسی مقام و مرتبہ کا خواہاں ہو وہ حضرت امیرؑ کو واسطہ بنائے اور جو شخص اللہ سے کوئی حاجت رکھتا ہو وہ بعد از نبیؐ علیؑ کو وسیلہ قرار دے۔

بالکل اسی طرح ابوالفضل العباسؑ اپنے بھائی حضرت امام حسینؑ کے لیے باب و مصاحب تھے۔ آپ کی پختگیِ ایمان و اخلاق کی وجہ سے، حضرت امام حسینؑ آپ کو ہر بڑی مہم کے لیے تیار رکھتے اور ہر حادثہ و مشکل میں آپ کو پکارا کرتے تھے اور حضرت علم دارؑ اپنے آقا و مولا کی خدمت و حمایت و دفاع میں یوں وقف رہے کہ کبھی امامؑ کو بھائی کہہ کر مخاطب نہ کیا بلکہ سیدی و مولای کہہ کر بلاتے نظر آئے سوائے ایک دن کے، جو عاشورہ کربلا کا دن ہے۔ جب پشتِ راہوار سے زمین پر گرے۔ زندگی کے آخری لمحے تنگی کے وہ لمحات ہوتے ہیں جب انسان اپنے خاص قریبی لوگوں کی تمنا کرتا ہے اور اپنے اقربا کو دیکھنے کی فریاد کرتا ہے، اپنی آخری اور الوداعی نظریں ان کے چہروں پر ڈالنا چاہتا ہے، اپنے جسم کو ان کے درمیان اور اپنا سر ان کی جھولی میں رکھنا چاہتا ہے، ہاں اسی موقع پر حضرت علم دارؑ نے اپنے بھائی کو یوں ندا دی:

یَا اَخَاہُ اَدْرِکْ اَخَاکَ

''میرے غریب بھیا! اپنے بھائی کی مدد کو پہنچیے۔

امام عالی مقامؑ کے اپنے بھائی سے لگاؤ کی ایک جھلک

امامؑ کے دل میں حضرت عباسؑ کے لیے ایک خاص گوشہ تھا۔ جب حضرت

Presented by www.ziaraat.com

عباسؑ کی آوازِ تکبیر آپ کے کانوں کو سنائی نہ دی تو آپ لبیک لبیک کہتے مقتلِ عباسؑ کی طرف لپکے اور اتنی تیزی سے آئے جیسے بلندی سے کوئی شے زمین کی طرف آتی ہے بلکہ یوں کہیں کہ جیسے پانی اُونچائی سے نشیب کی طرف گرتا ہے۔ بھائی کے پاس بیٹھ جاتے ہیں، ان کا سر اپنی گود میں لیتے ہیں، آنکھوں سے خون اور مٹی صاف کرتے ہیں۔ اُونچی آواز میں تکلیف و درد کا حال پوچھتے ہیں اور بڑے درد بھرے دل کے ساتھ مناجات کرتے ہیں اور درد بانٹتے ہیں۔ بھائی کا درد بھرا لہجہ سن کر حضرت عباسؑ آنکھیں کھول دیتے ہیں۔ امام حسینؑ کے چہرۂ مبارک پر آخری، الوداعی نظریں ڈالتے ہیں۔ ہونٹوں پر ایسا تبسم آتا ہے جو اخلاص و محبت کے تمام معانی کی حکایت کر جاتا ہے۔ ولاء اخوت خلوص کی آخری بلندیوں پر نظر آتی ہے۔ حضرت علم دارؑ سلام کرتے ہیں اور سید الشہداءؑ اپنے باوفا بھائی کے سلام و تحیہ کا جواب دیتے ہیں مگر عادی آواز و کلام سے نہیں بلکہ حالت یہ ہے کہ سانسیں اُکھڑی ہوئی ہیں، ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہے، درد سے کراہتی ہوئی آواز ہے۔ یہ وہی آواز تھی جو حضرت علم دارؑ کی زندگی کو ولولہ دینے والی اور دل اور سینے کو ٹھنڈک پہنچانے والی تھی جب آپ نے اسے سنا اور محسوس کیا کہ میرا سر، میری آنکھوں اور دل کی ٹھنڈک، میرے عظیم امام، کریم سید نے اپنی گود میں رکھا ہے اور اپنے سینے سے لگایا ہے تو وہیں جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔

لاشۂ حضرت علم دارؑ کو مقتل میں ہی چھوڑ آنے کا مقصد

ہر مہربان قائد کی طرح، امام عالی مقامؑ نے اپنے خیمے کے قریب ایک خصوصی خیمہ نصب کیا ہوا تھا جہاں انصار و اعزہ شہداء کے مقدس لاشے، ساتھ ساتھ رکھتے جاتے اور یہ کہتے جاتے کہ "یہ لاشے انبیاؑ و آلِ انبیاؑ کے لاشوں کی مثل ہیں"۔ لیکن جب اپنے وفادار بھائی کی لاش پر آئے ہیں، چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بٹی وہ

Presented by www.ziaraat.com

اللہ ، جو بزدل اور کمینے دشمنوں کی بربریت اور اہلِ بیتؑ دشمنی کی انتہا کو ظاہر کررہی تھی۔ اس کے سرہانے آکر گریہ و بکا کرتے ہیں اور بھائی کے لاشے کو اٹھاتے نہیں بلکہ جائے شہادت پر چھوڑ کر واپس چلے جاتے ہیں۔

اس کی ایک وجہ تو یہ ہوسکتی ہے کہ خواہشِ شہید بھی تھی کیوں کہ روایت ہے کہ حضرت عباسِ علم دارؑ نے جناب سید الشہداءؑ کو اپنے نانا کا واسطہ دے کر یہ التجا کی تھی کہ میں نے بیٹی سکینہؑ سے پانی لانے کا وعدہ کیا تھا، مجھے اس سے حیا آتی ہے میری لاش خیموں میں نہ لے جائیں۔

دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ عباسؑ باوفا نے چاہا کہ میرے ضعیف و زخمی بھائی نے سارا دن لاشیں اُٹھائی ہیں میری لاش اُٹھانے سے مزید تھک نہ جائیں۔

تیسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جناب سید الشہداءؑ نے سوچا ہو کہ حضرت عباسؑ کی شہادت کی خبر مخدرات عصمت اور پیاسے بچوں سے مخفی رکھی جائے۔ اگرچہ تھوڑی دیر ہی ممکن ہو۔

چوتھی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے جو بہت ہی دردناک ہے کہ شام کی سپاہ و اشقیاء نے حضرتؑ کے جسد مطہر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا جن کو اکٹھا کرنا اور اٹھا لے جانا ممکن نہیں تھا۔

پانچویں وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ امامؑ کا لاشہ عباسؑ کو باقی شہداءؑ کی لاشوں میں نہ لے جانا۔ جناب علم دارؑ کی امتیازی شان کے سبب سے تھا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ میرا یہ بھائی الگ تعظیم کا مستحق ہے اور شاید اسی سے سمجھنے والوں نے آپ کے مرقد کے گرد ایک عظیم الشان جالی لگائی ہے۔ آپ کی ضریح مقدس کے گرد عظیم عمارت تعمیر کی ہے اور مرقد کے اطراف میں ایک بے مثل روضۂ مبارکہ تعمیر کیا ہے تاکہ آپؑ کے بھائی اور امامؑ کی طرح آپ کی وفا کو نذرانہ سلام و تشکر پیش کیا

Presented by www.ziaraat.com

جائے، تا کہ بعد از شہادت بھی آپ باب الحسینؑ نظر آئیں۔ ذاکرین و محبین، تنگی و فاقہ و فقر کے مارے لوگ آپ کو راہبر بنا کر امامؑ کی بارگاہ میں آئیں۔

روضۂ امامؑ پر جانے سے پہلے آپؑ کے روضۂ مبارک پر حاضر ہوں اور آپؑ کی شفاعت اور توسط کے ساتھ زیارت امام حسینؑ سے مشرف ہوں اور ان کے طفیل اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات اور تمناؤں کے حصول کی دعا مانگیں۔

مرقد منفرد و حرم خاص

شاید آخر الذکر وجہ ہی امامؑ کے پیش نظر تھی کہ سرکار وفاؑ کے جسدِ اطہر کو خیمہ گاہ میں نہ لائے۔ کبار علما و فقہا میں سے محققین نے یہی رائے قائم کی ہے۔ اس کی تصدیق و تائید یوں بھی ہوتی ہے کہ جب حضرت امام زین العابدینؑ عاشورا سے تین دن بعد بطریقِ معجزہ کربلا میں تشریف لائے اور شہداء کے مقدس اجساد کو دفن کیا۔ سب سے پہلے اپنے مظلوم بابا کے لاشہ کو اکیلے دفن کیا تو پھر باقی شہداء کے لاشوں کو قبیلہ بنی اسد (خدا ان سے خوشنود ہو) کے افراد کی معاونت سے دفن کیا۔ پھر پوچھا کہ غور کرو کوئی لاشہ دفن ہونے سے رہ تو نہیں گیا ہے۔ بنی اسد نے عرض کیا:

مولاؑ! دور فرات کے کنارے ایک مجاہد شیر دل کی لاش پڑی ہے جو اس قدر ٹکڑوں میں بٹی ہے کہ ایک طرف سے اُٹھاتے ہیں تو دوسری طرف گر پڑتی ہے۔

بیمار کربلا فرماتے ہیں مجھے وہاں لے چلو۔ جب امامؑ لاشِ عباسؑ پر آتے ہیں تو فوراً لاشے پر جھک جاتے ہیں۔ کٹی گردن پر بوسہ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں: اے قمر بنی ہاشم! آپ کے بعد دنیا تاریک و بے نور ہے۔ اے شہید راہِ حق! آپ پر میرا سلام ہو۔ آپ پر خدا کی اَن گنت رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

پھر آپ قبر کھودتے ہیں اور سید الشہداءؑ کی طرح چچا عباسؑ کے لاشے کو بھی تن تنہا لحد میں اُتارتے ہیں اور بنی اسد سے فرماتے ہیں کہ آپ فکر نہ کریں۔

Presented by www.ziaraat.com

میرے ساتھ قبر میں کوئی ہستی ہے جو میری معاونت فرما رہی ہے"۔

اس بنا پر امام سجادؑ نے بطریق معجزہ یا بنی اسد کے تعاون سے اجساد طاہرہ کو حائر شریف یعنی گنج شہداء کی طرف منتقل کیا لیکن اپنے چچا حضرت ابوالفضلؑ کے لاشے کو نہ تو اپنے بابا کے مرقد کی طرف اور نہ ہی گنج شہداء کی طرف منتقل کیا بلکہ جہاں آج روضۂ حضرت عباسؑ ہے وہیں قبر کھودی اور لاشہ دفن کیا تا کہ حضرتؑ کا روضہ باب و بواب کی حیثیت اختیار کر جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ سے آج تک تعزیت و تسلیت کرنے والے جلوس ہائے عزا سینہ زنی و زنجیر زنی کرتے ہوئے پہلے سرکار وفا کے روضۂ مبارک پہ آتے ہیں پھر سرکار کو امامؑ و شفیع بنا کر روضۂ جناب سید الشہداءؑ کی طرف رُخ کرتے ہیں اور حضرتؑ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔

حضرت عباسؑ اپنے بابا کی اقتدا کرتے ہیں

حضرت ابوالفضل العباسؑ نے جود و کرم و سخا میں اپنے بابا کی پیروی کی اور سرکار امام حسینؑ کے لیے دروازہ قرار پائے۔ ویسے ہی جیسا کہ امیر المومنینؑ رسولؐ اللہ کے لیے تھے۔ بلکہ حضرت عباسؑ اپنی بلند خوبیوں اور عظیم انسانی اقدار کی وجہ سے سب آئمہ اہلِ بیتؑ کے لیے باب ہیں کیوں کہ شہر محبت اہلِ بیتؑ اور قلعۂ ولایتِ اہلِ بیتؑ میں ورود، محبت حضرت سرکار وفا کے بغیر ناممکن ہے۔ جیسا کہ باب رسالت و نبوت ہونے کی وجہ سے، کسی رسالت کے عقیدہ رکھنے والے کے لیے ممکن نہیں ہے کہ بغیر ولایت و خلافتِ علیؑ کے عقیدہ کے نبیؐ کے شہرِ علم اور قلعۂ معارف کے قریب پھٹک سکے۔ کیوں کہ مشہور حدیث پیغمبرؐ ہے:

عَلِیٌّ بَابُ عِلْمِی وَمُبَیِّنٌ لِاُمَّتِی مَا اُرْسِلْتُ بِهٖ مِنْ بَعْدِی

"علیؑ میرے علم کا دروازہ اور میرے بعد میری اُمت کے لیے میری رسالت کی وضاحت کرنے والا ہے"۔

Presented by www.ziaraat.com

دوسری حدیث ہے:

عَلِیٌّ وِعَاءُ عِلْمِی وَوَصِیِّی وَبَابِیَ الَّذِیْ اُوْتٰی مِنْه

''علیؑ میرے علم کا ظرف، میرا وصی اور مجھ تک پہنچانے والا دروازہ ہے''۔

حضرت عباسؑ بابِ معنوی ہیں نہ کہ سیاسی

سرکارِ وفا سید الشہداءؑ کے لیے باب ہیں، اپنے بابا کی مثل لیکن اس سے مراد کوئی سرکاری وسیاسی باب وحاجب نہیں ہے جیسا کہ دورِ جاہلیت کے سلاطین عوام الناس کو خود سے دُور رکھنے کے لیے ابواب مقرر کرتے تھے۔ وہ طریقہ جاہلیت اب بھی شہنشاہ و رؤسا اور جمہوری فرماں روا عوام کو دُور رکھنے اور ان کے اُوپر اپنی حکومت و فوقیت کا رعب جمانے کے لیے اور اپنی شہوت و لذات کے انہماک کے اندر خلل اندازی روکنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اگرچہ کچھ جدید ہتھکنڈوں کے فرق کے ساتھ یہ سب حضور علیہ السلام کی تعلیمات کے برعکس ہے کیوں کہ آپ اسلامِ حکیم اور کتابِ منیر لائے اور آپ نے ہر طاغوت اور سرکشی کے خلاف جہاد کیا اور ان کو سخت مواخذے اور نارِ جہنم سے ڈرایا۔

سرکارِ وفا دروازہ حسینؑ ہیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ آپؑ معنویات و معارف، روحانیات و فضائل کی طرف کھلنے والا، ایمان و تقویٰ، قربِ خداوندی، قربِ رسولؐ اور قربِ اولیا کی طرف لے جانے والا معنوی و روحانی دروازہ ہیں۔ آپؑ ایسے روحانی دربان ہیں جو امام حسینؑ کی ذاتِ اقدس میں موج زن معارف و فضائل و مکارم و اخلاق کے سمندر سے مخلوقِ خدا کے سیراب ہونے کا وسیلہ بنتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

گیارہواں خصیصہ

حضرت عباسؑ باب الحوائج

بَابُ الْحَوَائِجِ مَا دَعَتْهُ مَرُوْعَةٌ
فِی حَاجَةٍ اِلَّا وَیَقْضِی حَاجَهَا
بِاَبِی اَبَا الْفَضْلِ الَّذِی مِنْ فَضْلِهِ
السَّامِی تَعَلَّمَتِ الْوَرٰی مِنْهَاجَهَا
رَجَّ الثَّرٰی مِنْ عَزْمِهِ فَوْقَ السَّمَاءِ
حَتّٰی عَلَتْ فِی تُرْبَةٍ اَبْرَاجَهَا
قُطِعَتْ یَدَاهُ وَطَالَمَا مِنْ کَفِّهِ
دِیَمَ السَّمَاحَةِ اُمْطِرَتْ ثَجَاجَهَا

''شاعر کہتا ہے: باب الحوائج وہ ہے کہ جسے جب بھی کوئی خوف زدہ شخص اپنی حاجت کے وقت پکارے، تو وہ اس کی حاجت کو پورا کردے۔ میرے لیے باب الحوائج ابوالفضل العباسؑ ہیں کہ جن کے فضلِ عالی سے اہلِ دنیا نے راہِ ہدایت پائی ہے۔

آپؑ کی بدولت زمین کی مٹی نے اتنی بلندی پائی کہ آسمان تک پہنچ گئی۔ آپؑ کے دونوں ہاتھ تو کاٹ دیے گئے لیکن آپ کے ہاتھوں کی سخاوت اور بڑھ گئی اور تیز بارش کی طرح برسنے لگی''۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

اَبَا الْفَضْلِ اِنِّیْ جِئْتُكَ الْیَوْمَ سَائِلًا
لِتَسْیِیرِ مَا اَرْجُو فَاَنْتَ اَخُو الشِّبْلِ
فَلَا غَرْوَ اِنْ اِسْعَفْتَ مِثْلِی بَائِسًا
لِاَنَّكَ لِلْحَاجَاتِ تُدْعٰی اَبُو الْفَضْلِ

ایک دوسرا شاعر یوں قصیدہ خوانِ باب الحوائج ہے:

"اے ابوالفضل العباسؑ! میں آج حاجت روائی کے لیے آپ کے دَر پر سائل بن کر آیا ہوں کیوں کہ آپ نواسہ رسولؐ کے بھائی ہیں۔ اگر آپ میرے جیسے مفلس کی حاجت روائی کر دیں تو کوئی تعجب نہیں ہے کیوں کہ حاجات پوری کرنے کی وجہ ہی سے آپ کو ابوالفضل کے نام سے پکارا جاتا ہے"۔

اللہ تک پہنچانے والے ابواب و وسائل

بے شک چہاردہ معصومینؑ یعنی رسولؐ اللہ، صدیقہ کبریٰ، حضرت فاطمۃ الزہراؑ اور بارہ آئمہ اہلِ بیتؑ اور اسی طرح ان کے بعض خاص احباب و انصار سب کے سب ابواب الحوائج ہیں اور خوشنودیٔ پروردگار اور جنت الفردوس کے لیے وسیلہ ہیں۔ یہ وہ اسمائے حسنیٰ ہیں کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ مجھے ان کے وسیلے سے پکارا جائے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا

"اور اللہ کے لیے اسمائے حسنیٰ ہیں پس اسے ان کے ساتھ پکارو"۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ

"اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے وسیلہ تلاش کرو"۔

Presented by www.ziaraat.com

لیکن ان مقدس ہستیوں میں سے بعض ایسے ہیں جو باب الحوائج کی حیثیت سے معروف و مشہور ہیں۔ ان چار مقدس افراد میں سے آئمہ اہلِ بیتؑ میں سے ایک اور باقی تین اہلِ بیت علیہم السلام کے احباب و خواص میں سے ہیں۔

باب الحوائج اوّل

آئمہ علیہم السلام میں سے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بین المسلمین باب الحوائج کے طور معروف ہوئے کیوں کہ چشمِ فلک نے آپؑ کی ذات سے اور آپؑ کی مرقد شریف سے بے شمار کرامات و معجزات کا مشاہدہ کیا اور مہمات و حاجات کو پورا ہوتے دیکھا حتیٰ کہ اہلِ سنت والجماعۃ کے آئمہ اور اکابر علما نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے چہ جائے کہ صرف شیعہ خواص وعوام ہی مانتے۔

شافعی مسلک کے امام محمد بن ادریس شافعیؒ نے تاریخِ بغداد میں کہا ہے:
''حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا روضۂ مبارک دکھی دلوں کے لیے نسخۂ اکسیر ہے اور روحانی وقلبی امراض کے لیے شفا ہے۔ شیخ حنابلہ حسن بن ابراہیم ابوعلی الخلال نے فرمایا: ''جب بھی مجھے کوئی سخت و مسلسل حاجت یا مسئلہ پیش آیا تو میں نے قبرستانِ قریش کے احاطہ کا رُخ کیا اور موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی قبر کے ساتھ کھڑے ہوکر ان کے توسّل سے اللہ تعالیٰ سے اپنی قضائے حاجت کا سوال کیا اور کبھی محروم نہیں لوٹا بلکہ میری حاجت پوری ہوئی (تاریخ بغداد)۔ یہ تو ہیں علما اہلِ سنت کے اعترافات اور جہاں تک بات ہے علمائے تشیع کی تو ایسے تذکروں سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔

باب الحوائج دوّم

باقی تین ابواب الحوائج آئمہ معصومینؑ کے خواص و احباب میں سے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

دوسرے باب الحوائج وہ طفلِ شیرخوار ہیں جن کا نام علی اصغرؑ ہے۔ امام حسینؑ کے ہاتھوں پر یزید بن معاویہ کے سنگ دل لشکر سے پانی مانگا۔ یہ وہ مجاہد کربلا ہیں جو سن میں سب سے چھوٹے مگر قدر و معنویت میں بہت بڑے ہیں۔ سپاہِ شام بجائے اس کے شدتِ پیاس سے بلکتے ہوئے اس طفل رضیع کو دو قطرہ ہائے آب سے سیراب کرتی، کاسۂ موت سے سیراب کر دیا، اپنے تیر جفا کا نشانہ بنایا۔ تیر معصوم شہزادے کو ورید سے ورید تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح کرتے ہوئے گزر گیا۔ شہزادے نے اپنے بابا کے مقدس ہاتھوں پر طیرِ مذبوح کی طرح تڑپتے ہوئے جان دے دی لیکن آخری سانس لیتے ہوئے اس معصوم کے لبوں پر ایک عظیم ابتسام و مسکراہٹ تھی۔ جو اس بات کا اعلان تھا کہ میں نے اپنی رضا سے اپنی ننھی جان کا نذرانہ دین خدا کی سربلندی کے لیے پیش کیا ہے۔ خداوند متعال کو یہ ادائے ایثار اتنی پسند آئی کہ اسے احسنِ قبولیت کا درجہ دیا اور شہزادے کو باب الحوائج قرار دیا۔

باب الحوائج سوم

تیسری باب الحوائج اُم البنینؑ، اُم ابی الفضل العباسؑ، حضرت فاطمہ بنت حزام الوحیدیہ الکلابیہؑ ہیں۔ آپ نے یہ مقام اپنے حسنِ اعتقاد، شدتِ اخلاص، ایمان باللہ، ایمان بالرسول اور اہلِ بیتؑ رسولؐ کے ساتھ حقیقی اور سچی محبت کے عوض پایا۔

جب آپ ابن عمِ رسولؐ اللہ امیرالمومنین علی علیہ السلام کی زوجیت کا ہار گلے میں پہنے آستانہ جناب امیرؑ میں قدم رکھنے لگیں تو دہلیز پر رُک کر عہد کیا کہ فرزندان و ریحانتینِ رسولؐ امین، ہمامین حضرات حسنین علیہما السلام کی خدمت کروں گی اور واقعاً آپؑ نے زندگی بھر فرزندگانِ رسولؐ کو اپنی ذات، اپنی اولاد اور اپنے رشتہ داروں پر مقدم جانا، اپنی اولاد کو ان کی محبت کا درس دیا اور انھی کی محبت پر ان کی

Presented by www.ziaraat.com

تربیت کی۔ اپنے علم و عمل سے اپنی اولاد کو ذہن نشین کرایا کہ ہمیشہ سبطین نبی کو اپنے نفس پر مقدم رکھنا، اپنی روح و جان کو ان پر ہمہ وقت قربان کرنے کے لیے تیار رہنا۔ جب امام حسین علیہ السلام مدینہ سے مکہ و عراق کی طرف عازم سفر ہوئے تو بی بی نے اپنے سب بیٹوں کو امامؑ کے ساتھ روانہ کیا اور انھیں وصیت کی اور حکم فرمایا: میرے بیٹو! کبھی اور کسی قیمت پر اپنے امام و سردار کی نصرت، حفاظت اور دفاع سے غافل نہ ہونا اور تاریخ گواہ ہے کہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ نہ امامؑ سے آگے بڑھے اور نہ نصرتِ امامؑ سے قدم پیچھے کھینچا اور یوں دنیا و آخرت کے عظیم شرف و ثواب کو پالیا۔

بی بیؑ کی محبت اہلِ بیتؑ کا معیار دیکھیے کہ جب بشر بن حذلم مدینہ میں شہادتِ حسینؑ کی خبر لایا۔ بی بی گھر سے نکلیں، بشر سے اپنے بیٹوں کے بارے میں نہیں پوچھا بلکہ کہا کہ مجھے میرے سیّد و سردار حضرت حسینؑ کا حال بتاؤ۔ بشر آپ کو آپ کے بیٹوں کی شہادت کی خبر ایک ایک کرکے بتاتا جاتا ہے اور آپ بڑے مضبوط دل کے ساتھ اور سکونِ نفس کے ساتھ سنتی ہیں اور جواب میں کہتی ہیں کہ فدیۂ حسینؑ ہوا، فدیۂ حسینؑ ہوا۔ پھر پوچھتی ہیں: بشر! میں تم سے اپنے سیّد و سردار کا پوچھتی ہوں اور تم میرے بیٹوں کی خبر دیتے ہو اور جب آپ کو شہادتِ امامؑ کی خبر ہوتی ہے تو بلند گریہ و بکا کرتی ہیں اور بے ہوش ہو جاتی ہیں۔

اور یہاں جب اللہ نے آپ کا عروجِ اخلاص، عظیم محبت و ولائے اہلِ بیتؑ اور آپ کے قول و فعل کی صداقت دیکھی تو آپ کو دنیا و آخرت کا شرف عطا کیا۔ آپ کو باب الحوائج اور اپنی رضا و غفران کا وسیلہ قرار دیا۔ جب بھی کوئی حاجت مند اور صاحبِ مشکل آپ کو اللہ تک واسطہ بناتا ہے تو اللہ عزوجل اس کی مشکل کو ضرور آسان فرما دیتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

باب الحوائج چہارم

چوتھے باب الحوائج حضرت ابوالفضل العباسؑ ہیں اور آپ کیا ہی عمدہ باب الحوائج ہیں۔ آپؑ کو یہ عزت و مرتبہ عظیم امتحان اللہ تعالیٰ نے ایثار و وفا کی وجہ سے عطا فرمایا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول معروف زیارت کے الفاظ یوں ہیں:

اَشْهَدُ لَقَدْ نَصَحْتَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَخِيْكَ فَنِعْمَ الْاَخُ الْمُوَاسِيْ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اللہ، رسولؐ اور امامؑ کا حق ادا کیا، آپ باوفا بھائی تھے''۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہی کے الفاظ ہیں:

فَنِعْمَ الصَّابِرُ الْمُجَاهِدُ الْحَامِيْ النَّاصِرُ وَالْاَخُ الدَّافِعُ عَنْ اَخِيْهِ

''آپ کمال صابر و مجاہد، محافظ و ناصر اور اپنے بھائی کے دفاع کا حق ادا کرنے والے ہیں''۔

بے شک حضرت ابوالفضلؑ نے اپنے بھائی و سردار سے اخوت و وفا کا حق ادا کر دیا جبھی تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپ کی مدح و ثنا کرتے ہوئے نعم الاخ المواسی کا لقب عطا فرمایا ہے۔

اور چونکہ حضرت ابوالفضل العباسؑ کا ہم و غم صرف نصرت و حمایت و دفاعِ امامؑ تھا۔ اسی لیے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے تعریف کرتے ہوئے آپ کو فَنِعْمَ الصَّابِرُ الْمُجَاهِدُ الْحَامِيْ النَّاصِرُ وَالْاَخُ الدَّافِعُ عَنْ اَخِيْهِ کے الفاظ کا اعزاز دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سرکارِ وفا اللہ، رسولؐ و اہلِ بیتؑ پر پختہ ایمان اور امامِ وقتؑ کے کامل ادب کی بدولت اپنے علم و فضل اور سرداری کو خاطر میں نہ لاتے تھے اور خود

Presented by www.ziaraat.com

کو اپنے مولا و آقا اور الٰہی قائد و راہبر کی بارگاہ میں محض ایک سپاہی سمجھتے تھے اور یہ کیسے نہ ہوتا کہ امام حسین علیہ السلام تو تھے ہی مخلوق پر حجتِ خدا اور منصوص من اللہ والرسول اور حضرت عباسؑ حجتِ خدا کے حق کی خوب معرفت رکھتے تھے۔ آپ نے ساری زندگی حتیٰ کہ عاشورا کے دن بھی اپنی رائے اور اجتہاد سے کام نہ لیا بلکہ اپنے مولا و امام علیہ السلام کی زبانِ اقدس سے صادر ہونے والے تمام احکام کی بلاکم و کاست تعمیل و اطاعت انجام دی۔ اس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ آپ کا جذبۂ جہاد بھی اذنِ امامؑ کا منتظر رہتا ہے حالانکہ مخالفین وہ بدبخت ظالم و منافق جماعت ہے جو حُرمتِ خدا و رسولؐ و اہلِ بیت رسولؐ کو پامال کرنے کے در پے ہے اور تہِ تیغ کیے جانے کی مکمل سزاوار ہے۔ لیکن امام حسین علیہ السلام اِذنِ جہاد نہیں دیتے اور اتنا کہتے ہیں کہ بھیا اگر ضرور ہی جانا چاہتے ہو تو ان اطفال کے لیے کچھ پانی کا بندوبست کر دو۔

ابوالفضلؑ اپنے امامؑ کے دہنِ اقدس سے نکلے ہوئے لفظوں کی اِطاعت کرتے ہیں اور اعدا سے جنگ کا ارادہ بدل دیتے ہیں، خیام کا رُخ کرتے ہیں اور سوکھا مشکیزہ اُٹھا کر پیاسے بچوں کے لیے پانی لانے کے لیے نہرِ علقمہ کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ علیؑ کا شیر پلک جھپکتے میں فرات کے گھاٹ سے دشمن کو تتر بتر کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ تین دن کا پیاسا مجاہد فرات میں داخل ہوتا ہے۔ شدتِ پیاس سے کلیجہ جل رہا ہے (فطرتِ انسانی کے مطابق) پانی چلو میں بھر کر منہ کے قریب کرتے ہیں۔ تو امامؑ کی پیاس یاد آجاتی ہے، چنانچہ خلافِ وفا جان کر پانی پھینک دیتے ہیں۔ جلدی سے مشکیزہ بھرتے ہیں اور خیام کا رُخ کرتے ہیں اور ذہن میں فقط ایک ہی خیال ہے کہ جیسے بھی ہو، پانی ان پیاسوں تک پہنچ جائے جن کی نظریں فرات اور مشکیزۂ عباسؑ پر لگی ہوئی ہیں۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

عباسؑ کی توجہ پانی لانے پر مرکوز ہے، جنگ پر نہیں!

حضرت عباسؑ اپنے بھائیوں بیٹوں کے قاتلوں سے جنگ کرنے کو ترجیح نہیں دے رہے حالانکہ اپنے شہداء کے قاتلوں سے انتقام لینا ہر غازی کا حق ہے لیکن حضرتؑ کی اوّلین ترجیح اطاعتِ حکمِ امامؑ میں پانی خیام تک پہنچانا ہے ورنہ عباسؑ جیسا بطلِ عظیم جس نے شجاعت امیر المومنین علیؑ جیسے باپ سے وراثت میں پائی ہو۔ اوّل ترجیح جنگ اور تعاقبِ اعدا کو قرار دے دے تو ہم جنگِ نہروان کو ذہن میں رکھ کر بلا تامل یہ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی ایک دشمن بھی زمینِ کربلا پر زندہ نہ بچے لیکن عباسؑ کے لیے دل کا سکون اتباعِ امرِ امامؑ کرتے ہوئے ان پیاسے بچوں کے لیے پانی لانا ہے کہ جو شدتِ پیاس سے تڑپ رہے ہیں، جن کی العطش کی صدائیں فضاء کربلا کو چیرتی آسمان تک پہنچ رہی ہیں۔ جب دشمن نے ترجیح عباسؑ کا یقین کرلیا تو ان کے بھاگتے ہوئے قدم رُکے۔ انھوں نے اپنی منتشر جمعیت کو اکٹھا کیا وہ جانتے تھے کہ اب تو عباسؑ پانی کے لیے آئے ہیں۔ پانی خیموں میں پہنچا کر جب خالصتاً جنگ کی خاطر آئیں گے تو پھر شاید ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچ سکے۔

اور یہ (آلِ عبا کے لیے) بڑی مصیبت کا وقت تھا جب اصولِ حرب کو پاش پاش کرتے ہوئے ایک شقی القلب کھجور کے درخت کی اُوٹ سے اچانک ظلم بھری ضرب لگائی۔ حضرتؑ کا دایاں بازو شہید ہوگیا پھر کمین گاہ سے ایک دوسرے شقی نے وار کیا اور حضرتؑ کا بایاں بازو شہید ہوگیا۔ ان ضربوں سے کہیں زیادہ تکلیف حضرتؑ کو اس وقت ہوئی جب ایک تیرِ جفا مشکیزے میں آلگا اور سارا پانی بہ گیا۔
یہ وہ وقت تھا جب انتظار کرتے پیاسے بچوں تک پانی پہنچنے کی اُمید ٹوٹ گئی اور اس کوشش میں بازو بھی ساتھ چھوڑ گئے۔ نیز دشمنانِ حسینؑ سے جنگ کی حسرت بھی دل ہی میں رہ گئی۔ علیمٌ بذاتِ الصُّدور نے اس عظیم مجاہد کے ایثار و اخلاص کا اجر

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

دنیا میں یوں دیا کہ دنیا والوں کے لیے باب الحوائج قرار دے دیا یعنی جو بھی شخص آپ کو اپنی دعا میں وسیلہ بنائے گا، خدا اس کی دعا ضرور مستجاب فرمائے گا اور آخرت کا اجر یوں دیا کہ آپ کو کٹے بازوؤں کے صدقے میں دو پر عطا فرما دیے جن کے ساتھ آپ اپنی مرضی سے جنت میں محوِ پرواز ہیں، اور آپ کو جنت الفردوس میں وہ اعلیٰ وارفع مقام و مرتبہ ملا ہے جس پر تمام شہدا رشک کرتے ہیں۔

.......●.......

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

بارہواں خصیصہ

حضرت ابوالفضلؑ بحیثیت ساقی

عملِ سقایت حضرتؑ کو اجداد و آبائے طاہرینؑ سے وراثت میں ملا۔ شرفِ سقایت سارے قریش میں سے بنی ہاشم کے ساتھ مختص تھا کیوں کہ بنو ہاشم عزت و شرافت، سخاوت و کرم نوازی میں مشہور تھے۔ یہ صرف بنی ہاشم ہی تھے جو اپنے اموال کو سخاوت اور بڑے دل کے ساتھ خرچ کرتے تھے۔ پانی مہیا کرنے کے لیے اپنی طاقت خرچ کرتے، اللہ کے مہمانوں اور حجاج بیت اللہ کے لیے بلکہ سب انسانوں کے لیے وافر طعام مہیا کرتے تھے اور بنو ہاشم کی یہ صفت اور شرف عوام الناس میں بہت مشہور تھا۔ حتیٰ کہ اعدا بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ معاویہ بن ابی سفیان جو بنو ہاشم کا سخت ترین دشمن تھا یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے:

اِذَا لَمْ یَکُنِ الْهَاشِمِیُّ جَوَّادًا لَمْ یَشْبَهُ اَصْلَهٗ

''جو ہاشمی سخی نہ ہو وہ اپنی اصل پر نہیں ہے، یعنی جو ہاشمی ہو سخی ضرور ہوتا ہے''۔

اور تاریخ کے مطابق قُصَی بن کلابؓ وہ ہستی تھے جنھوں نے حجاج کو پانی پلانے اور اطعام طعام کی بنیاد رکھی۔ پھر یہ صفت ان کے بیٹے عبد مناف، پھر ان کے بیٹے ہاشم نے وراثت میں پائی اور جب حضرت ہاشم فوت ہوئے تو ان کے بیٹے عبدالمطلب کم سن تھے تو ان کے ماموں مطلب بن عبدِ مناف نے سقایت کی ذمہ داری سنبھالی اور جب حضرت عبدالمطلب جوان ہوگئے تو ان کے سپرد کر دی جنھوں نے اسے بڑے احسن طریقے سے جاری رکھا۔ پھر اللہ نے حضرت عبدالمطلب کے ہاتھ

Presented by www.ziaraat.com

پر چشمۂ زمزم کو دوبارہ جاری و ظاہر فرمایا جو کہ سابقہ قریش کی بداعمالیوں کی وجہ سے ویران و پوشیدہ ہو چکا تھا۔

جس طرح اللہ نے آپؑ کے جدِ بزرگ اسماعیل بن ابراہیمؑ کو چشمہ جاری کر کے عزت بخشی ایسے ہی حضرت عبدالمطلبؑ کے ہاتھ پر چشمہ دوبارہ جاری کر کے انھیں بھی عزت بخشی۔ اور جب حضرت عبدالمطلبؑ کی وفات ہوئی تو یہ ذمہ داری حضرت ابوطالبؑ نے نبھائی۔ پھر آپؑ نے سقایت اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلبؑ کے حوالے کی۔ حضرت عباسؓ نے فتح مکہ کے وقت حضورؐ سرور کائناتؐ کے سپرد کردی لیکن حضورؐ نے انھی کو لوٹا دی کیوں کہ آپ کا انداز اور سنت یہی تھی اور آپ کے دینِ حنیف کی تعلیم یہ تھی کہ اگر منافیِ اسلام نہ ہوتا تو ہر فضیلت کو سابقہ بندے کے پاس ہی رہنے دیتے تھے اور کسی کو اس کے منصب اور حق سے نہ ہٹاتے تھے جو اسلام سے قبل اس کے پاس تھا لیکن شرط یہ ہے کہ خلاف اسلام نہ ہو اور مرضیِ جمہور کے خلاف نہ ہو۔

رسولؐ اللہ کا پانی پلانا

جب حضورؐ اپنے چچا حضرت ابوطالبؑ کے ساتھ تجارتی قافلے شام کی طرف لے جا رہے تھے تو حسب سابق ایک کنویں پر رُکے جہاں سے سب لوگ ہمیشہ پانی پیا کرتے تھے۔ پتا چلتا ہے کہ وہ کنواں بند اور خشک ہو چکا ہے تو حضورؐ نے اپنی انگشت ہائے مبارک کے پوروں سے پانی جاری فرما کر اپنے عمِ محترم اور سب قافلہ والوں کو سیراب کیا۔ ایسا کئی دفعہ ہوا کہ آپؐ کے اصحاب کو سخت پیاس لگی تھی اور اردگرد کہیں سے بھی پانی دستیاب نہ ہوسکا تو حضورؐ نے بطریقِ معجزہ اپنے ساتھیوں کو جی بھر کر پانی پلایا۔

ایک دفعہ مکہ میں خشک سالی سے قحط پڑ گیا۔ حضرت ابوطالبؑ نے رسولؐ اللہ

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

کا واسطہ دے کر بارانِ رحمت کی دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اتنی بارش ہوئی کہ وادی وصحرا سرسبز ہوگئے۔ اسی موقع پر حضرت ابوطالبؑ نے یہ شعر پڑھا:

وَاَبْيَضُ يَسْتَسْقِى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ

ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

"یعنی رسولؐ اللہ کے خوب صورت چہرے سے خود بادل پانی طلب کرتا ہے۔ آپ ہی کی ذات یتیموں اور بیواؤں کی محافظ اور فریادرس ہے"۔

ایک دفعہ اہلِ مدینہ کے لیے بھی حضورؐ نے نزولِ بارش کی دعا فرمائی۔ ابھی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ آسمان پر بادلوں کی گھٹائیں اُمڈ آئیں اور اتنی بارش برسی کہ خواص کی چیخ و پکار بلند ہوئی: "یارسولؐ اللہ! ہم ڈوب گئے، ہم ڈوب گئے۔ حضورؐ نے بادل سے مخاطب ہوکر فرمایا: ہمارے فائدے کے لیے برس نہ کہ نقصان کے لیے"۔ اسی وقت مطلع یوں صاف ہوگیا (جیسے پادری کا سر بالوں سے صاف ہوتا ہے)۔

بارش کے فوراً تھم جانے پر حضورؐ خوشی سے مسکرائے اور فرمایا: خدا رحمت کرے ابوطالبؑ پر۔ اگر آج وہ زندہ ہوتے تو ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی یعنی بہت خوش ہوتے۔ وہاں پر بنی کنانہ کا ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے یہ اشعار کہے:

لَكَ الْحَمْدُ وَالْحَمْدُ مِمَّنْ شَكَرَ

سُقِيْنَا بِوَجْهِ النَّبِيِّ الْمَطَرُ

وَكَانَ كَمَا قَالَهٗ عَمُّهٗ

اَبُوْ طَالِبٍ اَبْيَضُ ذُوْ غُرَرٍ

بِهِ اللّٰهُ يَسْقِى صَوْبَ الْغَمَامِ

Presented by www.ziaraat.com

وَ هٰذَا الْعَیَانُ لِذَاکَ الْخَبَرُ

''ہم نبی علیہ السلام کے تشکر کے طور پر ان کی مدح وثنا کرتے ہیں کہ ان کے صدقے میں ہم باران سے سیراب ہوئے اور آپؑ بقول حضرت ابوطالبؑ کے سفید وخوب صورت چہرے والے ہیں جس کے صدقے اللہ تعالیٰ بارشیں نازل فرماتا ہے اور یہ آنکھیں اور یہ بارش کے پانی سے جاری چشمے اس بات کے گواہ ہیں''۔

حضرت امیرؑ کی اہلِ بدر کے لیے سقایت

جنگِ بدر کا دوران ہے شدید سردی کا موسم اور گھپ اندھیرا ہے، کنواں لشکرِ مشرکین کے قریب ہے۔ سخت اندیشہ ہے کہ جو پانی بھرنے جائے گا دشمن کے ہتھے چڑھ جائے گا۔ ایک مشکل یہ بھی ہے کہ ہاتھ پانی تک نہیں پہنچتا اور کنویں پر کوئی ڈول بھی نہیں ہے۔ کوئی مسلمان پانی لانے کی ہمت نہیں کر رہا۔ جناب امیرؑ اکیلے جاتے ہیں، کنویں میں داخل ہو کر مشکیزہ بھرتے ہیں اور رسولؐ اللہ کے خیمہ کی طرف چل پڑتے ہیں۔ راستے میں تین دفعہ اتنی زوردار ہوا سے سامنا ہوتا ہے کہ حضرتؑ کو تھوڑی دیر کے لیے رُکنا پڑتا ہے۔ آپؑ حضورؐ کے پاس پہنچ کر ہوا کے بگولوں کا قصہ بتاتے ہیں۔

حضورؐ فرماتے ہیں کہ پہلی دفعہ ہوا کا زور اس لیے تھا کہ جبرئیلؑ ایک ہزار ملائکہ کے ساتھ گزرے۔ پھر میکائیلؑ ایک ہزار ملائکہ کے ساتھ گزرے اور پھر اسرافیلؑ ایک ہزار فرشتوں کے لشکر کے ساتھ گزرے۔ یاعلیؑ! سب نے آپؑ کو اس طرح سلام کیا ہے اور وہ ہماری مدد کے لیے آئے ہیں۔

اسی دن سے مشہور ہو گیا کہ علیؑ کے لیے ایک رات میں تین ہزار اور تین

Presented by www.ziaraat.com

مناقب آئے ہیں۔ اس مفہوم کو سید حمیری نے اپنے قصیدہ میں یوں بیان کیا ہے:

ذَاكَ الَّذِیْ سَلَّمَ فِیْ لَیْلَةٍ
عَلَیْهِ مِیْكَالُ وَ جِبْرَئِیْلُ
جِبْرَئِیْلُ فِیْ اَلْفٍ وَ مِیْكَالُ فِیْ
اَلْفٍ وَ یَتْلُوْهُمْ سَرَافِیْلُ
لَیْلَةَ بَدْرٍ مَدَدًا اُنْزِلُوْا
كَاَنَّهُمْ طَیْرٌ اَبَابِیْلُ

"علیؑ وہ ہیں کہ جن کو بدر کی رات میکائیلؑ و جبرئیلؑ و اسرافیلؑ نے ہزار ہزار ملائکہ کی جمعیت کے ساتھ سلام پیش کیا۔ وہ ملائکہ طیر ابابیل کی مثل مدد لے کر نازل ہوئے تھے"۔

یوم حدیبیہ کی سقایت

حدیبیہ کے دن بھی جناب امیر علیہ السلام ساقی نظر آتے ہیں۔ جب حضورؐ اپنے اصحاب کے ساتھ مقام جحفہ میں پہنچے ہیں تو وہاں پانی ختم ہو جاتا ہے۔ سعد بن ابی وقاص کو چند افراد کے ساتھ مشکیزے دے کر بھیجتے ہیں۔ وہ خالی واپس آتے ہیں اور کہتے ہیں: یارسولؐ اللہ! مجھ پر دشمن کا رعب بیٹھ گیا ہے۔ میں آگے جانے کی ہمت نہیں رکھتا۔ پھر آپؐ نے ایک اور شخص کی سربراہی میں کچھ افراد کو بھیجا۔ وہ شخص بھی خالی لوٹا اور وہی لفظ دہرائے۔

اب رسولؐ اللہ نے علیؑ کو بلایا اور پانی لانے کے لیے اسی جماعت کے ساتھ بھیجا۔ سب کو یقین تھا کہ یہ بھی حسب سابق خالی ہی لوٹیں گے لیکن علیؑ بے دھڑک گھاٹ پر وارد ہوتے ہیں، مشکیزے بھرتے ہیں اور حضورؐ کے پاس حاضر ہو جاتے ہیں۔ آپؐ نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہیں اور حضرتؑ کے لیے دعا فرماتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

جناب امیر علیہ السلام کی سقایت کے بے شمار واقعات تاریخ کے سینے پر ثبت ہیں جن میں سے ایک موقع وہ ہے کہ جب لوگوں نے حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ حضرت اُم حبیبہؓ بنت ابی سفیان پانی لے کر گئیں تو ان کو راستے میں روک کر پانی بہا دیا گیا۔ اس وقت حضرت علیؑ نے اپنے بیٹوں کو پانی دے کر حضرت عثمان تک پہنچایا۔

اسی طرح ایک دفعہ جنگ میں معاویہ بن ابی سفیان کے لشکر نے دریائے فرات پر قبضہ کر کے لشکرِ علیؑ کو پانی لینے سے منع کر دیا اور معاویہ نے کہا: اُقْتُلُوْھُم عَطَشًا ''ان کو پیاسا قتل کرو''۔

لیکن جب اس کے برعکس جناب امیرؑ نے دریا پر قبضہ کر لیا تو لشکرِ معاویہ پر پانی بند نہ کیا۔

حسنین شریفینؑ کا استسقاء

ایک دفعہ اہلِ کوفہ کو سخت خشکی کا سامنا تھا۔ حضرت امیرؑ نے شہزادوں کی فضیلت و مقام لوگوں پر آشکار کرنے کے لیے امامین سے طلب باران کے لیے فرمایا۔ ابھی شہزادوں کی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ موسلا دھار بارش شروع ہوگئی اور کوفہ کی خشکی سیرابی میں اور قحط بارانِ رحمت میں بدل گیا۔

امام حسینؑ کا کوفیوں کو پانی پلانا

یہ واقعہ ساقیٔ کوثر کے فرزند کے احسان اور رحم دلی کا ایسا واقعہ ہے جسے تاریخ کبھی نہیں بھول سکتی۔ امام حسینؑ مکہ اور مدینہ کے قیام کو چھوڑ کر کوفہ کے سفر پر روانہ تھے۔ وقتِ سحر تھا اور قافلۂ امامؑ کا پڑاؤ منزلِ شراف میں تھا۔ آپ نے اپنے نوجوانوں کو حکم دیا کہ خوب سیر ہو کر پانی پی لیں اور کوچ کرنے سے پہلے جتنے بھی

Presented by www.ziaraat.com

برتن کسی کے پاس ہیں، سب پانی سے بھر لیں۔ سب نے تعمیلِ امر کی لیکن کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس امر کی وجہ کیا ہے۔ قافلہ چلا راستے میں حرؑ کے لشکر سے سامنا ہوا۔ (حرؑ اس وقت سپاہِ یزید کا ایک کمانڈر تھا) لشکر کی حالت یہ تھی کہ سورج کی تپش اور گرم آہنی ہتھیاروں کے بوجھ کی وجہ سے جگر کباب ہو رہے تھے اور شدتِ پیاس نے انھیں اَدھ موا کر دیا تھا۔ امامؑ کے جاں نثاروں کو زیادہ پانی بھرنے کی وجہ تب سمجھ آئی جب امامؑ نے حکم دیا کہ حُر کے لشکر کو سیراب کرو۔ ان کے گھوڑوں کو بھی پانی پلاؤ۔ مجاہدین حرکت میں آئے، سارے لشکر کو سیراب کیا پھر بڑے برتنوں میں پانی ڈال کر گھوڑوں کے آگے رکھا۔ جب کوئی جانور تین مرتبہ پانی پی کر سیراب ہو جاتا تو بقیہ پانی اس کے تپتے جسم پر انڈیل دیا جاتا۔ لشکرِ حُرؑ سے سب سے آخر میں علی بن طحان محاربی نامی شخص پہنچا۔ امامؑ نے اس سے فرمایا: پانی بردار اُونٹ کو بٹھاؤ اور مشک کا منہ کشادہ کر کے پانی پیو۔ وہ شدتِ پیاس سے اس قدر نڈھال تھا کہ کچھ سمجھ نہ پایا۔ تب ساقیٔ کوثر کے وارث خود کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مشکیزے کا منہ کھولتے ہیں اور اسے پانی پلاتے ہیں نیز فرماتے ہیں کہ اپنے گھوڑے کو بھی خوب سیراب کر لو۔

غیر معمولی حالات میں جنابِ عباسؑ کی سقایت

حضرت عباسؑ نے ایک ساقی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ آباؤ اجداد طاہرین ہیں تو بھائی حسنینؑ، امامین، ہمامین، دنیا و آخرت کے ساقی، لیکن حضرت ابوالفضلؑ نے ایسے منفرد انداز سے اور ایسے کٹھن حالات میں سقایت کی کہ لقب "سقا" کو پورے اعزاز کے ساتھ اپنے نام کے ساتھ خاص کر دیا۔

آپ ہر مناسبت اور ہر موقع پر سقایت کے لیے آمادہ نظر آتے ہیں خاص طور پر کربلا میں اور بالاخص اس وقت کی آپ کی سقایتِ زمانہ بھول ہی نہیں سکتا۔ جب یزید لعین اور ابن زیاد ملعون کے حکم سے عمر ابن سعد لعین نے امام حسینؑ کے

Presented by www.ziaraat.com

اہل بیتؑ واصحاب پر پانی بند کر دیا۔ یہ بندشِ آب سات محرم الحرام اکسٹھ ہجری سے عاشور کی شام تک برقرار رہی۔

اکسٹھ ہجری کا محرم موسم گرما میں آیا۔ وسط عراق کی گرمی بہت سخت اور خشک ترین ہوتی ہے۔ اوپر سے جنگ کی آگ درازیٔ جنگ کی شرر افشانی، اِخوان و احباب کے مقدس نفوس کو تلواروں اور نیزوں کا لگ جانا یہ ایسے عوامل ہیں جو بدنی پیاس میں کئی گنا اضافے کا باعث بنتے ہیں اور یہ مسلمہ ہے کہ ایسے ماحول و حالات میں سقایت کرنا بہت بڑی اہمیت اور خاص عظمت کا حامل ہے اور ایسا ساقی یقیناً بہت بلند مقام اور درجۂ عالیہ کا سزاوار ہے اور یہ مقام فقط حضرت عباس بن علیؑ نے اپنی عظیم قربانی سے حاصل کیا ہے۔ تاریخ الخمیس اور سرائر ابن ادریس جیسی کتب تاریخ و اخبار میں یہ لفظ تحریر ہیں کہ عاشورائے محرم میں اور بالخصوص بندشِ آب کے ایام میں سلطانِ کربلا کے لیے حضرت ابوالفضل العباسؑ نے جو مشکل ترین سقایت کی ہے اسی کی وجہ سے آپ کو لقب "السقا" ملا ہے۔

حضرت عباسؑ کی کم سنی کی ایک سقایت

ثمرات الاعواد میں روایت درج ہے کہ ایک دن جناب امیر علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ ان کے گرد ریحانتینِ نبی امامین ہمامین (سخی بادشاہ) جنابِ حسنینؑ اور ان کے پہلو میں حضرت ابوالفضلؑ دوزانو بیٹھے تھے۔ امام حسینؑ نے پیاس محسوس کی۔ حضرت عباسؑ نے جان لیا۔ اگرچہ چھوٹی سی عمر تھی، لیکن فوراً کھڑے ہو کر گھر کی طرف روانہ ہوئے اور اپنی والدہ محترمہ اُم البنینؑ سے عرض کیا: اماں جان! میرے مولا و سردار امام حسینؑ پیاسے ہیں، ٹھنڈا پانی مہیا کریں۔

مخدومہ فوراً کھڑی ہو گئیں اور جلدی سے کاسۂ آب پُر کیا اور حضرت عباسؑ کے سر پر رکھ کر بڑی محبت و احترام سے فرمایا: اپنے مولا و آقا حسینؑ کے پاس لے

Presented by www.ziaraat.com

جاؤ۔ حضرت عباسؑ پانی لے کر اپنے مولاؑ کی طرف چلے۔ صغر سنی کی وجہ سے پانی پوری طرح سنبھالا نہیں جا رہا ہے اور کاسے سے اُچھل کر شانوں پر پڑ رہا ہے۔ حضرت امیرؑ کی نظریں اس منظر کو دیکھتی ہیں تو واقعۂ کربلا کی تصویریں سامنے آجاتی ہیں۔ آنکھیں برسنے لگتی ہیں، اشکوں سے رخسار بھیگ جاتے ہیں۔ آپؑ حضرت عباسؑ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں: بیٹا عباسؑ! تم ساقیٔ عطاشاءِ کربلا ہو۔ پس اسی سے آپ کا نام "السقا" پڑ گیا۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

تیرہواں خصیصہ

حضرت عباسؑ ساقیِ عطاشاءِ کربلا

اِذَا کَانَ سَاقِی النَّاسِ فِی الْحَشْرِ حَیْدَر
فَسَاقِی عَطَاشَاءِ کَرْبَلَا اَبُوْ الْفَضْلِ
عَلٰی اَنَّ سَاقِیَ النَّاسِ فِی الْحَشْرِ قَلْبُہٗ
مُرِیْعٌ وَھٰذَا بِالظَّمَاءِ قَلْبُہٗ یَغْلِیْ

''میدانِ حشر میں لوگوں کے ساقی حیدرِ کرارؑ ہیں تو کربلا کے پیاسوں کے ساقی ابوالفضل العباسؑ ہیں، مگر فرق یہ ہے کہ حشر کے ساقی کا دل مسرور ہوگا جب کہ ساقیِ کربلا خود پیاسا ہے اور دل شدت پیاس سے اُبل رہا ہے''۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

سید جعفر حلیؒ کربلا والوں کی پیاس اور سقایتِ عباسؑ کو یوں نظم کرتے ہیں:

اَوْ تَشْتَکِی الْعَطْشَ الْفَوَاطِمُ عِنْدَہٗ
وَبِصَدرِ صَعدَتِہٖ الْفُرَاتُ الْمُفعم
لَوْ سَدَّ ذُوالْقَرْنَیْنِ دُوْنَ وُرُوْدِہٖ
نَسَفَتْہُ ہِمَّتُہٗ بِمَا ھُوَ اَعْظَمُ
وَلَوِ اسْتَقٰی نَھرَ الْمَجَرَّۃِ لَارْتَقٰی
وَطَوِیْلُ ذَابِلِہٖ اِلَیْھَا سُلَّمُ

''حضرت ابوالفضل العباسؑ واقعی ساقی عطاشاءِ کربلا کے لقب و اعزاز کے سزاوار ہیں۔ عباسؑ کی عظیم ہمت، عزم اور

Presented by www.ziaraat.com

غیرت برداشت نہیں کر سکتی کہ اولادِ فاطمہؑ سے کسی فرد کو پیاسا یا پانی کے لیے فریاد کرتا ہوا دیکھے چاہے ذوالقرنین جیسی مضبوط قوت ہی سدِ راہ کیوں نہ بن رہی ہو۔ عباسؑ ان کے لیے آبِ فراواں مہیا کر دیں۔ نہرِ فرات کی تو بات ہی چھوڑیں اگر آسمانوں میں موجود کسی نہر سے پانی لانا ہو تب بھی وہ اپنے لمبے نیزے کو سیڑھی بنا کر آسمانوں کی بلندیوں پر چڑھ جائیں اور اولادِ سیدہؑ کے لیے پانی بھر لائیں۔ اور واقعاً حضرت عباسؑ ایسے ہی ایک طاقت ور بااختیار سردار اور پیش قدمی کرنے والے مجاہد کا نام ہے"۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

دو اہم باتیں

اس خصیصہ کے شروع میں درج دو اشعار ایسی دو اہم باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو وضاحت طلب ہیں:

پہلی بات: اشعار میں بتایا گیا ہے کہ سقایت کوئی کم اہمیت والا کام نہیں بلکہ عظیم مرتبہ و مقام رکھتا ہے۔ یہاں دو ساقیوں کا ذکر ہے۔ ان میں سے اول الذکر بلا شک و شبہ زیادہ عظیم درجہ رکھتے ہیں لیکن دونوں ساقیوں میں ایک مماثلت ضرور ہے۔ وہ یہ ہے کہ جناب امیرؑ حوضِ کوثر پر قیامتِ کبریٰ کے دن کے ساقی ہیں اور حضرت ابوالفضلؑ نہرِ فرات پر عاشور کی قیامتِ صغریٰ کے ساقی ہیں۔

دوسری بات: اگر دونوں سقایتوں میں موازنہ کیا جائے تو ایک سقایت دلوں کو غمگین کرنے اور ان میں رقّت پیدا کرنے کے حوالے آگے بڑھی ہوئی نظر آتی ہے کیوں کہ ساقی کے لیے ضروری ہے کہ خود پیاسا نہ ہو جب کہ ساقیِ عطاشاءِ کربلا (کربلا کے پیاسوں) کا گلا شدتِ پیاس سے خشک ہے۔ سامع کے ذہن میں

Presented by www.ziaraat.com

سوال اُبھر سکتا ہے کہ جو خود پیاسا ہے وہ ساقی کیسے ہو سکتا ہے۔ لیکن حضرت عباسؑ واقعاً پیاسوں کے لیے پانی لائے مگر خود پانی نہ پیا کہ جب تک آقا و مولا پیاسے ہیں پانی کیسے پیوں؟

اسی وفا کی وجہ سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے حروفِ زیارت میں حضرت عباسؑ کی شان میں فنعم الاخ المواسی (بہت وفادار بھائی) کے الفاظ کہے ہیں جو حضرتؑ کے لیے قیامت تک کے لیے فخر اور آخرت کے لیے توشہ ہیں۔

سقایت قرآن و حدیث میں

یہ واضح ہے کہ عملِ سقایت ان اعمالِ حسنہ و شریفہ و جمیلہ میں سے ہے جن کی مدح و تعریف خدا و رسولؐ نے کی ہے اور اسلام و عقل ان کی بجا آوری کی دعوت دیتے ہیں۔ سورۂ حجر میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ اَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ

"اور ہم ہی نے وہ ہوائیں بھیجیں جو بادلوں کو پانی سے بھرے ہوئے ہیں پھر ہم ہی نے آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم ہی نے تم لوگوں کو وہ پانی پلایا"۔

دوسری جگہ سورۂ مرسلات میں ارشاد ہوا ہے:

(وَّاَسْقَيْنٰكُمْ) مَّآءً فُرَاتًا

"اور ہم نے تم لوگوں کو میٹھا پانی پلایا"۔

سورۂ دہر میں فرمایا:

(وَسَقٰىهُمْ) رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا

Presented by www.ziaraat.com

"اور ان کا رب انھیں پاک شراب پلائے گا"۔

نیز سورۂ قصص میں واقعۂ موسیٰؑ میں ذکر ہے کہ جب وہ مدائن کے پانی پر پہنچے تو انھوں نے دو عورتوں کو دیکھا جو اپنے جانوروں کو ہانک کر پانی پلانے لے جارہی تھیں: فَسَقٰى لَهُمَا، پس حضرت موسیٰؑ نے ان کے لیے سقایت کا کام انجام دیا۔

ذیل میں سقایت کے بارے میں چند احادیث لکھی جاتی ہیں:

① اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ : اِبْرَادُ الْكَبِدِ الْحَرّٰى

"پیاسے جگر کو پانی پلا کر سیراب کرنا افضل ترین عمل ہے"۔

② اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ : اِبْرَادُ كَبِدٍ حَارَّةٍ ، وَ اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ صَدَقَةُ الْمَاءِ

"افضل صدقہ پیاسوں کو پانی پلانا اور افضل صدقہ پانی کا صدقہ ہے"۔

③ مَنْ سَقٰى عَطْشَانًا اَعْطَاهُ اللّٰهُ بِكُلِّ قَطْرَةٍ يَبْذِلُهَا قِنْطَارًا فِي الْجَنَّةِ وَسَقَاهُ مِنَ الرَّحِيْقِ الْمَخْتُوْمِ ، وَ اِنْ كَانَ فِي فَلَاةٍ مِنَ الْاَرْضِ وَرَدَ حِيَاضَ الْقُدْسِ مَعَ النَّبِيِّيْنَ

"جو کسی پیاسے کو پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں ہر قطرہ کے عوض سونے کا ڈھیر عطا فرمائے گا اور اسے مہر لگی خالص شراب سے سیراب کرے گا اور اگرچہ وہ کسی صحرا ہی میں کیوں نہ ہوگا، بحکمِ خدا انبیاؑ کے ساتھ جنت کے حوضوں پر وارد ہو جائے گا"۔

Presented by www.ziaraat.com

④ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُحِبُّ إِبْرَادَ الْكَبِدِ الْحَرَّاءِ ، وَمَنْ سَقٰى كَبِدًا حَرَّاءَ مِنْ بَهِيْمَةٍ ، اَوْ غَيْرِهَا اَظَلَّهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّهُ

''بے شک اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ پیاسوں کو پانی پلایا جائے اور جو کسی چوپائے وغیرہ کو پانی پلائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اس دن سایہ نصیب کرے گا جس دن سوائے اللہ کے سائے (لواء الحمد) کے کوئی سایہ نہ ہوگا''۔

⑤ ثِمَانُ خِصَالٍ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ اُمَّتِيْ حَشَرَهُ اللّٰهُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ ......وَاَرْوٰى عَطْشَانًا

''میری اُمت میں سے جو شخص ان آٹھ خصلتوں پر عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو بروزِ قیامت انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کے ساتھ محشور فرمائے گا۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو پیاسے کو سیراب کرے گا''۔

⑥ سَبْعَةُ اَسْبَابٍ يُكْتَبُ لِلْعَبْدِ ثَوَابُهَا بَعْدَ وَفَاتِهٖ...... اَوْ حَفَرَ بِئْرًا اَوْ اَجْرٰى نَهْرًا

''سات ابواب ایسے ہیں جن کا ثواب بندے کے لیے اس کی موت کے بعد بھی لکھا جاتا رہتا ہے...... جو کنواں کھودے یا نہر جاری کرے''۔

خَمْسٌ مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِهِنَّ اَوْ بِوَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ مَنْ سَقٰى هَامَةً صَادِيَةً......

Presented by www.ziaraat.com

"پانچ اعمال ایسے ہیں کہ جو کوئی ان کے ساتھ یا ان میں سے
ایک عمل کے ساتھ اللہ کے پاس آئے گا، اللہ اس کے لیے
جنت واجب کردے گا...... جو کسی پیاسے کو سیراب کرے گا"۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کوئی ایسا عمل بتائیں جو
ہمیں جنت میں لے جائے تو آپؐ نے فرمایا:

اِشْتَرِ سِقَاءً جَدِيْدًا ثُمَّ اَسْقِ بِهَا حَتّٰى تُخْرِقَهَا فَاِنَّكَ لَا
تُخْرِقُهَا حَتّٰى تَبْلُغَ اَعْلَى الْجَنَّةِ

"ایک نیا کنواں خریدو پھر اس کے خشک ہونے تک لوگوں کو
سیراب کرتے رہو، یقیناً اس کے خشک ہونے سے پہلے تم
جنت میں اعلیٰ مقام پالو گے"۔

۹ حضورؐ نے ایک دن صبح کی نماز کے بعد اپنے اصحاب سے فرمایا:

مَعَاشِرَ اَصْحَابِيْ! رَاَيْتُ الْبَارِحَةَ عَمِّيْ حَمْزَةَ بْنَ
عَبْدِالْمُطَّلِبِ وَاَخِيْ جَعْفَرَ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ وَبَيْنَ اَيْدِيْهِمَا
طَبَقٌ، مِنْ نَبِقٍ فَاَكَلَا سَاعَةً ثُمَّ تَحَوَّلَ النَّبِقُ عِنَبًا فَاَكَلَا
سَاعَةً فَتَحَوَّلَ الْعِنَبُ رُطَبًا فَدَنَوْتُ مِنْهُمَا فَقُلْتُ: بِاَبِيْ
اَنْتُمَا اَيُّ الْاَعْمَالِ وَجَدْتُمَا اَفْضَلُ؟ قَالَا فَدَيْنَاكَ بِالْاٰبَاءِ
وَالْاُمَّهَاتِ وَجَدْنَا اَفْضَلَ الْاَعْمَالِ : اَلصَّلَاةُ عَلَيْكَ ،
وَسَقْيُ الْمَاءِ وَحُبُّ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ

"اے میرے صحابہ کی جماعت! گزشتہ رات میں نے اپنے
چچا حمزہ بن عبدالمطلب اور اپنے بھائی جعفر بن ابی طالبؑ کو
دیکھا، ان کے ہاتھوں میں سیبوں کا ایک طشت تھا۔ انھوں

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

نے اس سے کچھ کھایا پھر وہ طشت انگوروں کے طشت میں تبدیل ہوگیا۔ انھوں نے اس سے بھی کچھ کھایا۔ پھر اُس میں کھجوریں بدل کر آ گئیں۔ میں ان کے قریب ہوا اور کہا: میرا باپ آپؑ پر قربان! کون سے عمل کو آپ نے افضل ترین پایا؟ تو انھوں نے کہا: ہمارے آباؤ اُمہات آپؑ پر قربان! ہم نے ان تین اعمال کو افضل پایا۔ آپؐ پر درود وصلوات بھیجنا، پانی پلانا اور علی ابن ابی طالبؑ سے محبت رکھنا"۔

⑩ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَطْعَمَ مُؤْمِنًا جَائِعًا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ وَمَنْ سَقٰى مُؤْمِنًا ظَامِئًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنَ الرَّحِيْقِ الْمَخْتُوْمِ

"جو شخص کسی بھوکے مومن کو کھانا کھلائے اللہ اسے جنت کے میوے عطا کرے گا اور جو کسی پیاسے مومن کو پانی پلائے اللہ اسے خالص مہر لگی شراب سے سیراب فرمائے گا"۔

⑪ حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ سَقٰى مُؤْمِنًا شَرْبَةً مِنْ مَاءٍ مِنْ حَيْثُ يَقْدِرُ عَلَى الْمَاءِ اَعْطَاهُ اللّٰهُ بِكُلِّ شَرْبَةٍ سَبْعِيْنَ اَلْفَ حَسَنَةٍ وَ اِنْ سَقَاهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْمَاءِ فَكَاَنَّمَا اَعْتَقَ عَشْرَ رِقَابٍ مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِيْلَ

"جو شخص کسی مومن کو اپنی قدرت کے مطابق ایک گھونٹ پانی

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

پلائے اللہ تعالیٰ اسے ایک گھونٹ کے بدلے ستر ہزار نیکی عطا کرے گا اور اگر کوئی کسی مومن کو اپنی قدرت سے بڑھ کر پانی پلائے گا تو گویا اس نے اولادِ حضرت اسماعیلؑ سے دس غلاموں کو آزاد کیا"۔

۱۲ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ سَقَى الْمَاءَ فِي مَوْضِعٍ يُوْجَدُ فِيْهِ الْمَاءُ كَانَ كَمَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً وَمَنْ سَقَى الْمَاءَ فِي مَوْضِعٍ لَا يُوْجَدُ فِيْهِ الْمَاءُ كَانَ كَمَنْ اَحْيَا نَفْسًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا

"جو شخص ایسی جگہ پر کسی کو پانی پلائے جہاں پانی موجود ہو تو وہ اس کی مثل ہے جس نے ایک غلام آزاد کیا اور جو ایسی جگہ پر پانی پلائے، جہاں پانی موجود نہ ہو یعنی دور سے لا کر پلائے تو وہ اس شخص کی مثل ہے جس نے کسی نفس کو زندہ کیا اور (بمطابق قرآن) جس نے ایک نفس کو زندہ کیا گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخشی"۔

۱۳ حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يُطْعِمُ مُؤْمِنًا شَبْعَةً مِنْ طَعَامٍ اِلَّا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ مِنْ طَعَامِ الْجَنَّةِ وَلَا سَقَاهُ رِيَّةً اِلَّا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنَ الرَّحِيْقِ الْمَخْتُوْمِ

www.ziaraat.com Saheefa-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

"جو مومن کسی مومن کو پیٹ بھر کر کھانا کھلاتا ہے اللہ تعالیٰ ضرور اسے جنت کے کھانے کھلائے گا اور جو کسی مومن کو پانی پلاتا ہے اللہ تعالیٰ ضرور اسے مہر لگی خالص شراب سے سیراب فرمائے گا"۔

۱۴ نیز حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَرْبَعَةٌ مَنْ اَتٰی لِوَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ مَنْ سَقٰی هَامَةً ظَامِئَةً......

"چار کام ایسے ہیں کہ جن میں سے اگر کوئی ایک بھی انجام دے گا تو جنت میں داخل ہوگا...... جو کسی پیاسے کو پانی پلائے"۔

۱۵ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے ایک صحابی کے ساتھ مکہ کے سفر پر تھے، آپؑ نے کانٹے دار جھاڑی کے نیچے ایک شخص کو چت لیٹے ہوئے دیکھا، آپؑ نے اپنے صحابی سے فرمایا: جا کر دیکھو اسے کیا مسئلہ ہے، کہیں ایسا تو نہیں کہ اسے پیاس نے پچھاڑ دیا ہو۔

راوی کہتا ہے کہ میں اس کے پاس گیا، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ شخص ایک نصرانی ہے اور شدتِ پیاس سے بدحال ہے۔ پس میں نے امامؑ کے پاس آ کر یہ خبر پہنچائی تو آپؑ نے فرمایا:

اِذْهَبْ اِلَيْهِ بِالْمَاءِ وَاَسْقِهٖ ، فَاِنَّ لِكُلِّ كَبِدٍ حَرَّاءَ اَجْرٌ

"اس کے پاس پانی لے جاؤ اور اسے پلاؤ کیوں کہ ہر پیاسے کو پانی پلانے میں بڑا اجر ہے"۔

۱۶ حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ نے اپنے آبا کے واسطے سے

Presented by www.ziaraat.com

پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ حضوؐر نے شب معراج جنت میں ایک کتے والے شخص کو دیکھا جس نے پانی پلا کر کتے کو مرنے سے بچایا تھا۔ یعنی پیاسے کتے کو پانی پلانے کے سبب ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل کر دیا۔

۱۷ انھی معصومؑ سے نیز روایت ہے کہ ایک عورت نے صحرا میں ایک پیاسے کتے کو دیکھا جو شدتِ پیاس کی وجہ سے قریب الموت تھا۔ وہاں ایک کنواں تھا جس میں پانی کم اور گہرائی زیادہ تھی۔ وہ عورت کنویں میں اُتری، اپنے جوتے کو پانی سے بھرا، جوتا منہ میں پکڑ کر باہر نکلی اور کتے کو پانی پلایا یہاں تک کہ وہ سیراب ہو گیا اور موت سے بچ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کے اس عملِ خیر کے سبب اس پر رحم فرمایا اور اس کے گناہ معاف فرما دیے۔

۱۸ مروی ہے کہ ایک دفعہ جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو فرما رہے تھے کہ پاس سے ایک بلی گزری جو بار بار پانی کو دیکھ رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ یہ پیاسی ہے اور پانی کا برتن بلی کے قریب کر دیا۔ جب بلی نے پانی پی لیا تو بچے ہوئے پانی سے آپؐ نے وضو فرمایا۔

حضرت ابوالفضلؑ کی کربلا میں پہلی سقایت

بے شک سقایت اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ، ابرار و صالحین بندوں کا عمل اور شیوہ ہے اور یہ اجرِ عظیم اور ثوابِ جزیل کا حامل ہے اور حضرت ابوالفضلؑ نے اس کی انتہائے ثواب کو پایا ہے۔ تاریخ میں ہے کہ جب ابن زیاد نے پسرِ سعد کو لکھا کہ امام حسینؑ اور ان کی اہلِ بیتؑ پر پانی بند کر دو تو اس نے ایسا ہی کیا۔ جب خیامِ حسینیؑ میں پانی کم پڑ گیا تو امامؑ نے حضرت عباسؑ کو بلایا اور بیس گھڑ سواروں کے ہم راہ پانی لینے کے لیے بھیجا اور واضح رہے کہ یہ سات محرم کی شام یعنی آٹھویں کی رات کا واقعہ ہے۔ رات کا وقت تھا اور سیاہ اندھیرا ہر طرف اپنے پَر پھیلا چکا تھا۔ ان

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

بیس سواروں میں سے ایک حضرت ہلال بن نافع بجلیؒ تھے۔ ان کے اور فرات پر مامور موکل عمرو بن حجاب کے مابین دوستی اور قرابت داری تھی۔ سب سے پہلے ہلالؓ فرات میں داخل ہوئے۔ جب عمرو نے آہٹ محسوس کی تو زور سے چلایا؟ کون ہے؟ حضرت ہلالؓ نے جواب دیا: میں ہلالؓ ہوں، اکیلا تیرا چچازاد۔ پانی پینے کے لیے آیا ہوں۔ عمرو نے اس کی آواز پہچانتے ہوئے کہا: ہاں ٹھیک ہے جی بھر کر پیو۔ حضرت ہلال بجلیؒ نے اس فرصت کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے چچازاد عمرو کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے، تم مجھے تو پانی پینے کی اجازت دیتے ہو لیکن رسولؐ اللہ کے نواسے اور ان کے پیاسے اہل بیتؑ پر پانی بند کرتے ہو؟ اس بات نے عمرو کے دل پر کچھ اثر کیا لیکن فوراً وہ غیر انسانی موقف پر اُتر آیا اور کہا: تیری بات ٹھیک ہے لیکن معاملہ میرے ہاتھ میں نہیں ہے میں تو صرف وہی کروں گا جس کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔

عمرو کی اس بات سے ہلالؓ نے اس کے دل میں چھپی گم راہی اور شیطانی و نفسانی مکر و ہوس کو بھانپ لیا اور اس کے جواب میں کچھ نہ کہا اور اپنے ساتھیوں کے پاس آ کر کہا: جلدی سے اپنے مشکیزے وغیرہ پانی سے بھرلو۔ ان میں گھڑسواروں میں سے کچھ باہر دفاع پر کھڑے رہے اور کچھ حضرت عباسؑ کے ساتھ دریا میں داخل ہوئے اور مشکیزے بھر کر خیام کی طرف متوجہ ہوئے۔ دوسرے ساتھی بھی پانی کا دفاع کرتے ہوئے اردگرد ہو لیے اور بحفاظت خیام تک پہنچ گئے۔ اس مہم میں عمرو کے چار ہزار سپاہیوں میں سے جو گھاٹ پر مامور تھے بہت سے فی النار ہوئے اور بہت سے زخمی بھی ہوئے۔ اس کامیاب مہم اور پانی کی فراہمی کی وجہ سے ساقی عطاشا ءِ کربلا کا لقب پایا۔ کربلا میں بندش آب کے بعد یہ حضرتؑ کی پہلی سقایت ہے، آخری نہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

دوسری سقایت

محدث قمی نے منتہی الآمال کے حاشیہ میں بیہقی کی کتاب "المحاسن والمساوی" سے نقل کیا کہ جب امام حسینؑ اپنے اہلِ بیتؑ واصحاب کے ہم راہ کربلا میں قیام پذیر ہوئے تو آپؑ کے خیام اور نہرِ فرات کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ تھا۔ پھر فوجِ اشقیاء درمیان میں حائل ہوگئی اور دریا تک کا راستہ اصحابِ امامؑ پر مسدود کر دیا۔ شمر نے اونچی آواز میں امامؑ واصحاب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ دیکھو فرات کا پانی کیسے سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا بہہ رہا ہے لیکن ہمارے فوجی دستے تمہیں اس کا ذائقہ بھی نہیں چکھنے دیں گے۔

یہ سن کر حضرت عباسؑ امامؑ کے پاس آئے اور عرض کیا: مولا! کیا ہم راہِ حق پر نہیں ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: واللہ! ہم حق پر ہیں۔

حضرت عباسؑ نے پیاسے بچوں اور بیبیوں کے لیے پانی لانے کی اجازت مانگی۔ اجازت ملنے کے بعد حضرتؑ نے گھاٹ پر قبضہ جمائے چار ہزار فوجیوں پر ایسا زوردار حملہ کیا کہ سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ یوں آپؑ نے گھاٹ سے لے کر خیامِ حسینی تک میدان کو دشمن سے خالی کر دیا اور امامؑ واصحابِ امامؑ کے لیے پانی پینے اور خیام تک پانی پہنچانے میں کوئی رکاوٹ نہ رہنے دی۔ یہ سقایت علی الظاہر نویں محرم کو شمر کے کربلا میں آنے کے بعد ہوئی۔

تیسری سقایت

پھر جب عاشور کا دن آیا اور ابنِ سعد نے جنگ شروع کی اور آلِ رسولؐ پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں امامؑ کے بہت سے جاں نثار شہید ہو گئے۔ اسی وقت حضرتؑ نے اتمامِ حجت کی خاطر استغاثہ بلند کیا:

Presented by www.ziaraat.com

أَمَا مِنْ مُغِيثٍ يُغِيثُنَا "ہے کوئی فریاد سننے والا جو ہماری فریاد سنے؟"

أَمَا مِنْ ذَابٍّ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُولِ اللّٰهِ "ہے کوئی حرمِ رسولؐ اللہ کے پردے کی حفاظت کرنے والا؟"

استغاثۂ امامؑ سن کر فوراً حضرت عباسؑ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور اجازتِ جنگ طلب کرتے ہیں۔ امامؑ بھائی کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتے ہیں اور جنگ کی اجازت نہیں دیتے بلکہ فرماتے ہیں: عباسؑ ! بچوں کے لیے پانی لاؤ۔ حضرت عباسؑ حکمِ امامؑ کی تعمیل کرتے ہوئے مشکیزہ اُٹھا کر فرات کا رُخ کرتے ہیں۔ جب گھاٹ میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے ہیں تو سپاہی مانع ہوجاتے ہیں۔ حضرتؑ ان کو منتشر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

"میں عباسؑ بن علیؑ ہوں، خاندانِ کلابیہ کا نواسہ۔ میں پیاسا ہوں اور محمدؐ کے اہلِ بیتؑ پیاسے ہیں، تمھیں شرم نہیں آتی کہ صحرا کے جانوروں تک کے لیے تو پانی مباح ہے اور آلِ رسولؐ پر اسے حرام کرتے ہو"۔

دریا میں داخل ہوکر مشکیزہ بھرتے ہیں اور خیام کو چلتے ہیں۔ گھاٹ کے محافظ سپاہی سدِ راہ بنتے ہیں۔ عباسؑ رجز بھی پڑھتے جاتے ہیں اور رکاوٹ بننے والوں سے قتال بھی کرتے جاتے ہیں حتیٰ کہ دشمن کے سو گھڑ سواروں کو واصلِ جہنم کرکے پانی بحفاظت خیام تک لے آتے ہیں، پانی آنے پر بچے خوش ہو جاتے ہیں لیکن ایک مشکیزہ پانی اتنے بچوں کو مکمل سیراب نہیں کرسکتا۔ بس کچھ تسلی کا باعث بنتا ہے۔

یہ سقایت روایت کی بنا پر حضرت ابوالفضلؑ کی تیسری سقایت ہے جو عاشور کے دن ہوئی اور حضرتؑ کی چوتھی سقایت کربلا کی عاشور کی وہ سب سے مشہور سقایت ہے جو آپؑ کی شہادت کی وجہ سے ادھوری رہ گئی۔

Presented by www.ziaraat.com

چودھواں خصیصہ

حضرت ابوالفضلؑ ہر پیاسے کے لیے ساقی ہیں

حضرت ابوالفضلؑ کی سقایت کی فضیلت ہر ساقی کی سقایت پر فائق ہے۔
روایت ہے کہ ایک دفعہ امام حسین علیہ السلام مدینہ منورہ میں مسجد نبویؐ میں تشریف فرما تھے۔ آپ کو پیاس لگی تو شہزادہ عباسؑ نے محسوس کرلیا۔ عباسؑ ابھی آپؑ کم سن تھے البتہ کسی کو بتائے بغیر فوراً اُٹھتے ہیں، مسجد سے نکل کر جلدی گھر پہنچتے ہیں۔ ایک نظیف کاسے میں پانی لاکر پورے احترام کے ساتھ امام عالی مقامؑ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ حضرتؑ آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور آپ کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں اسی لیے آپ کا لقب "السقا" ہے اور آپ کی کنیت ابوالقربہ (ماشکی) ہے۔

زندگی میں پانی کی اہمیت

واضح ہے کہ زندگی میں پانی کی بڑی اہمیت ہے۔ زندگی کی بقا و تسلسل کے لیے اس کی تر و تازگی اور فراست کے لیے پانی بڑا بالغ اثر رکھتا ہے حتیٰ کہ خداوند متعال نے قرآن مجید میں سورۂ انبیا میں ارشاد فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ

"اور ہم نے پانی سے ہر جان دار شے کو پیدا کیا"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جب کسی نے پوچھا کہ پانی کا مزا اور ذائقہ کیا ہے تو آپؑ نے فرمایا: پانی کا مزا اور ذائقہ زندگی جیسا ہے۔
جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ نے بادشاہ روم کے بھیجے ہوئے ایک معمہ کو آیت

Presented by www.ziaraat.com

قرآنی کی مدد سے حل کیا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ وہ صحابی ہیں جنھوں نے حضرت امیرالمومنینؑ سے متعدد علوم بالخصوص کتاب اللہ کی تفسیر سیکھی۔ واقعہ یوں ہے کہ بادشاہِ روم نے معاویہ بن ابی سفیان کے پاس شیشے کی ایک بوتل بھیجی اور کہا کہ اس میں سب کچھ بھر دو۔ معاویہ متحیر ہوا۔ آخر حضرت ابن عباسؓ سے مدد چاہی۔ انھوں نے کہا کہ اس کو پانی سے بھر کر بھیج دو کیوں کہ بمطابق آیت، اللہ تعالیٰ نے پانی سے ہر جان دار کو خلق فرمایا ہے۔ جب پانی کی بوتل بادشاہِ روم کے پاس پہنچی تو وہ بڑا متعجب ہوا اور داد دیتے ہوئے کہا کہ اس کے باپ نے اسے بڑا زیرک بنایا ہے۔

پانی امام حسینؑ کے صدقے میں خلق ہوا ہے

اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ ارض وسما اور شمس وقمر سے پہلے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے پانی کو خلق فرمایا۔ سورۂ ہود میں فرمانِ خداوندی ہے:

وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ

''اور اس کا عرش پانی پر تھا''۔

پھر اس نے پانی ہی سے تمام مخلوقات: زمین وآسمان خلق فرمائے جیسا کہ نہج البلاغہ میں فرمانِ امیرالمومنینؑ ہے کہ پانی تخلیق کی بنیاد ہے اور خلقت وتخلیق امام حسینؑ کی مرہونِ منت ہے پس تمام عالم امام حسینؑ کی وجودِ اقدس کے طفیل معرضِ وجود میں آیا۔ اگر کوئی اس بات کو بلاواسطہ تسلیم نہ کرے تو اسے بالواسطہ ماننا پڑے گا کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسلّم حدیث ہے کہ ''حسینؑ مجھ سے ہیں اور میں حسینؑ سے ہوں'' اور اس سے قبل حدیث قدسی میں خدا اپنے محبوب سے فرما رہا ہے:

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ ''اگر آپؐ نہ ہوتے تو میں زمین وآسمان کو خلق نہ کرتا''۔ اور درج بالا حدیث کے مطابق امام حسینؑ لولاک میں شامل ہیں۔

پس نتیجہ یہ ہے کہ تمام عالم اور زندگی پانی سے خلق ہوئے ہیں اور پانی امام

Presented by www.ziaraat.com

حسینؑ کی وجہ اور صدقے سے خلق ہوا ہے۔ اور جبرئیلؑ امین نے بحکمِ خدا پانی کو جناب سیدہ طاہرہ علیہا السلام کا حق مہر قرار دیا۔

اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے لیے پانی کو مباح و مطلق قرار دیا ہے اور اس کے استعمال میں تمام لوگوں کو شریک کیا ہے اور قیامت کے دن تمام اعمالِ صالحہ میں سے سب سے پہلے عملِ سقایت کا اجر و ثواب بندے کو پہنچے گا۔ تو گویا پانی پلانے کے عمل کو خصوصی انفرادیت حاصل ہے جو کسی اور عمل کو حاصل نہیں۔

ساقیِ مطلق

حضرت عباسؑ نے اپنی زیست اور توانائیوں کو امام حسین علیہ السلام، ان کی اولاد یعنی ذریتِ رسولؐ اور حرمِ رسولؐ کے لیے وقف کر دیا اور تا وقتِ شہادت بڑے عزم و استقلال کے ساتھ اسی راہ میں مصروفِ عمل رہے، حتیٰ کہ اپنے لیے خداوندِ منان سے تمغۂ سقایت حاصل کیا۔ آپؑ فقط پانی کے ساقی نہیں بلکہ ساقیِ کلِ شی ہیں۔ اللہ کے اذن سے ہر قسم کے پیاسوں کو سیراب کرتے ہیں چاہے کوئی پانی کا پیاسا ہو یا علم کا، کوئی مال کا پیاسا ہو یا اولاد کا، کوئی حج و عمرہ کا پیاسا ہو یا آئمہ معصومینؑ کی زیارت کا۔ غرض کسی بھی قسم کی جائز مادی و معنوی امور کی پیاس میں اگر اللہ تعالیٰ سے حضرت ابوالفضلؑ کا توسل کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس مجاہد شہید کے صدقے میں ضرور سیراب فرماتا ہے۔

اقتدائے حضرت عباسؑ میں سقایت

علامہ السید محمد جو آیت اللہ السید مہدی قزوینی (طاب ثراہ) کی اولاد میں سے ہیں، نے اپنی کتاب ''طروس الانشاء'' میں تحریر کیا ہے کہ نہرِ علقمہ کے منقطع اور

Presented by www.ziaraat.com

خشک ہو جانے کے بعد کی بات ہے کہ وہ نہر جو نہر حسینیہ کے نام سے معروف تھی اور جو کربلا معلی اور گردونواح کو سیراب کرتی تھی سنہ ۱۳۰۶ ہجری قمری میں منقطع ہو گئی اور قلتِ آب کی وجہ سے اہلِ کربلا چیخ و پکار کرنے لگے تو میں نے حکومتِ عثمانیہ کو (ترکی) حکم دیا کہ سید نقیب سید سلمان کی اراضی سے ایک نہر کھودی جائے لیکن سید نقیب اپنی اراضی میں نہر کے کھودے جانے پر راضی نہ ہوئے۔ مصنف کتاب السید محمد القزوینی فرماتے ہیں کہ میں جب کربلائے معلی کی زیاراتِ مقدسہ کے لیے حاضر ہوا تو سب اہلِ کربلا جمع ہو گئے اور مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں سید نقیب کو کربلا کے عوام کی حالتِ زار بتا کر آمادہ اور راضی کروں کہ وہ اپنی اراضی میں سے نئی نہر کھودنے کی اجازت دے دیں۔ میں نے انھیں آمادہ کرنے کے لیے لکھا کہ آپ اپنے بابا امیر المومنینؑ ساقیِ کوثر اور اپنے عم محترم ساقیِ عطاشا حضرت ابوالفضلؑ کی اقتدا کرتے ہوئے کربلا کے باسیوں کی سیرابی میں ہم دردی دکھائیں۔ آخر میں یہ دو اشعار بھی لکھے:

فِيْ كَرْبَلَا لَكَ عُصْبَةٌ تَشْكُوْا الظَّمَا
مِنْ فَيْضِ كَفِّكَ تَسْتَهِلُّ سَمَاءُ هَا
وَاَبَاكَ يَاسَاقِيَ عِطَاشِيْ كَرْبَلَا
وَاَبُوْكَ سَاقِي الْحَوْضِ تَمْنَعُ مَاءَ هَا

''کربلا کے لوگ قلتِ آب کی شکایت کر رہے ہیں اور آپ کے دستِ فیض سے سیرابی ہو سکتی ہے۔ اے کربلا کے پیاسوں کے ساقی! آپ کے بابا تو حوضِ کوثر کے مالک ہیں اور آپ پانی روکنے پر تلے ہوئے ہیں''۔ جب میرا یہ خط سید نقیب تک پہنچا تو ان پر بڑا اثر ہوا اور انھوں نے اپنی اراضی سے نہر

Presented by www.ziaraat.com

کھودنے کی اجازت دے دی۔ اپنے لیے لفظ ساقیِ عطاشی کربلا استعمال کیے جانے پر بڑا فخر محسوس کیا"۔

پانی پینے اور پلانے کے آداب

کتاب کامل الزیارات میں داؤد الرقی کی سند سے لکھا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ جب بوقتِ پیاس پانی طلب کر کے پیا تو رو پڑے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، پھر فرمایا: اے داؤد! اللہ تعالیٰ نے قاتلِ حسینؑ پر لعنت کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص پانی پی کر امام حسینؑ کو یاد کرے اور ان کے قاتل پر لعنت بھیجے تو اللہ اس کے لیے ایک لاکھ نیکی لکھ دیتا ہے، اس کے ایک لاکھ گناہ معاف کر دیتا ہے، اس کے لاکھ درجے بڑھا دیتا ہے۔ وہ ایسے شخص کی مثل ہوتا ہے جو ایک لاکھ غلام آزاد کرے اور قیامت کے دن اللہ اسے یوں محشور کرے گا کہ اس کا دل بسبب اطمینان و مسرت ٹھنڈا ہو گا۔

یہ بھی مروی ہے کہ جو شخص عاشور کے دن کربلا میں مرقدِ امامؑ کے پاس ہو اور پیاسوں کو پانی پلائے تو گویا اس نے یومِ عاشور امام حسینؑ کے اصحاب کو پانی پلایا اور جیسے اس دن وہ نصرتِ امامؑ کرتے ہوئے کربلا میں موجود تھا۔

www.ziaraat.com
Saheel-e-Sakina

پندرھواں خصیصہ

حضرت عباسؑ قمرِ بنی ہاشم

يَا هَاشِمًا إِنَّ الْإِلَهَ حَبَاكُمُوا
مَا لَيْسَ يَبْلُغُهُ اللِّسَانُ الْمِقْوَلُ
قَوْمٌ لِأَصْلِهِمُ السِّيَادَةُ كُلُّهَا
قِدَمًا وَفَرْعُهُمُ النَّبِيُّ الْمُرْسَلُ
بِيضُ الْوُجُوهِ تَرَى بُطُونَ أَكُفِّهِمْ
تَنْدَى إِذَا اغْبَرَّ الزَّمَانُ الْمُمْحِلُ

"اے ہاشمیو! اللہ آپ سے ایسی محبت کرتا ہے جسے زبان بیان کرنے سے قاصر ہے۔ آپ ایسی قوم ہیں کہ شروع سے ہر قسم کی سیادت آپ کے پاس ہے اور نبی مرسلؐ نے آ کر اس سرداری کے حُسن و خوبی کو اور بڑھا دیا ہے۔ اے خوب صورت چہروں والو! آپ کے ہاتھوں سے سخاوت اس وقت بھی جاری رہتی ہے جب قحط کے بے رحم جھکڑ زمانے کے چہرے کو گرد آلود کر رہے ہوتے ہیں"۔

یہ تو شاعرِ نبیؐ کعب الانصاری کے تمام بنی ہاشم کی مدح میں اشعار تھے۔ آیئے اب امام حسینؑ کے وہ اشعار دیکھتے ہیں جو آپ نے یوم عاشور، اپنے بھائی ابوالفضل العباسؑ کے خون آلود لاشے کے پاس کہے تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

أَيَابْنَ أَبِي نَصَحْتَ أَخَاكَ حَتّٰى
سَقَاكَ اللّٰهُ كَأْسًا مِنْ رَحِيْقٍ
وَيَا قَمَرًا مُنِيْرًا كُنْتَ عَوْنِي
عَلٰى كُلِّ النَّوَائِبِ فِي الْمَضِيْقِ

"اے پیارے بھیا! آپ نے اپنے بھائی کی اطاعت اور وفا شعاری کا حق ادا کر دیا، حتیٰ کہ اللہ نے آپ کو شرابِ طہور کے جام سے سیراب کیا۔ اے چمکتے ہوئے چاند! آپ تنگی و مصیبت کی تمام راہوں میں میرے مددگار رہے"۔

جب امام حسین علیہ السلام مقتل اور لاشہ عباسؑ کی طرف چلے تو سید جعفر الحلی کے الفاظ میں آپ کی حالت یہ تھی:

فَمَشٰى لِمَصْرَعِهِ الْحُسَيْنُ وَطَرْفُهُ
بَيْنَ النِّسَاءِ وَبَيْنَهُ مُتَقَسِّمُ
أَلْفَاهُ مَحْجُوْبَ الْجَمَالِ كَأَنَّهُ
بَدْرٌ بِمُنْخَطِمِ الْوَشِيْجِ مُلَثَّمُ

"امام حسینؑ مقتلِ عباسؑ کی طرف یوں چلے کہ آپ کے چہرے کا رُخ کبھی مقتل کی طرف ہوتا تھا اور کبھی بہنوں کے خیام کی طرف۔ شہادتِ عباسؑ کی خبر سے آپؑ کے چہرۂ انور کا حُسن ایسے متغیر ہوا جیسے چودھویں کے چاند کو گہن لگ گیا ہو"۔

ہاشم اور ان کے بیٹے سرداران بطحا ہیں

بے شک حضرت ہاشم بن عبد مناف اور ان کے بیٹے بطحا کے سید و سردار تھے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حُسنِ خُلق و سیرت اور جمالِ وجہ و صورت عطا کیا تھا

Presented by www.ziaraat.com

حضرت ہاشمؑ سیرت و خاندانی شرافت کی وجہ سے پورے عرب کے سردار کہلانے کے سزاوار تھے۔ آپ سیادت کا معیار تھے اور آپ کی بدولت سرداری کی شان میں اضافہ ہوا نیز آپ پر اور آپ کی اولاد اور جانشینوں پر لفظ سید کا اطلاق ہوا۔ نبی کے جدامجد حضرت ہاشمؑ کی نسبت سے آج سادات کو بنوہاشم یا عرف عام میں ابوہاشم کی کنیت سے یاد کیا جاتا ہے۔

یہ شرف تو اخلاق و سیرت کی وجہ سے تھا جہاں تک چہرے کی خوب صورتی کا تعلق ہے حضرت ہاشم ان کے والد عبد مناف بلکہ تمام اجداد نبیؐ بہت حسین و جمیل تھے۔ نور نبیؐ چونکہ ان کے اصلاب میں منتقل ہوتا چلا آرہا تھا اس لیے ہر دیکھنے والا گویا حسن یوسفؑ کو بھول جاتا تھا۔

حضرت عبد مناف کو قمر مکہ اور بدر بطحا کہا جاتا۔ حضرت ہاشمؑ اور ان کے بھائیوں کو اَقْدَاحُ النِّضَارِ (سونے کے بنے ہوئے) کہا جاتا۔ حضرت عبدالمطلب کو بدر بطحا، والد گرامی نبی مرسلؐ حضرت عبداللہؑ کو بدرالحرم اور رسولؐ اللہ کو اَضْوَءُ مِنَ الْقَمَرِ (چاند سے زیادہ روشن) کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

نبیؐ و اہلِ بیت نبیؑ انوار ارض ہیں

امام حسن و حسین علیہما السلام نے حضرت ہند بن ابی ہالہ تمیمیؓ سے روایت کی ہے۔ حضرت ہندؓ مدح و نعت نبیؐ میں کہتے ہیں کہ "آپ بھرے بھرے جسم والے تھے اور آپ کا چہرۂ مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا"۔

اور اسی طرح امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی ہندؓ سے روایت کی ہے کہ "جب حضرت کو اندھیری رات میں دیکھا جاتا تو آپ کا چہرہ چاند کے ٹکڑے کے مانند روشن دکھائی دیتا تھا"۔ اور آپؐ کے عم محترم حضرت ابوطالبؑ کا آپ کی مدح میں شعر ہے:

Presented by www.ziaraat.com

وَأَبيَضَ يُستَسقى الغَمامُ بِوَجهِهِ
ثِمالُ اليَتامى عِصمَةٌ لِلأَرامِلِ

''رسولؐ اللہ کے چہرۂ مبارک سے خود بادل پانی طلب کرتا ہے یعنی رحمت و رزق کی بارشیں آپ کے طفیل وصدقہ میں برستی ہیں۔ آپ کی ذات بیواؤں اور یتیموں کی محافظ اور فریاد رس ہے''۔

اور شاعرِ نبیؐ حسان بن ثابتؓ کے یہ مشہور نعتیہ اشعار بڑے خوب صورت ہیں:

وَأَحسَنُ مِنكَ لَم تَرَ قَطُّ عَيني
وَأَجمَلُ مِنكَ لَم تَلِدِ النِساءُ
خُلِقتَ مُبَرَّءً مِن كُلِّ عَيبٍ
كَأَنَّكَ قَد خُلِقتَ كَما تَشاءُ

''آپؐ سے زیادہ حسین میری آنکھوں نے کبھی دیکھا نہیں اور آپؐ سے زیادہ خوب رُو کبھی عورتوں نے جنا نہیں۔ آپ کو ہر عیب سے پاک و پاکیزہ پیدا کیا گیا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے آپ کو آپ کی مرضی و پسند کے مطابق بنایا گیا ہے''۔

اور حضرت امیرالمومنینؑ کے حسن کے بارے میں یوں مشہور ہے کہ آپؑ لمبے آبرو والے، ایسی بڑی اور خوب صورت آنکھوں والے تھے کہ جن سے سیاہ اور نیلی جھلک دکھائی دیتی اور آپ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مثل تھا۔

اور سبطِ اکبر امام مجتبیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا جاتا ہے آپؑ خلقت و اخلاق، گفتار و خاموشی میں اپنے جدِ امجد کی شبیہ تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

مخلوقِ خدا میں سب سے زیادہ مشابہِ رسولؐ

سبطِ پیغمبر حضرت امام حسینؑ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپؑ عظیم حسن و جمال کے مالک تھے، آپؑ کے جبین نورِ مختار سے نور نکلتا تھا اور اندھیری رات میں آپؑ کے نورِ حسن کی بدولت ارد گرد کا ماحول روشن رہتا تھا اور آپؑ کی حضورؐ کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت حاصل تھی۔

ایک نوجوان جو اصحابِ امامؑ اور شہدائے کربلا میں سے ہے، جس کے والد نے بھی ایک اسلامی جنگ میں جامِ شہادت پیا، جب لشکرِ یزید سے جنگ کے لیے نکلتا ہے تو یوں رجز پڑھ رہا ہوتا ہے:

أَمِيرِي حُسَيْنٌ وَنِعْمَ الْأَمِيرِ

سُرُورُ فُؤَادِ الْبَشِيرِ النَّذِيرِ

عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَالِدَاهُ

فَهَلْ تَعْرِفُونَ لَهُ مِنْ نَظِيرِ

لَهُ طَلْعَةٌ مِثْلَ شَمْسِ الضُّحَى

لَهُ غُرَّةٌ مِثْلَ بَدْرٍ مُنِيرِ

"میرے امیر و سردار حسینؑ ہیں جو کہ سب سے زیادہ بہتر امیر ہیں، جو بشیر و نذیر رسولؐ کے دل کا سرور ہیں۔ علیؑ و فاطمہؑ جن کے والدین ہیں۔ کیا ان کی مثل کائنات میں کوئی ہے جن کا چہرہ شمسِ ضحیٰ اور بدرِ دُجا جیسا روشن ہے"۔

ہلال بن نافع امام حسینؑ کے آخری لمحات کی تصویر کشی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں (حضرت) حسینؑ کے ساتھ کھڑا تھا۔ اللہ کی قسم! میں نے حسینؑ کے علاوہ ایسا کوئی مقتول نہیں دیکھا جس کا سارا جسم خون میں لت پت ہو اور پھر بھی چہرے پر اتنا

Presented by www.ziaraat.com

بے مثل حُسن اور نورانیت ہو، آپؑ کے چہرے کے نور نے مجھے آپؑ کے قتل کے ارادے سے روک دیا۔

جب امامؑ کا سرِ اقدس نوکِ سناں پر بازارِ کوفہ میں لایا گیا تو اس منظر کو مسلم جصاص یوں بیان کرتا ہے: اچانک ایک شور بلند ہوا تو میں نے دیکھا کہ لوگوں نے چند مقتولین کے سروں کو نیزوں پر بلند کر رکھا ہے۔ سب سے آگے سرِ حسینؑ تھا جو کہ بالکل مثلِ رسول اللہؐ چاند کی طرح چمک دار تھا اور آپؑ کی ریشِ مبارک جس کے خضاب کا رنگ کچھ ہلکا پڑ چکا تھا، ایک خوب صورت سیاہ بجھ کی طرح تھی۔ آپؑ کا چہرہ چاند کے ہالے کی طرح تھا۔ آپؑ کی ریشِ مبارک کے بال ہوا کے چلنے سے شمالاً جنوباً حرکت کرتے تھے۔

اور کعبی نے اپنے مرثیہ میں یوں بیان کیا ہے:

وَمُخَرَّجٌ مَا غَيَّرَتْ مِنْهُ القَنَا
حُسْنًا وَلَا أَخْلَقْنَ مِنْهُ جَدِيْدًا
قَدْ كَانَ بَدْرًا فَاغْتَدَى شَمْسَ الضُّحَى
مُذْ أَلْبَسَتْهُ يَدَاهُ مِنْ دَمِهِ بُرُودًا

"امامؑ کا پورا بدنِ اطہر دشمنوں سے تار تار تھا لیکن ان گنت نیزوں کے وار آپؑ کے حسن کو متغیر اور تبدیل نہ کر سکے۔ آپؑ بدرِ منیر تھے لیکن جب خون آلود ہاتھوں نے آپؑ کے چہرہ کو مس کیا تو مثلِ آفتابِ نیم روز روشن ہو گئے۔"

فضیلت وہ جسے دشمن بھی ماننے پر مجبور ہو جائے۔ جب امامؑ کے سرِ مبارک کو شام لایا گیا تو یزید لعین آپؑ کے سرِ اقدس کو ایک طشت میں رکھ کر دیکھتا تھا اور آپؑ کی شہادت پر خوش ہوتے ہوئے کہتا تھا:

يَا حَبَّذَا بَرْدُكَ فِي الْيَدَيْنِ
وَلَوْنُكَ الْأَحْمَرُ فِي الْخَدَّيْنِ
كَأَنَّمَا حُفَّ بِوَرْدَتَيْنِ
شَفَيْتُ نَفْسِي بِدَمِ الْحُسَيْنِ

"یعنی واہ واہ تیرے سر نے میرے ہاتھوں کو ٹھنڈک پہنچائی اور تیرے رخساروں کا رنگ کتنا سرخ ہے۔ لگتا ہے کہ جیسے تیرا چہرہ دونوں طرف سے گلاب کے پھولوں میں گھرا ہوا ہے۔

تیرا خون بہا کر میرے بیمار دل کو شفا ملی ہے"۔

ایک دوسری روایت کے مطابق یزید کے اشعار یوں ہیں:

يَا حُسْنَهُ يَلْمَعُ بِالْيَدَيْنِ
يَلْمَعُ فِي طَسْتٍ مِنَ اللُّجَيْنِ
كَأَنَّمَا حُفَّ بِوَرْدَتَيْنِ
كَيْفَ رَأَيْتَ الضَّرْبَ يَا حُسَيْنُ
شَفَيْتُ غِلِّي مِنْ دَمِ الْحُسَيْنِ

"اے حسن بے مثال تو کیسے میرے ہاتھوں میں چاندی کے طشت میں چمک رہا ہے جیسے گلاب کے دو پھولوں میں گھرا ہو۔ اے حسینؑ! تو نے (میری) ضرب کو کیسا پایا؟ میں نے تیرا خون بہا کر اپنے کینے سے شفا پائی ہے"۔

نیز جب مقدس قیدیوں کے قافلے کو اور نوک سناں پر شہدائے کربلا کے سروں کو شام کی طرف لے جا رہے تھے تو یزید جیرون پہاڑی کے ایک مقام ثنیہ پر بیٹھا تھا۔ جب اس نے قافلے کو دیکھا تو یہ اشعار کہے:

www.ziaraat.com
Sadeeqe-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

لَمَّا بَدَتْ تِلْكَ الرُّؤُوْسُ وَاشْرَقَتْ
تِلْكَ الشُّمُوْسُ عَلٰى رُبَى جَيْرُوْنِ
نَعَبَ الْغُرَابُ فَقُلْتُ صِحْ اَوْ لَا تَصِحْ
فَقَدِ اقْتَضَيْتُ مِنَ الرَّسُوْلِ دُيُوْنِیْ

جب شہدا کے وہ سرِ مثلِ آفتاب میری پہاڑی جیرون پر ظاہر ہوئے اور چمکے تو کوے نے گردن لمبی کی یعنی اہلِ صحبت نے اعتراض کیا) تو میں نے کہا: تم ٹھیک کہو یا غلط، میں نے رسولؐ سے اپنا قرض (بدر و اُحد کا) چکا دیا ہے"۔

حسن و صباحتِ عباسؑ

ابوالفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبین میں لکھا ہے کہ حضرت عباسؑ ایک وسیم وجمیل انسان تھے۔ عمدہ گھوڑے پر سوار ہوتے تھے اور آپؑ کے پاؤں زمین پر خط کھینچتے جاتے تھے (حضرتؑ کے دراز قد شاید برق رفتاری سے استعارہ ہے) آپ کو قمرِ بنی ہاشم کہا جاتا تھا۔ آپ کے وصف میں کہا گیا ہے کہ حُسن اور جسمانی خوب صورتی کی وجہ سے آپ کو قمرِ بنی ہاشم کہا جاتا ہے۔ آپ کا چہرہ مبارک بدرِ منیر کی طرح چمکتا تھا اور اندھیری رات میں کسی روشنی کی محتاجی نہیں رہتی تھی۔

اور "فرسان الہیجاء" میں لکھا ہے کہ حضرتؑ کو قمر بنی ہاشم اس لیے کہا جاتا تھا کہ آپ کے چہرے کا نور ہر اندھیرے کو روشن کر دیتا تھا اور آپ کی جسمانی خوب صورتی ہر ناظر کی آنکھ کو چندھیا دیتی تھی۔

آپ کے چہرے کا نور و حُسن اس عظیم درجہ کا تھا کہ جب آپؑ اور شہزادہ علی اکبرؑ شبیہِ پیغمبر اکٹھے کسی راستے سے گزرتے تو اہلِ مدینہ آپ کے راستے میں صف در صف کھڑے ہو جاتے تھے تاکہ آپؑ کے چہروں کی زیارت اور جمال کا جلوہ

Presented by www.ziaraat.com

دیکھیں اور آپ کے نورِ ایمان اور نظرِ رحمت سے مستفید ہوں۔

ہاں بے شک حضرت ابوالفضلؑ نے اپنے آباؤ اجداد سے حسنِ سیرت اور جمالِ صورت ورثہ میں پایا اور امامین ہمامین حضرت حسنین علیہما السلام کے بعد حسن و جمال کی تمام آیات اور شرف و جلال کی تمام علامات قمرِ بنی ہاشم میں جمع نظر آئیں۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

سولھواں خصیصہ

حضرت عباسؑ: قمر العشیرہ اور فخر بنی ہاشم

عشیرہ قبیلے کو کہتے ہیں حضرت ابوالفضل کا قبیلہ باپ کی طرف سے معزز و اصل قریش ہے، یعنی قبیلۂ ہاشمیان جو تمام عرب سے اشرف و اکرم قبیلہ ہے اور ماں کی طرف سے آپ آلِ وحید سے قبیلۂ بنی کلاب سے تعلق رکھتے ہیں اور شرف و بزرگی کے حوالے سے یہ قبیلہ بھی عرب کے سرکردہ قبائل میں سے ایک تھا جو عمدہ اخلاق و اطوار، عظیم اثر و تعریف کا حامل تھا، اسی لیے جب حضرت امیرؑ نے عرب کے معزز و شجاع ترین قبیلہ میں ازدواج کی خواہش کی طرف اشارہ فرمایا تو حضرت عقیل ابن ابی طالبؑ کی نظر انتخاب اسی قبیلے کی ایک محترم خاتون حضرت فاطمہ وحیدیہ کلابیہ ام البنینؑ پر ٹھہر گئی جو کریمۂ قوم اور عقیلۂ خاندان کے القاب سے مشہور تھیں۔

عباسؑ فخر بنی ہاشم

یہ ایک طبعی امر ہے کہ ہر قبیلہ و خاندان اپنی نابغۂ روزگار اور نوادر شخصیات کا انتخاب کرتا ہے تاکہ انھیں اپنا سردار اور اسوہ قرار دے۔ ان کے چراغ ہدایت سے رہنمائی حاصل کرے اور ان کے نام نامی کے ذریعے اوروں پر فخر کرے۔ جناب عباسؑ وہ شخصیت ہیں جنھیں خیر و جمال، شجاعت و شہامت اور فصاحت و ذہانت کے تمام جہانی کے اعتبار سے دونوں قبیلوں میں تفوق حاصل ہے۔ آپ اخلاق و حسن سیرت کی بلندی پر فائز اور جمال وجہ و صورت میں قمر و بدر تھے کیوں کہ جمال اپنے آبا کا اجداد اور سیرت و اخلاق کی تربیت اپنے بابا امیر المومنینؑ اور امامین ہمامین علیہم السلام سے پائی تھی۔

Presented by www.ziaraat.com

فخر آلِ وحید

جب بنو کلب نے دیکھا کہ ان کے بھانجے حضرت عباسؑ بن امیر المومنینؑ کو جمال و جلال، مکارم و کمال میں فوقیت کی وجہ سے قمرِ بنی ہاشم کا لقب عطا کر دیا گیا ہے تو انھوں نے سوچا کہ ہم بھی حضرتؑ کے قرابت دار ہیں۔ ہم اس اعزاز و افتخار میں پیچھے کیوں رہ جائیں۔ چنانچہ انھوں نے حضرتؑ کو قمرِ بنی ہاشم کے مقابل قمرِ عشیرہ کا لقب دیا جو ویسی ہی شہرت پا گیا۔ بے شک حضرت قمر العشائر والقبائل ہیں بلکہ آپ ایسا چاند ہیں جو تمام انسانی و بشری آفاق پر چمکتا کر بنی نوع بشر کی صراطِ مستقیم کی طرف یعنی صراطِ امیر المومنینؑ، صراطِ آئمہ معصومینؑ واہلِ بیتِ رسولؐ کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور گم راہ کن اور ٹیڑھے راستوں سے یعنی بنو امیہ، آلِ ابوسفیان، معاویہ، یزید اور ان کے پیروؤں کے راستے سے بچائے رکھتا ہے۔

جمال اور حُسنِ افعال

بے شک حُسن و جمال نعماتِ الٰہیہ میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ”وہ جو چاہتا ہے خلق و خلقت میں اضافہ کر دیتا ہے“۔ خلقت میں اضافہ تفسیر کے مطابق خوب صورت چہرہ، خوب صورت آواز اور خوب صورت بال ہیں۔ ایک اور روایت ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ جَمِیْلٌ وَ یُحِبُّ الْجَمَالَ۔ ”اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے“۔

ایک قول ہے کہ مَا اَحْسَنَ لَوْ یَجْتَمِعُ الْجَمَالُ مَعَ حُسْنِ الْفِعَالِ، ”یعنی کسی شے کا حُسن یہ ہے کہ وہ حُسنِ سیرت و صورت کا مجموعہ ہو“۔ اور حضرت عباسؑ ان قلیل و معدود افراد میں سے ایک ہیں جو جمالِ سیرت اور حُسنِ صورت کے اعلیٰ و ارفع مقام کو حاصل کیے ہوئے ہیں“۔

www.ziaraat.com
Sakina-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

سترھواں خصیصہ

حضرت عباسؑ: صاحب اللواء (علمدار)

حجاز سے عراق کی طرف آغاز سفر کرتے وقت سید الشہداءؑ نے اپنے دستِ اقدس سے علم اٹھا کر حضرت عباسؑ کے حوالے کیا اور عاشورۂ محرم کے دن سب سے بڑا علم حضرتؑ کے پاس ہی تھا۔ اسی لیے تو جب بھی عباسؑ اذنِ جہاد طلب کرتے تو آپؑ فرماتے: عباسؑ! آپ تو میرے علم دار فوج ہیں جب آپ چلے جائیں تو میرا لشکر بکھر جائے گا۔

ایک شاعر نے امامؑ کی اس حالت کی یوں حکایت کی ہے:

لِمَنْ اللِّوٰی اُعْطِیْ وَمَنْ ھُوَ جَامِعٌ

شَمْلِیْ وَفِیْ ضَنْكِ الزِّحَامِ یَقِیْنِیْ

اَمُمَاثِلُ الْاَقْرَانِ حَامِلُ رَایَتِیْ

وَعِمَادُ اَخْبِیَتِیْ وَبَابُ شُؤُوْنِیْ

لَكَ مَوْقِفٌ بِالطَّفِّ اَنْسٰی اَھْلَهٗ

حَرْبَ الْعِرَاقِ بِمُلْتَقٰی صِفِّیْنِ

”میں تمہارے علاوہ کس کو علم عطا کروں جو میرے تمام خصائل کا حامل اور تنگی جنگ میں میری ڈھارس ہو، بہادروں سے نبرد آزما ہونے والا، میرے علم کو اٹھانے والا، میرے گھر کے اہم امور کا محافظ اور میری شان کا دروازہ یعنی ہم راز تیرے علاوہ کون ہے؟ جنگِ کربلا میں تجھے وہ مقام حاصل ہے

Presented by www.ziaraat.com

کہ اسے دیکھ کر کربلا والوں کو جنگِ صفین بھول جائے گی"۔

مناقب ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کہ عباسؑ سقاء، قمرِ بنی ہاشم، صاحب لواء امام حسینؑ (اور کربلا میں) امامؑ کے بھائیوں میں سے سب سے بڑے تھے۔

علم داری کے اوصاف

یہ معلوم امر ہے کہ علم صرف اسے دیا جاتا ہے جو شجاعت و شہامت، نجابت و شرافت میں مشہور ہو کیوں کہ علم دار وہ ہوتا ہے جو لشکر کے تمام افراد کو اپنے جھنڈے کے نیچے اکٹھا کرنے اور ان کو ایک لڑی میں پرونے کا ارادہ رکھتا ہو۔ لہٰذا ضروری ہے کہ علم دار وہ ہو جسے تمام لوگ اپنی رضامندی سے قبول کریں اور اس کے مرتبے اور شجاعت کی وجہ سے اس کی قیادت کے اندر منظم ہو جائیں۔

اسی لیے علم داری خود ایک بڑا فخر اور اعزاز ہے اور ہر دور میں تمام اُمتوں اور قبیلوں کے افراد کے دلوں میں اس کو ایک خاص مقام حاصل رہا ہے۔ اسی طرح حاملِ لواء یا علم دار کو بھی ایک رفیع درجہ و مرتبہ حاصل ہے نہ صرف اس کی شجاعت کی وجہ سے بلکہ لشکر کا انتظام و انصرام کرنے اور ہر وقت موت کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنے کی وجہ سے۔ کیوں کہ جب تک علم قائم رہتا ہے اور لہلہاتا رہتا ہے لشکر منظم و متحد اور جاں باز قائم اور پُرجوش رہتے ہیں۔ علم دار کے ہاتھوں میں علم کے پھریرے کا لہرانا جنگ جوؤں کے دلوں کو اُمید، قوت اور شجاعت عطا کرتا ہے اور ان کو فتح و غلبہ کے قریب کرتا ہے۔ اس کے برعکس جب علم زمین بوس ہو جائے تو لشکر بکھر جاتا ہے اور شکست کھا جاتا ہے جس کا نتیجہ موت یا اسیری کی صورت میں سامنا آتا ہے۔

اسی وجہ سے حاملانِ لوا کا انتخاب قبیلے یا شہر کے بڑے اور بہادر ترین آزمائے ہوئے قریبی تعلق داروں اور عزت و شرف اور دین و تقویٰ میں مشہور افراد

Presented by www.ziaraat.com

میں سے کیا جاتا ہے۔

یہ ساری باتیں علم دار سے تقاضا کرتی ہیں کہ افراد جیش کے سروں پر علم کا سایہ قائم رکھے اور علم کی حفاظت کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دے، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کے صاحبانِ لواعلم کو اس وقت تک گرنے نہ دیتے تھے جب تک ان کے اجسام میں زندگی کی رمق، دلوں میں دھڑکن اور رگوں میں خون باقی رہتا تھا۔ جب ان کا دایاں ہاتھ قطع ہو جاتا تو علم کو بائیں ہاتھ میں تھام لیتے۔ جب بایاں ہاتھ منقطع ہو جاتا تو علم کو اپنے زانوؤں میں سنبھال لیتے اور اپنے گرنے سے پہلے اپنے جیسے کسی مضبوط ساتھی کے حوالے کر دیتے تھے۔ حضرت جعفر طیار بن ابی طالبؑ کی جنگِ موتہ میں ایسی ہی جرأت و جاں نثاری مشہور ہے۔

علم عباسؑ کے ہاتھوں میں

علم داری کے حوالے سے حضرت امیر المومنینؑ نہج البلاغہ میں آدابِ حرب کی تعلیمات کے ذیل میں فرماتے ہیں:

وَرَایَتَکُمْ فَلَا تُمِیلُوْهَا وَلَا تُخِلُّوْهَا وَلَا تَجْعَلُوْهَا اِلَّا بِاَیْدِیْ شُجْعَانِکُمْ وَالْمَانِعِیْنَ الذِّمَارَ مِنْکُمْ فَاِنَّ الصَّابِرِیْنَ عَلٰی نُزُوْلِ الْحَقَائِقِ هُمُ الَّذِیْنَ یَحُفُّوْنَ بِرَایَاتِهِمْ وَیَکْتَنِفُوْنَهَا حِفَافَیْهَا وَ وَرَاءَ هَا وَ اَمَامَهَا، لَا یَتَاَخَّرُوْنَ عَنْهَا فَیُسْلِمُوْهَا وَلَا یَتَقَدَّمُوْنَ عَنْهَا فَیُفْرِدُوْهَا

”اور اپنا جھنڈا سرنگوں نہ ہونے دو اور نہ اسے اکیلا چھوڑو۔ اسے اپنے جواں مردوں اور عزت کے پاسبانوں کے ہاتھوں ہی میں رکھو کیوں کہ مصیبتوں کے ٹوٹ پڑنے پر وہی لوگ صبر کرتے ہیں اور آگے پیچھے سے اس کا احاطہ کر لیتے ہیں۔ وہ

Presented by www.ziaraat.com

پیچھے نہیں ہٹتے کہ اسے دشمنوں کے ہاتھوں میں سونپ دیں اور
نہ آگے بڑھ جاتے ہیں کہ اسے اکیلا چھوڑ دیں"۔

اور علم دار کے انتخاب میں امام حسینؑ نے اپنے بابا کی تعلیمات پر عمل کیا اور بجا طور پر حضرت عباسؑ کو علم عطا کیا۔ اور آپؑ نے اپنے آپ کو اس کا کاملاً اہل ثابت کر دکھایا۔ آخر دم تک علمِ حسینی کی حفاظت کی اور اسے لہرائے رکھا۔ آپ کی ہمت و شجاعت اور بھائی بھتیجوں اور انصار کی مظلومانہ شہادت فوراً دشمن پر حملہ کر کے دشمنانِ خدا و رسولؐ سے انتقام لینے کا تقاضا کر رہی تھی لیکن آپؑ نے امرِ امامؑ سے تجاوز نہ کیا کیوں کہ جب بھی آپؑ امامؑ سے اذنِ جہاد طلب کرتے تو امامؑ فرماتے:
"آپؑ تو میرے لشکر کے سپہ سالار اور علم دار ہیں، جب آپؑ چلے جائیں گے تو لشکر ٹوٹ پھوٹ جائے گا"۔

اور جب آپؑ امامؑ کے پیاسے بچوں کے لیے آخری بار پانی لینے کے لیے گئے تو جب تک آپ کے جسم اطہر میں آخری سانس باقی رہی آپؑ نے علم کو گرنے نہ دیا۔ جب آپؑ کے دونوں بازو یکے بعد دیگرے شہید ہوئے تو آپؑ نے علم کو سینے سے لگایا اور علمِ حسینی اس وقت گرا جب ہر طرف سے تیروں کی بارش تیز ہوئی اور بالخصوص جب آہنی گرز لگنے سے آپؑ کی پیشانی شگافتہ ہوگئی۔ آپؑ زین رہوار پر سنبھل نہ سکے اور آپؑ کے ساتھ ہی علم زمین بوس ہوا۔ آپؑ نے گرتے ہوئے یہ ندا بلند کی: یَا اَخِی اَدْرِکْ اَخَاکَ "بھیا! میری نصرت کو پہنچیے"۔

رسمِ علم داری کب سے؟

حضرت ابوالفضل العباسؑ اپنے بھائی کے علم دار تھے جیسا کہ حضرت امیر علیہ السلام اپنے بھائی رسولؐ اللہ کے علم دار تھے۔ اس سے پہلے بھی علمِ حق انبیاء و اولیا کے ہاتھوں ہی میں رہا۔ ایک قول کے مطابق سب سے پہلے علم اٹھانے والے

Presented by www.ziaraat.com

حضرت شیث بن آدمؑ تھے۔ علمِ خلیل اللہ حضرت ابراہیمؑ کی طرف منتقل ہوا۔ پھر ان کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ ذبیح اللہ کی طرف منتقل ہوا۔ پھر حضرت ثابت بن اسماعیلؑ کے پاس آیا۔ پھر ان کے بیٹوں اور پوتوں سے ہوتا ہوا اجدادِ پیغمبرؐ، قصی بن کلاب اور عبدِ مناف تک پہنچا۔ پھر ان کے بیٹے ہاشمؑ، پھر عبدالمطلبؑ، پھر ابوطالبؑ تک آیا۔ حضرت ابوطالبؑ کے بعد خود رسولؐ اللہ کی طرف منتقل ہوا اور آپؐ نے علم امیرالمومنینؑ کے سپرد کیا۔ یہی علمِ انبیاؑ حضرت عباسؑ کے پاس پہنچا اور میدانِ کربلا میں علم داری آپ نے نام کے ساتھ ایسی جچی کہ ہمیشہ کے لیے آپ کے نام کے ساتھ ٹھہر گئی۔

غازیؑ کا علم دربارِ شام میں

تاریخ میں مذکور ہے کہ عاشورہ کی ظہر کے بعد لشکرِ بنی اُمیہ نے عمر بن سعد کی قیادت میں خیامِ حسینیؑ میں گھس کر رسولؐ اللہ کے گھر کا مال و متاع کو مالِ غنیمت سمجھ کر لوٹا۔ انھوں نے میدانِ جنگ سے بھی غنائم کو اکٹھا کیا اور یزید کی طرف بھیج دیا۔ مالِ غنیمت کے ہم راہ علمِ عباسؑ بھی تھا۔ جب یزید کی اس پر نظر پڑی تو اُس نے غور سے دیکھا کہ علم قبضے اور دستے کے علاوہ کسی جگہ سے محفوظ نہیں۔ (اس سے یہ بات عیاں تھی کہ علم دار دشمنوں کی کثیر تعداد کے نرغے میں لڑتا رہا ہے اور آخر دم تک اس نے علم کی حفاظت کی ہے) یزید نے بڑے تعجب سے پوچھا: کربلا میں علم دارِ حسینؑ کون تھا؟ جب اسے بتایا گیا کہ عباسؑ بن علیؑ۔ تو وہ حضرتؑ کی ہیبت اور جرأت سے ششدر رہ گیا اور تین مرتبہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور پھر بیٹھا۔ پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

"اس علم کی طرف دیکھو اس کے قبضے کے علاوہ ہر جگہ پر زخم اور ٹوٹ پھوٹ کے نشانات ہیں، قبضہ کا سلامت رہنا علم دار کی شجاعت و شہامت کی دلیل ہیں اور

www.Ziaraat.com Sadeqe-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

علم دار نے تمام وار بڑے صبر وجرأت سے سہے ہیں اور علم کو گرنے نہیں دیا۔
پھر کہنے لگا:

اَبَيْتَ اللَّعْنَ يَاعَبَّاسُ، هٰكَذَا يَكُوْنُ وَفَاءُ الْاَخِ لِاَخِيْهِ

''اے عباسؑ! تم نے کمزوری کو اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیا۔
ایک بھائی کی وفا ایسی ہی ہونی چاہیے''۔

اور یہ عباسؑ کے حق میں دشمن کا اعتراف ہے اور فضیلت وہی ہوتی ہے جس کی دشمن بھی گواہی دے۔

علم شعائر حسینیؑ میں شامل ہے

بے شک یہ علم حق جو انبیا و اوصیا کے ہاتھوں میں تھا اور جسے کربلا میں حضرت ابوالفضل العباسؑ نے اٹھایا۔ حضرت ولی العصرؑ بقیۃ اللہ امام مہدی حجۃ بن الحسنؑ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ شعائر حسینیؑ کے طور پر جو علم امام بارگاہوں اور مجالس و محافل تھے، دروازوں پر نصب ہوتے ہیں اور ماتمی جلوسوں میں جن علموں کو لے کر چلا جاتا ہے یہ اسی علم عباسؑ کی شبیہ ہیں اس سے سنتِ حق کا اِحیا ہوتا ہے اور راہِ اسلام کو دوام ملتا ہے۔ یہ علم مسلمانوں کے سروں پر تاظہورِ مہدیؑ لہراتا رہے گا۔

یہاں پر ہم ایک تاریخی بات بھی ذکر کیے دیتے ہیں۔ تاریخ میں ثبت ہے کہ فاطمیان علم وغیرہ کے لیے ایک بڑا خصوصی اہتمام کیا کرتے تھے۔ انھوں نے مصر میں ایک خصوصی مکان 'خزانۃ البنود' (علموں کا خزانہ) کے نام سے بنایا ہوا تھا۔ اس کے اندر علم، اسلحہ، زین اور سونے چاندی کی لگامیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس پر ہر سال اسی ہزار دینار صرف کرتے تھے۔ ان علموں میں سے ایک خصوصی علم تھا جس کا نام انھوں نے لواء الحمد رکھا ہوا تھا۔ وہ مکان جب جل گیا تو اس کے خسارے کا تخمینہ آٹھ ملین دینار لگایا گیا۔

Presented by www.ziaraat.com

اٹھارھواں خصیصہ

عباسؑ: بطلِ علقمہ

وَهَوٰى بِجَنْبِ الْعَلْقَمِيِّ فَلَيْتَهٗ
لِلشَّارِبِيْنَ بِهٖ يُدَافُ الْعَلْقَمُ

''حضرت عباسؑ نہرِ علقمہ کے کنارے پیاسے شہید ہو گئے۔
کاش علقمہ سوکھ جائے اور کوئی اس کا پانی نہ پی سکے''۔

سید طحان کے شعر ہیں:

جَرَّعْتَ اَعْدَاءَ كَ يَوْمَ الْوَغٰى
فِيْ حَدِّ مَاضِيْكَ مِنَ الْعَلْقَمِ
وَقَدْ بَذَلْتَ النَّفْسَ دُوْنَ الْحِمٰى
مُجَاهِدًا يَابَطَلَ الْعَلْقَمِيْ

''اے مجاہدِ کربلا! اے بطلِ علقمی! تو نے دشمنانِ خدا کو اپنی تلوار کی دھار سے سیراب کیا اور حفاظت و نصرتِ امامؑ میں اپنی جان دے دی''۔

لفظِ علقمی میں آخری حرف یا، یائے نسبت ہے اس سے مراد نہرِ علقمہ ہے۔ یہ وہ نہر تھی جو دریائے فرات سے نکلتی تھی اور کربلا اور اس کے اردگرد کی تمام زمین کو سیراب کرتی تھی۔ اسی کے قریب حضرت ابوالفضل العباسؑ دورانِ جنگ میں شہید ہو کر زمین گرے تھے اور وہیں ان کا مرقد بنایا گیا۔

ایک قول ہے کہ جب امامؑ اپنے اہلِ بیت و اصحاب کے ساتھ یہاں وارد

Presented by www.ziaraat.com

ہوئے تو اس وقت کربلا میں صرف یہی ایک ہی نہر بہتی تھی۔ اس نے حضرت عباس کی بہت ساری جسمانی اور روحانی جرأتوں اور بہادری کے کارناموں کا قریب سے مشاہدہ کیا تھا۔

علقمہ اور عباسؑ کی جرأتِ جسمانی

عمر بن سعد نے عَمرو بن حجاج کو چار ہزار گھڑسواروں کے ساتھ نہر علقمہ پر مقرر کیا تھا تا کہ وہ امام حسینؑ، ان کے اہلِ بیتؑ و اصحاب تک پانی نہ پہنچنے دیں لیکن حضرت عباسؑ نے کئی مرتبہ ان کی جمعیت کو تتر بتر کر کے لشکرِ امام تک پانی پہنچایا۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ چار ہزار گھڑسوار جو ہر قسم کے اسلحہ سے لیس ہوں اور جن کی تعیناتی کا مقصد ہی پانی کے راستے کی رکاوٹ بننا ہو، ان کو مار بھگانا کوئی معمولی بہادری نہیں اور سوائے حضرت عباسؑ کے کسی کے مقدور میں نہیں۔ حضرتؑ ان پر غضب ناک شیر کی طرح حملہ آور ہوتے اور بارش کے قطروں کی تعداد میں آنے والے تیروں کی ذرا پروا نہ کی۔ تیروں اور پتھروں سے جسمِ اطہر مکمل طور پر چھلنی ہو گیا لیکن پورے عزم اور اہلیت کے ساتھ ہر دفعہ علقمہ پر قبضہ کیا۔ پانی میں داخل ہوئے اور لشکرِ امام تک پانی پہنچایا۔

علقمہ اور عباسؑ کی جرأتِ روحانی

بے شک چار ہزار گھڑسواروں کی جمعیت کو توڑنا اور منتشر کر دینا کسی کمزور اور سُست آدمی کے بس کی بات نہیں بلکہ جسمانی طور پر انتہائی طاقت ور اور مضبوط مرد میدان کا کارنامہ ہی ہو سکتا ہے۔

لیکن جسمانی قوت کے ساتھ اگر (موت کے سامنے سینہ سپر ہو جانے والی) عظیم روحانی قدرت و طاقت شامل نہ ہو۔ تو خون کے پیاسے بھیڑیوں کے ازدہام

Presented by www.ziaraat.com

میں ایک بالشت برابر پیش قدمی بھی دُور از قیاس ہے۔ حضرت عباسؑ نے اپنی اسی روحانی اور معنوی قدرت کی بدولت نہ صرف اعدا کی بھیڑ کی طرف پیش قدمی کی بلکہ دشمن کی صفوں کو چیر کر دریا پر قبضہ جمایا اور بڑے اطمینان سے مشکیزۂ آب پُر کیا۔

یہاں پر بطور وضاحت اسی خاندان کے ایک مشہور بہادر حضرت محمد ابن حنفیہ کے واقعے کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ جنگِ جمل میں حضرت امیر علیہ السلام نے جنابِ حنفیہ کو حملہ کا حکم دیا۔ انھوں نے حملہ کرنے میں کچھ دیر کردی۔ جناب امیرؑ نے تاخیر کا سبب پوچھا تو عرض کیا: بابا! ابھی تیروں کی بارش ہے، کچھ تھم جائے تو حملہ کرتا ہوں۔ جناب امیرؑ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: یہ تیری ماں کے دودھ کی کمزوری ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت حنفیہ میں باوجود جسمانی جرأت و طاقت کے ایک روحانی ضعف دیکھا گیا جو یقیناً ماں کے دودھ کا اثر ہوسکتا تھا ورنہ باپ امیر المومنینؑ کی ہستی تو ہر ضعف و ستم سے منزہ تھی۔

لیکن حضرت ابوالفضل العباسؑ کی والدۂ گرامی حضرت اُم البنینؑ ایک شجاع ترین خاتون تھیں جنھوں نے جرأت و شجاعت اپنے اجداد سے ورثے میں پائی تھی۔ اس طرح حضرت عباسِ علم دارؑ نے اپنی ننھیال اور ددھیال دونوں طرف سے شجاعت ورثہ میں پائی۔

وفا: ایک جرأتِ معنوی

عام روحانی و معنوی جرأتوں میں سے ایک عظیم جذبہ وفا کی طاقت ہے جس کا مظاہرہ نہر علقمہ کے کنارے پر عباس علم دارؑ نے کیا۔ دیکھیے حضرت عباسؑ شدید پیاسے ہیں، موسم خشک اور گرم ہے۔ اپنے حصے کا پانی چھوٹے بچوں کو پلا دیا ہے۔ آہنی ہتھیاروں کا بوجھ جسم پر ہے۔ دشمنوں کی کثیر تعداد تعاقب کر رہی ہے۔ اُوپر سے سورج اور جنگ کی گرمی، یہ سارے عوامل ایسے ہیں کہ جنھوں نے عباسؑ کے سینے

Presented by www.ziaraat.com

اور دل کو حشن آتش فشاں جلا رکھا ہے۔ آپ علقمہ پر قبضہ کرنے کے بعد پانی میں وارد ہوتے ہیں۔ فطرت کے مطابق ہاتھ پانی کی طرف بڑھانا چاہیے تا کہ پیاس بجھا کر دشمن پر بھرپور حملہ کیا جا سکے لیکن امیرالمومنینؑ کے تربیت یافتہ اور اُم البنینؑ کی گود کے پروردہ عباسؑ سے بعید ہے کہ بدنی ضرورت کو اہمیت دیں اور اپنی تربیت کے مطابق فضیلت کے آسمان اور معنویت و روحانیت کی بلند فضاؤں میں پرواز نہ کریں۔

حضرتؑ اپنے پیاسے بھائی اور امامؑ کی پیاس کو یاد رکھتے ہوئے پانی چلو میں بھرتے ہیں اور دریا کی طرف پھینک دیتے ہیں۔ مشکیزہ بھرتے ہیں اور پیاسے ہی دریا سے نکل کر خیام کا رُخ کرتے ہیں اور اپنے آپ سے کہہ رہے ہوتے ہیں:

یَانَفْسُ مِنْ بَعْدِ الْحُسَیْنِ هُوْنِی
وَبَعْدَہٗ لَا کُنْتِ اَنْ تَکُوْنِی
هٰذَا الْحُسَیْنُ وَارِدُ الْمَنُوْنِ
وَتَشْرَبِیْنَ بَارِدَ الْمَعِیْنِ
تَاللّٰہِ مَا هٰذَا فِعَالُ دِیْنِی
وَلَا فِعَالُ صَادِقِ الْیَقِیْنِی

"اے نفس! میرے مولا و آقا حسینؑ کے بعد اپنے غم غلط کرنا، دیکھو! مولا تو شدت پیاس کے سبب موت کے نرغے میں ہیں اور تم بہتا ہوا ٹھنڈا پانی پی لو بخدا یہ ایک دین دار اور سچے یقین والے مرد کے لیے سزاوار نہیں"۔

علقمہ خشک ہو گیا

بے شک نہر علقمہ نے حضرت عباسؑ کی جسمانی و روحانی جرأت و شجاعت

Presented by www.ziaraat.com

اور خودداری کا قریب سے مشاہدہ کیا۔ اسے اپنے لیے بڑا اعزاز اور فخر سمجھتے ہوئے بڑی خوشی سے لہرا کر بہتی رہی لیکن جب اس خوب صورت مجاہد کا آخری وقت دیکھا کہ کافر و فاجر فوج نے دھوکے کے ساتھ شدتِ پیاس کے عالم میں اسے شہید کر دیا ہے تو علقمہ کا اعزاز کا جذبہ ماتم اور مایوسی میں بدل گیا۔ اُسے حیرت تھی کہ اپنے دُکھ کا اظہار کیسے کروں؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اس کے کنارے پر آ کے ٹھہرے اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اِلَی الْاٰنَ تَجْرِیْ یَا عَلْقَمِیْ وَقَدْ حُرِمَ جَدِّیْ مِنْكِ؟

"اے علقمی! میرے جد بزرگوار پر تیرا پانی بند کر دیا گیا اور تو اب تک بہ رہی ہے؟"

معالی السبطین کی روایت کے مطابق حضرت امام سجاد علیہ السلام جب شام سے واپس لوٹے تو علقمی کو یوں مخاطب کیا:

مَنَعْتِ مَاءَكِ، یَا عَلْقَمِیْ عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ وَتَجْرِیْ

"اے علقمہ! تو نے ابوعبداللہؑ کو پانی نہ دیا مگر اب بھی بہ رہی ہو"۔

امام علیہ السلام کی گفتگو سے علقمہ کی حیرت دور ہوئی اور شہادتِ عباسؑ کا غم منانے کے ایک بہتر انداز کی طرف رہنمائی ہوئی اور اسی وقت اس کا پانی گہرائی میں اُتر گیا اور خشک ہو گیا۔ اس دن کے بعد علقمی صرف ان کتبِ تاریخ کی سطور ہی نظر آئی جو حضرتؑ کی شجاعت کے بیان میں رقم ہوئیں۔

امام سجاد اور امام جعفر صادق علیہم السلام نے علقمہ سے مخاطب ہو کر جو بات کی اسی مفہوم کی ایک شاعر نے یوں وضاحت کی ہے:

Presented by www.ziaraat.com

يَامَنْ إِذَا ذُكِرَتْ لَدَيْهِ كَرْبَلَا　　لَطَمَ الْخُدُوْدَ وَ دَمْعُهُ قَدْ اَهْمَلَا

مَهمَا تَمُرُّ عَلَى الْفُرَاتِ فَقُلْ اَلَا　　بُعْدًا لِشَطِّكَ يَا فُرَاتُ فَمُرٌّ لَا

تَحْلُوْ فَإِنَّكَ لَا هَنِی وَلَا مُرِی

اَیُذَادُ نَسْلُ الطَّاهِرِیْنَ اَبًا وَجَدّ　　عَنْ وِرْدِ مَاءٍ قَدْ اُبِیْحَ لِمَنْ وَرَدْ

لَوْ كُنْتَ یَامَاءَ الْفُرَاتِ مِنَ الشَّهْدِ　　اَیَسُوْغُ لِیْ مِنْكَ الْوُرُوْدُ وَعَنْكَ قَدْ

صُدَّ الْاِمَامُ سَلِیْلُ سَاقِی الْكَوْثَرِ

”اے وہ محب و مومن کہ جس کے پاس اگر کربلا کا ذکر کیا جائے تو وہ ماتم کرنے لگتا ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ جب تم فرات پر سے گزرو تو کہنا کہ اے فرات! ہم تجھ سے دُور رہنا چاہتے ہیں۔ تیرا پانی ہمیں میٹھا نہیں لگتا کیوں کہ تو نے اس وقت ماتم اور احتجاج نہ کیا جب پاکیزہ باپ اور دادا کی طاہر اولاد کو تیرے پانی سے محروم کر دیا گیا۔ جب کہ باقی ہر کسی پر پانی مباح رہا۔

اے فرات! تیرا پانی اگر شہد بھی ہو تو پھر بھی تیرے گھاٹ پر اُترنا جائز نہیں کیوں کہ ساقیِ کوثر کے بیٹے امام حسینؑ کو تیرا پانی پینے سے روک دیا گیا تھا“۔

Presented by www.ziaraat.com

انیسواں خصیصہ

عباسؑ، کبشِ کتیبہ یعنی سالارِ لشکرِ حسینؑ

عَبَّاسُ كَبْشُ كَتِيْبَتِيْ وَ كِنَانَتِيْ
وَسُرِيُّ قَوْمِيْ بَلْ اَعَزُّ حُصُوْنِيْ

"عباسؑ میرا سالارِ لشکر اور میرا ترکش ہے۔ یہ میری قوم کا سخی سردار بلکہ میرا مضبوط ترین قلعہ ہے"۔

کبش کا لفظ ایسے بطلِ شجاع پر بولا جاتا ہے کہ جس کا اُس وقت کے جری اور بہادر ترین لوگ، سامنا کرنے سے عاجز آجائیں۔ بے شک شجاعت دل کی قوت اور مضبوطی کا نام ہے۔ ایک روایت ہے کہ شہنشاہِ کسریٰ (ایران) نوشیروان نے اپنے ایک مشہور حکیم ابوذر جمہر سے پوچھا کہ شجاعت کسے کہتے ہیں؟

اس نے جواب دیا کہ "قوتِ قلب کو" نوشیروان نے کہا کہ ایسا کیوں نہیں کہتا کہ ہاتھ کی قوت کو شجاعت کہتے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ قوتِ دست و بازو، قوتِ قلب ہی سے نکلتی ہے۔ لفظ کبش اس بادشاہ یا امیر پر بھی بولا جاتا ہے جو لشکر کی قیادت کر رہا ہو۔ نیز اس کا اطلاق قوم کے سردار اور قائد پر بھی ہوتا ہے اور کتیبہ سے مراد ہے جیش اور لشکر۔

اور عرفاً کبش کا لفظ جنگ میں صرف اس مرد کے لیے بولا جاتا ہے جس میں بہادری کے سب رنگ اور مردانگی و شہسواری کے تمام خصائل جمع ہوں، اسی لیے یہ لقب حضرت ابوالفضلؑ سے پہلے اسلام میں کسی کے لیے استعمال نہیں ہوا، سوائے صحابیِ امیرالمومنینؑ، مالکِ اشتر بن حارث نخعیؒ کے کہ وہ کبش العراق کے نام سے معروف تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

کمش الکتیبہ ایک عظیم لقب اور اعزاز ہے

کبشِ کتیبہ کا عظیم لقب حضرت عباسؑ کا ایک بڑا اعزاز اور تمغہ ہے جو آپؑ نے اصحاب و انصار و اہلِ بیتِ امام حسینؑ کے ہوتے ہوئے اپنے نام کے ساتھ خاص کرلیا۔ یاد رہے کہ عاشور کے دن نصرتِ امامؑ کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کرنے والی جماعت اُمت کے عظیم ترین سپوتوں کی جماعت ہے۔

یہ لقب آپ کو خود امام حسینؑ نے آپ کی شجاعت و بسالت کی تعظیم و تکریم کرتے ہوئے عطا فرمایا تھا اور بے شک آپ امامؑ کا زورِ کمر اور ان کے اطفال و حرم کے لیے احساسِ امن تھے۔ دشمنوں کا لشکر جو امامؑ سے جنگ کے لیے جمع تھا۔ ان کے دلوں میں حضرت عباسؑ کا رعب ہر وقت جاگزیں تھا اور لشکرِ ابن سعد آپ کے ڈر سے یوں بھاگتا تھا جیسے خارش زدہ کتا یا بزدل لومڑی غضب ناک شیر کے ڈر سے فرار ہو جاتے ہیں اور آپؑ کے لیے ابن زیاد کی طرف سے شمر کے امان لانے، مال و دولت اور لشکرِ ابن زیاد کی سرداری کی پیش کش کا جو قصہ ہے وہ صرف اور صرف آپ کی تلوار کی کاٹ، آپ کی طاقتِ حملہ اور آپ کے اس رعب اور شدت کے خوف کی وجہ سے تھا جس کا مشاہدہ اور ناخوش گوار تجربہ وہ جنگِ صفین میں کر چکے تھے۔ آپؑ کی قوتِ بازو اور تلوار کی تیزی اور کاٹ کو جب سوچتے تو ان کی نیند برباد اور سکون حرام ہو جاتا تھا۔ حتیٰ کہ آپ کے بارے میں کہا گیا ہے:

قَسَمًا بِصَارِمِهِ الصَّقِيْلِ وَ اِنَّنِيْ
فِيْ غَيْرِ صَاعِقَةِ السَّمَا لَا اُقْسِمُ
لَوْلَا الْقَضَا لَمَحَا الْوُجُوْدَ بِسَيْفِهٖ
وَاللّٰهُ يَقْضِيْ مَا يَشَاءُ وَيَحْكُمُ

"ان کی چمک دار تیز تلوار کی قسم! (اور میں وہ ہوں جو آسمانوں

Presented by www.ziaraat.com

پر چمکنے والی بجلی کے علاوہ کسی کی قسم نہیں اٹھاتا)۔ اگر وقتِ موت طے نہ ہوتا تو آپؑ اپنی تلوار کے ساتھ (دشمنوں کی زندگی کا) وجود ہی مٹا دیتے اور اللہ جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے"۔

کبش الکتیبہ کی شہادت

جب حضرت ابوالفضلؑ کی صابرانہ اور مظلومانہ شہادت ہوئی تو امامؑ کے حالات بہت کٹھن ہو گئے۔ آپ نے عباسؑ کی جائے شہادت پر آ کر اپنی بے بسی کا نوحہ یوں پڑھا:

اَلآنَ اِنْکَسَرَ ظَهْرِیْ وَقَلَّتْ حِیْلَتِیْ وَشَمَتَ بِیْ عَدُوِّیْ

"ہائے اب میری کمر ٹوٹ گئی، میری تدبیر کم پڑ گئی اور میرا دشمن خوش ہو گیا"۔

حضرتؑ کی شہادت کے وقت امامؑ کے پردہ داروں اور کم سن بچوں کی حالت کیا تھی اور ابن سعد کے لشکر کے سپاہیوں کی حالت کیا تھی؟ اس کی عکاسی ازری نے اپنے اس شعر میں بیان کی ہے:

اَلْیَوْمَ نَامَتْ اَعْیُنٌ بِكَ لَمْ تَنَمْ
وَتَسَهَّدَتْ اُخْرٰی فَعَزَّ مَنَامُهَا

یعنی اعدا کی آنکھیں جو ابوالفضلؑ کی تلوار اور جرأت کے خوف کی وجہ سے بیدار رہتی تھیں، آپؑ کی شہادت کے بعد آرام اور سکون کی نیند سوئیں گی" اور حرمِ رسولؐ اللہ، اہلِ بیتؑ و انصارِ امامؑ، کم سن بچے اور مخدرات جو وجودِ عباسؑ کا فخر کرتے تھے وہ اس لیے امن سے سوتے تھے کہ عباسؑ کی آنکھیں ان کی حفاظت میں جاگ رہی ہوتی تھی۔ ان کے دل مطمئن ہوتے تھے کہ عباسؑ جیسا شیر دل ان کا نگہبان تھا۔ آج وہ چہرے خوف زدہ اور آنکھیں بے نیند ہیں۔ ان کے قلوب بے چین اور

Presented by www.ziaraat.com

ان کی پلکیں نیند سے محروم ہیں۔ وہ قیدی بنا لیے جانے اور مال و اسباب کے لُٹ جانے کے منتظر ہیں۔

میں تیرا سالار لشکر ہوں

مقاتل کی بعض کتب میں آیا ہے کہ جب امامؑ حضرت عباسؑ کے مقامِ شہادت پر پہنچے اور بھائی کو اس حالت میں دیکھا تو بہت گریہ و ماتم کیا جیسے ایک شفیق بھائی اپنے پیارے بھائی کے فراق میں کرتا ہے۔ آپؑ نے عباسؑ کو اُٹھا کر خیام میں لے جانے کا ارادہ کیا۔ شہزادے نے پوچھا: بھائی کیا کرنا چاہتے ہو؟

فرمایا: آپ کو خیموں میں لے جانا چاہتا ہوں۔ شہزادہ عباسؑ نے عرض کیا: مولا! میں آپ کو آپ کے جد رسولؐ اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے اسی مقام پر پڑا چھوڑ جائیں۔ امامؑ نے پوچھا: بھیا! ایسا کیوں چاہتے ہو؟

آپؑ نے عرض کیا: مولا! میں نے آپؑ کی سکینہؑ سے پانی کا وعدہ کیا تھا جو نہ لے جا سکا۔ مجھے آپؑ کی بیٹی سے شرم آتی ہے۔ پھر میں آپؑ کا سالار لشکر بھی تو ہوں نا! جب آپؑ کے اصحاب مجھے مقتول دیکھیں گے تو ہو سکتا ہے ان کا عزم و ارادہ کمزور پڑ جائے۔

امامؑ نے عباسؑ کے اس مؤقف اور پاکیزہ شعور پر شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا: تو نے اپنے بھائی سے خیر کا حق ادا کر دیا، تو نے اپنی زندگی میں اور بعد از شہادت بھی میری نصرت کی۔ اور آپؑ کی امامؑ کے ساتھ آخری گفتگو، آپ کی وفا، عظیم اخلاص اور اپنے سید و سردار امام حسینؑ اور ان کے اہل بیتؑ کے لیے انتہائی تعظیم و ادب کے جذبے کی عکاس ہے۔ اس کے ساتھ آپ کی فنونِ حرب کی مہارت اور جنگ و جدال کی تعلیمات سے مکمل آگاہی بھی حاصل ہوتی ہے۔ آپ "کبشِ کتیبہ" یا "کبشِ کتیبۂ امام حسینؑ" کے لقب کے صحیح اہل اور سزاوار ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

بیسواں خصیصہ

عباسؑ محافظِ محمل

حَامِی الظَّعِینَۃِ اَیْنَ مِنْهُ رَبِیْعَۃٌ
اَمْ اَیْنَ مِنْ عَلْیَا اَبِیْهِ مُکَدَّمٌ
فِی کَفِّهِ الْیُسْرٰی السِّقَاءُ یُقِلُّهُ
وَبِکَفِّهِ الْیُمْنٰی الْحُسَامُ الْمِخْذَمُ
مِثْلُ السَّحَابَۃِ لِلْفَوَاطِمِ رَیُّهُ
وَیُصِیْبُ حَاصِبُهُ الْعَدُوَّ فَیُرْجَمُ

"ربیعہ بن مکدم جیسے محافظِ محمل کو حضرت عباسؑ سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ آپؑ نے اپنے بائیں ہاتھ میں پانی کا مشکیزہ اُٹھا رکھا ہے اور دائیں ہاتھ میں تیز دھار تلوار ہے۔ آپ کی مشک اولادِ فاطمہؑ کے لیے، مثلِ ابرِ سیرابی کا ذریعہ ہے اور آپ کی تلوار دشمن کے سر پر جا چمکتی ہے اور اُسے فی النار کر دیتی ہے"۔

ظعینہ اس مستور کو کہتے ہیں جو کجاوے یا محمل میں بیٹھی ہو۔ اس کی جمع ظعائن اور ظُعُن ہے۔ حضرت عباسؑ کو حامیِ ظعینہ، حامیِ ظعن، حامیِ ظعینۂ کربلا اور حامیِ ظعینہ امام حسینؑ کہتے ہیں بلکہ آپؑ رسالتؐ و نبوتؐ کی ناموس کے محافظ ہیں۔ جس طرح امام حسینؑ باقی آئمہ اہلِ بیتؑ کی طرح شریعت و احکامِ شریعت، کتاب اللہ اور حدودِ الٰہی اور ناموس کے محافظ و کفیل تھے۔ آپؑ نے اس عظیم انسانی و اسلامی و اساسی حکم یعنی حفاظتِ ناموس کے لیے حضرت ابوالفضلؑ کو مقرر فرمایا اور عباسؑ

Presented by www.ziaraat.com

نے سفرِ عراق میں ناموس و ذریت رسولؐ اللہ کی حفاظت کی ذمہ داری کو بطریقِ احسن واکمل انجام دیا اور حامی ظعینہ کے عظیم لقب سے معروف ہو گئے۔

(۱) اسلامی و انسانی غیرت وحمیت اور انفرادی اجتماعی عزت اس سے اپنے اہل وعیال، مستورات واطفال کی حفاظت کرنے اور ان کے لیے مکمل امن وامان فراہم کرنے کا بھرپور تقاضا کرتی ہے۔ یہ تو عام انسان کی بات ہوئی۔ لیکن مؤسسِ اخلاق وتہذیب، انسانیت کے مسلم و پاک کنندہ اور مبلغ ومحافظِ اسلام جنابِ رسول کریمؐ اور ائمہ اہلِ بیتؑ سے یہ تقاضا بطریقِ اولیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسولؐ اللہ اور اہلِ بیت رسولؐ اللہ جب اپنے اہل وعیال کو اپنے ہم راہ سفر پر لے جاتے تو ان کو ایسے محملوں میں سوار کرتے جو ہر طرف سے ڈھانپے ہوئے ہوتے تھے اور ان پر کئی پردے لٹک رہے ہوتے تھے تاکہ وہ ہر اجنبی آنکھ سے مامون اور موسم کی حرارت و برودت سے محفوظ رہیں اور امام حسینؑ جب اپنے اہل وعیال کے ساتھ مدینہ رسولؐ سے مکہ مکرمہ اور وہاں سے جانبِ عراق چلے ہیں تو انھوں نے ایسے ہی انتظامات فرمائے اور اپنے باوفا بھائی کو اس فریضہ پر مامور فرمایا۔ تمام مخدرات کا سفر بے فکر اور ان کے دل مطمئن و بے خوف تھے کیوں کہ ان کے قافلے کے آگے آگے خود امام عالی مقام تھے اور ابوالفضل العباسؑ اور تمام ہاشمی شہزادے اِس کے محافظ بن کر ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

ربیعہ بن مکدم

اس خصیصہ کے آغاز میں درج شعر میں سید جعفر حلی کہتے ہیں: ربیعہ بن مکدم کنانی جو کہ حفاظت ناموس میں بحیثیت ایک ضرب المثل مشہور ہے۔ حضرت عباسِ علمدارؑ ان سے برتری وفوقیت رکھتے ہیں کیوں کہ آپؑ نے ناموسِ رسالت وامامت کے دفاع میں جام شہادت نوش کیا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

ربیعہ بن مکدم قبیلۂ بنی فراس بن غنم میں سے ایک شخص تھا جو یوں معروف تھا کہ زندگی میں اور بعد از موت اپنی ناموس کی حفاظت کی۔ شعرا نے اس پر قصائد لکھے۔ ہر مقام و مناسبت پر اس کی فخر و اعزاز بھری شجاعت و جرأت اور ناموس کی حفاظت کے لیے اس کے جذبۂ غیرت کے نغمے اور ترانے گائے جاتے رہے۔ اس کا قصہ و واقعہ کچھ یوں ہے، جو ابو عبیدہ نے مجمع الامثال میں نقل کیا ہے۔

نبیشہ بن حبیب سلمی کسی جنگ سے بحیثیت غازی لوٹ رہا تھا۔ راستے میں اس نے بنی کنانہ کے محمل کو دیکھا تو وہ ان مستورات پر قبضہ کرنے کے درپے ہو گیا کیوں کہ ربیعہ بن مکدم فقط ایک مرد ان کے ساتھ تھا اور یہ بھی ابھی لڑکپن میں تھا۔ ربیعہ مانع ہوا تو نبیشہ نے اسے زلفوں سے پکڑا اور اس کے بازو میں اپنا نیزہ پیوست کر دیا۔ ربیعہ اپنی ماں کے محمل کے پاس آیا اور کہا: ماں مجھے پٹی باندھ دو، میں ان کا مقابلہ ضرور کروں گا۔ ماں نے اس کے زخم پر پٹی باندھی اور جنگ پر اس کی ہمت بندھائی۔

جب اس نے پانی مانگنے کا ارادہ کیا تو اس کی ماں نے کہا کہ جاؤ اور ان سے جنگ کرو۔ پانی کہیں نہیں جا رہا۔ یہ سن کر ربیعہ واپس پلٹا اور جم کر لڑا حتیٰ کہ اس نے سب کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ ربیعہ اپنے محملوں کے پاس آیا اور مستورات سے کہا کہ میں نیزے کے زخم سے گھائل ہو چکا ہوں لیکن جیسے میں نے زندگی میں تمھاری حفاظت کی ہے، مر کر بھی حفاظت کروں گا۔ میں نے یوں تدبیر کی ہے کہ میں درختوں کے اس جھنڈ میں اپنے گھوڑوں پر سوار کھڑا رہوں گا اور اپنے توازن کے لیے نیزے کا سہارا لوں گا۔ تم سب تیزی سے آگے بڑھ جاؤ۔ اگرچہ میری روح پرواز کر جائے گی مگر نیزے کی ٹیک پر کھڑا رہوں گا اور میری موجودگی کی وجہ سے دشمن دن کی کچھ ساعات گزرنے تک ادھر کا رُخ نہیں کرے گا۔ اس طرح مستورات

Presented by www.ziaraat.com

کے قافلے نے گھاٹی کو عبور کرلیا اور ربیعہ دشمن کے سامنے اپنے گھوڑے پر مقابلے کے لیے تیار بیٹھا نظر آتا رہا۔ اس کا خون لگاتار رستا رہا۔ بالآخر جسم کا سارا خون بہ گیا اور اس کی روح پرواز کرگئی۔ وہ بوقتِ مرگ تمنا کرتا رہا کہ کاش کوئی اسے اس کے گھر والوں تک پہنچا دے۔ بہرحال نیزے کے سہارے کی وجہ سے وہ مرکر بھی ایسا لگتا تھا گویا زندہ ہے اور دشمن اسے زندہ سمجھ کر آگے بڑھنے کی ہمت نہ کرسکے لیکن جب کافی دیر گزر گئی اور ربیعہ نے اپنی جگہ سے کوئی حرکت نہ کی تو انھوں نے تیر سے گھوڑے کا نشانہ لیا۔ جب تیر گھوڑے کو لگا تو وہ بیچ پا ہوگیا اور ربیعہ زمین پر منہ کے بل گر پڑا۔ اس سے انھیں پتہ چل گیا کہ وہ تو مرچکا ہے۔ اب دشمن محملوں کی طرف بڑھے لیکن مستورات کافی فاصلہ طے کرچکی تھیں اس لیے انھیں نہ پاسکے۔

اس واقعہ کے بعد مشہور ہوگیا کہ ناموس کی حفاظت میں جان کی بازی لگا دینے والا ربیعہ بن مکدم جیسا کوئی نہیں ہے۔

ربیعہ اور عباسؑ کا تقابل

ربیعہ بن مکدم کو حضرت عباسؑ سے کوئی نسبت نہیں۔ اگر واقعۂ کربلا کے وقت ربیعہ زندہ ہوتے تو ناموس کے لیے غیرتِ عباسؑ پر فخر کرتا بلکہ آپؑ کی بلند غیرت وحمیت اور ناموس کی نگہبانی کے اس عظیم انداز کو دیکھ کر ششدر و حیران رہ جاتا۔

جب ربیعہ کو نیزہ لگا تو اس نے اپنی ماں سے التجا کی کہ اس کے زخم پر پٹی باندھے۔ ماں نے پٹی باندھی اور اس کی شجاعت وحمیت بڑھائی لیکن جب حضرت عباسؑ کا دایاں بازو شہید ہوگیا تو آپؑ نے وہ رجز پڑھا جو آج بھی ہر سامع اور آزاد انسان کے دل میں غیرت کو جوش دلاتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: میرا دایاں ہاتھ میرے دین اور میرے امامؑ کا نذرانہ اور صدقہ ہوا جنھوں نے حفاظتِ ناموس اہل وعیال اور بالخصوص مخدراتِ رسالت و

Presented by www.ziaraat.com

امامت کی نگہبانی کا درس دیا ہے"۔

پھر ربیعہ نے اپنی ماں سے پیاس بجھانے کے لیے پانی طلب کیا تو ماں نے کہا: پانی کو چھوڑو۔ اس سے زیادہ اہم خطرے میں گھری تمھاری مستورات کی ناموس کی حفاظت ہے، اس کے لیے قیام کرو۔ جبکہ حضرت عباسؑ علقمہ پر قبضہ کرنے کے بعد مشکیزہ بھرنے کے لیے پانی میں داخل ہوتے ہیں۔ چلو میں پانی بھر کر منہ کے قریب لے جاتے ہیں۔ پانی ان کی دسترس و قدرت میں ہے اور اس کا پینا ان کے لیے جائز و مباح ہے لیکن شدت پیاس کے باوجود پانی پھینک دیا۔ بقول شاعر:

علیؑ کے لال نے چلو میں لے کے پانی کو
بڑے وقار سے دریا کے منہ پہ مار دیا

اور فرمایا: اس سے اہم تر امر ناموس رسالت و ولایت کا دفاع اور ان کی سیرابی ہے۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

ربیعہ بن مکدم اپنے نیزے سے ٹیک لگائے اپنے گھوڑے پر گھاٹی میں ٹھہرا رہا، حتیٰ کہ اس کا سارا خون بہہ گیا اور وہ اسی حالت میں فوت ہو گیا۔ لیکن مرتے وقت اس نے تمنا کی کہ کاش کوئی ایسا مددگار آئے اور اسے تنہائی اور غربت سے نجات دلائے اور آخری وقت میں اس کے اہل خاندان تک پہنچائے۔ لیکن جب حضرت عباسؑ اپنے رہوار کی زین سے زمین پر آئے اور امامؑ بھائی کے پاس اتنی تیزی سے آئے جیسے بلندی سے پانی نشیب کی طرف آتا ہے اور انھیں شہدا کے خیمہ کی طرف لے جانا چاہا تو شہزادے نے جدِ امامؑ رسول اللہؐ کا واسطہ دے کر التجا کی کہ مجھے خیمہ میں نہ لے جائیں تاکہ میرے قتل سے مستورات خانوادۂ عصمت سکتے میں نہ آجائیں اور رسالت و امامت کی گود میں پلنے والی بیٹیاں گھبرا نہ جائیں اور میری موت کے بعد دشمن خیام پر حملہ آور ہونے کی جسارت نہ کریں۔ اگرچہ یہ حیلہ بہت

Presented by www.ziaraat.com

تھوڑی دیر تک کے لیے کارگر رہے گا کہ جب تک میری عمر شہادت ہر طرف پھیل نہیں جاتی۔

امام حسینؑ: نگہبانِ ناموس

حضرت عباسؑ حفاظت ناموس کے حوالے سے ہر دور کے افراد پر فائق ہیں۔ آپ کی ناموس کے لیے قربانی سب سے بڑھ گئی ہے۔ آپؑ نے زندگی میں بھی اور بعد از شہادت بھی ناموسِ رسالت وولایت کی محافظت کی ہے اسی لیے آپ بلاشرکت غیرے حامی علقمہ کے لقب کے سزاوار ٹھہرے ہیں۔

ہاں امام حسینؑ جو کہ منصوص من اللہ ہیں، اور امامؑ وہی ہوتا ہے جو تمام مکارم ومحاسن میں امامؑ نظر آتا ہے، نگہبانی ناموس میں بھی امام حسینؑ سب پر سبقت رکھتے ہیں۔ اس کے ثبوت کے لیے فقط یہ دلیل کافی ہے کہ جب امام عالی مقامؑ عاشورا کے دن زین ذوالجناح سے زمین کربلا پر آئے تو کافی دیر تک زمین گیر رہے۔ آپؑ خون بہ جانے کی وجہ سے نحیف ہو گئے تھے لیکن دشمن ابھی قریب آنے سے ڈرتا تھا۔ کچھ کہتے تھے کہ ان کی روح پرواز کر گئی ہے اور کچھ کہتے تھے کہ ان کی چال ہے تا کہ قریب پہنچنے والے کسی دشمن کا کام تمام کر سکیں۔ ایسے میں شمر بن ذی الجوشن علیہ اللعان نے کہا کہ خیام کا رُخ کرو۔ اگر زندہ ہے تو غیرت ہاشمی اسے اُٹھنے پر مجبور کر دے گی۔ پس وہ خیام کی طرف بڑھے جس پر مستورات کی چیخ وپکار بلند ہوئی تو امامؑ نے انھیں روکنے کے لیے اُٹھنے کی کوشش کی لیکن اُٹھ نہ سکے تو اعداء کو پکار کر کہا:

> "لعنت ہو تم پر اے آلِ ابوسفیان کے پیرو! اگر تمھارا کوئی دین نہیں ہے اور تمھیں قیامت کا خوف بھی نہیں ہے تو اپنی دنیاوی زندگی میں آزاد بنو اور اگر عرب ہو تو کم از کم اپنے آباؤاجداد کی پیروی تو کرو"۔

Presented by www.ziaraat.com

شمر نے پکار کر کہا: اے ابن فاطمہؑ! کیا کہتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میں تمہارے ساتھ قتال کر رہا ہوں تم میرے ساتھ جنگ کرو، مستورات کا کوئی گناہ نہیں۔ اپنے گستاخ لشکریوں کو روکو کہ (کم از کم) جب تک میں زندہ ہوں میرے حرم سے دُور رہیں۔

شمر نے کہا: ٹھیک ہے۔ پھر اس نے اپنی سپاہ سے کہا کہ خیام کی طرف نہ جاؤ بلکہ صرف حسینؑ سے سروکار رکھو۔ مجھے میری زندگی کی قسم، یہ ایک عزت دار گھرانے کا فرد ہے۔ اسی مفہوم کی طرف ایک شاعر حسینیؒ نے اشارہ کیا ہے:

قَالَ اقْصُدُوْنِی بِنَفْسِیْ وَاتْرُكُوْا حَرَمِیْ

قَدْ حَانَ حِیْنِیْ وَقَدْ لَاحَتْ لَوَائِحُهُ

یعنی امام علیہ السلام نے فرمایا: "میرا قصد کرو اور میرے حرم کو چھوڑ دو، میرا وقت قریب آ گیا ہے اور نوشتۂ تقدیر ظاہر ہو گیا ہے"۔

المختصر امام حسین علیہ السلام اس وصف کی بنیاد رکھنے والے اور اس کے لیے قربانی دینے والے ہیں اور حضرت عباسؑ نے اپنے بھائی اور امامؑ کی اقتدا اور پیروی اکمل و احسن طور پر کی اور 'حامیِ ظعینہ' حامیِ الظعن اور حامیِ ظعینۂ حسینؑ ایسے القاب کے صحیح اہل قرار پائے۔

......●......

Presented by www.ziaraat.com

اکیسواں خصیصہ

حضرت عباسؑ: سبع القنطرۃ

سبع شیر کو اور ہر نڈر اور پیش قدمی کرنے والے حیوان کو کہا جاتا ہے اور اس کا اطلاق اس مردِ شجاع پر بھی ہوتا ہے جو دلیری اور پیش قدمی کرنے میں ید طولیٰ رکھتا ہو۔

قنطرہ پُل کو کہتے ہیں بلکہ ہر اس شے کو کہتے ہیں جو ندی، نہروں کو عبور کرنے کے لیے پانی کے اُوپر بنائی جائے۔ اور سبع القنطرہ یعنی وہ مردِ شجاع جو پُل کا محافظ ہو کہ دشمن اس کو عبور نہ کر سکے۔ جو پُل کی حفاظت کرنے کا اہل ہو اور اس کی جرأت و بہادری کا شہرہ چہار دانگِ عالم میں ہو۔

حضرت عباسؑ کو پُل کا محافظ کیوں کہتے ہیں؟

یہ لقب حضرت ابوالفضلؑ نے جنگِ نہروان میں خود اپنی اعلیٰ اہلیت کے سبب حاصل کیا۔

نہروان بغداد سے چار فرسخ کے فاصلے پر واقع ایک شہر ہے۔ اس مقام پر خوارج کے ساتھ مولا امیر علیہ السلام کی ایک فیصلہ کن جنگ ہوئی جسے جنگِ نہروان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے جنابِ عباسؑ کو گھڑسواروں کے ایک دستے کے ساتھ پُل کی حفاظت پر مامور فرمایا: کوئی خارجی پُل سے گزرنے نہ پائے کیوں کہ یقیناً وہ پُل جنگی نقطۂ نظر سے بہت اہم تھی اور آپؑ نے نہروان کے معرکہ میں اپنی ہاشمی شجاعت و بطولت کے جھنڈے گاڑ دیے۔ لشکرِ خوارج میں سے کوئی بھی پُل کو

Presented by www.ziaraat.com

عبور کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ جب بھی وہ پُل کی جانب بڑھتے تو شہزادۂ عباسؑ کی موت بانٹتی تلوار ان کے سامنے سدِ راہ ہو جاتی اور آپ کے رعب و دبدبہ اور ہیبت کی وجہ سے وہ پُل عبور کرنے کا ارادہ ملتوی کرتے اور فرار میں ہی عافیت پاتے۔ اسی لیے جب جنگ میں وقتِ نماز آیا تو حضرت امیر المومنینؑ نے وضو کے لیے پانی طلب فرمایا۔ جب آپ وضو کرنے میں مصروف تھے تو ایک گھڑ سوار آیا اور اطلاع دیتے ہوئے کہا: اے امیر المومنینؑ! جس پُل کی محافظت پر عباسؑ اپنے دستے کے ساتھ مامور تھے اس پر خوارج نے قبضہ کر لیا ہے اور پُل عبور کر لی ہے۔ مخبر کی اس خبر پر امیر المومنینؑ نے نہ وضو سے سر اُٹھایا اور نہ ہی اس کی خبر کو کوئی اہمیت دی کیوں کہ آپ کے علم میں تھا کہ اس پُل کی نگرانی کے لیے میں نے کسی اور کو نہیں بلکہ عباسؑ کو متعین کیا ہے۔ اس کی تلوار کی کاٹ سہنے کا حوصلہ و ہمت خوارج کے بس کی بات نہیں۔

مخبر کی بات کو اہمیت نہ دینے کی ایک اور وجہ رسولؐ اللہ کی وہ حدیث بھی تھی جس میں آپؐ نے مولا امیر علیہ السلام کو خبر دی تھی کہ کس طرح خوارج کا فتنہ اُٹھے گا، وہ کیسے جنگ کریں گے، کہاں اُتریں گے، کہاں سوار ہوں گے، ان کا انجام کتنا بُرا ہوگا اور وہ سب آپ کے ہاتھوں واصلِ جہنم ہو جائیں گے۔

اس بنا پر آپؑ نے اس گھڑ سوار کو جواب دیا کہ انھوں نے پُل کو عبور نہیں کیا ہے اور نہ ہی کر سکیں گے۔ ان میں سے دس سے کم افراد زندہ بچ سکیں گے اور آپ شیعانِ علیؑ میں سے دس سے کم شہید ہوں گے۔ پھر آپؑ نے اپنی بات کی مزید تاکید کرتے ہوئے فرمایا: ”نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ مجھے بتانے والے نے جھوٹ بولا ہے“۔

جنابِ امیرؑ کی اس گفتگو سے لوگوں کو تعجب ہوا۔ ان کے درمیان ایک شخص ایسا تھا جو شک میں پڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے اسی بات سے علیؑ کے حق پر ہونے

Presented by www.ziaraat.com

کو پہچان لیتے ہیں۔ اگر ان کی یہ بات سچ ثابت ہوگئی تو پھر کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں رہ جائے گی۔ تھوڑی دیر بعد گھڑسوار آیا اور اس نے کہا: اے امیرالمومنینؑ جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا، واقعی خوارج نے پُل عبور نہیں کیا ہے۔

خوارج پر یداللّٰہی حملہ

امام المومنین علی علیہ السلام نے نماز ظہر ادا کی۔ پھر اپنے مجاہدوں کے ہم راہ خوارج کی طرف متوجہ ہوئے اور سب سے پہلے ان پر اتمام حجت کرتے ہوئے انھیں عذاب الٰہی سے ڈرایا اور حضرت عبداللہ ابن خبابؓ کے قتل، ان کی حاملہ زوجہ کے پیٹ کو چاک کر کے بچے کو نکال کر اس کو ماں کے ساتھ تہِ تیغ کرنے، جیسی بربریت پر توبہ کرنے کی ترغیب دلائی۔ آپ کے مجوزنما دھنڈ کا اثر یہ ہوا کہ بارہ ہزار خوارج میں سے آٹھ ہزار صراط مستقیم کی طرف لوٹ آئے لیکن بقیہ چار ہزار خوارج اپنی بدبختی پر ڈٹے رہے بلکہ انھوں نے کہا کہ اے علیؑ! جس طرح ہم نے عبداللہ بن خبابؓ، ان کی زوجہ اور بچے کو قتل کیا ہے اسی طرح تمھیں بھی تہِ تیغ کریں گے۔

پس حضرتؑ نے ان کی طرف سے مایوس ہو کر ان پر زوردار حملہ کر دیا اور ان کی صفوں میں گھس گئے اور تھوڑی ہی دیر میں سوائے نو افراد کے ان میں سے کوئی بھی نہ بچا سب واصل جہنم ہوگئے۔ ان نو افراد میں سے دو افراد خراسان اور ارضِ سجستان کی طرف بھاگ گئے اور وہاں ان کی نسل موجود ہے۔

دو افراد بلاد جزیرہ کے مقام السن کی طرف گئے۔ دو افراد نے بلاد عمان کا رُخ کیا اور اب تک ان کی نسل وہاں موجود ہے۔ دو نفر یمن کی طرف بھاگ گئے اور ایک شخص صحرا کی طرف بھاگ گیا اور پھر وہاں سے کوفہ میں داخل ہوا، وہی عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی تھا اور اِدھر امامؑ کی فوج میں سے نو افراد شہید ہوئے اور لوگوں نے دیکھا کہ حضرت امیر علیہ السلام کی دی ہوئی خبر پوری کی پوری سچ ثابت ہوئی۔

Presented by www.ziaraat.com

بائیسواں خصیصہ

حضرت ابوالفضلؑ کا ایک لقب ضیغم ہے

حَتّٰی اِذَا اشْتَبَکَ النِّزَالُ وَصَرَّحَتْ
صِیْدُ الرِّجَالَ بِمَا تَجُنُّ وَتَکْتُمُ
وَقَعَ الْعَذَابُ عَلٰی جُیُوْشِ اُمَیَّۃٍ
مِنْ بَاسِلٍ ھُوَ فِی الْوَقَائِعِ مُعْلَمٌ
مَا رَاعَھُمْ اِلَّا تَقَحُّمُ ضَیْغَمٍ
غَیْرَ اَنْ یُعْجِمَ لَفْظَہٗ وَیُدَمْدِمُ

''جب جنگ پیچیدہ صورت اختیار کرلے اور رات کی تاریکی کی وجہ سے دشمن کو شکار کرتے وقت نشانے خطا ہوجائیں تو ایسے میں وہ بہادر لشکر بنواُمیہ پر عذاب برپا کردیتا ہے جس کی بہادری گھمسان کی جنگوں میں مشہور ہے۔ وہ ڈر کی وجہ سے پوری بات بھی منہ نہ کہہ سکے ہوتے کہ وہ مثل شیران کی صفوں میں گھس آتا ہے اوران کو برباد کردیتا ہے''۔

ضیغم کا معنی ہے شیر، یہ ایسے شجاع مرد پر بولا جاتا ہے جو جرأت و بہادری اور پیش قدمی کرنے کے حوالے مضبوط شہرت کا مالک ہو اور ابوالفضلؑ اپنی عظیم شجاعت، رعب اور کلائی کی سرعت کی وجہ سے لوگوں میں ضیغم کے لقب سے مشہور ہوئے۔ جب آپ دشمن کا سامنا اور مقابلہ کرتے تو ایسی ضرب لگاتے تھے جو دشمن کے لیے قضا بن جاتی تھی، لیکن وہ ضرب کلائی اور تلوار کی سرعت کی بدولت اتنی

Presented by www.ziaraat.com

برق رفتاری سے واقع ہوتی تھی کہ مضروب کو پتا نہیں چلتا تھا کہ میرے ساتھ کیا گزر گئی ہے۔ پس اگر وہ کسی دشمن کی گردن کا نشانہ لیتے تو تلوار گردن کو کاٹ کر اتنی جلدی سے گزر جاتی کہ سر جسم کے اُوپر ہی لٹکا رہتا تھا۔ دشمن اسے صرف ایک ضرب ہی سمجھتا اور بھاگنے کھڑا ہوتا لیکن جونہی پہلا قدم اٹھاتا اس کا سر اس سے آگے بڑھ جاتا تھا یعنی سر مکمل کٹ کر آگے آ گرتا تھا۔ اسی طرح اس کی موت واقع ہو جاتی۔

سید جعفر حلّی نے ابوالفضلؑ کے اس اندازِ حرب کو اپنے قصیدہ میں لکھا ہے:

مَا كَرَّ ذُوْ بَأْسٍ لَهُ مُتَقَدِّمًا

اِلَّا وَفَرَّ وَرَاْسُهُ الْمُتَقَدِّمُ

''کوئی بھی بڑے سے بڑا جنگ جُو آپ کے سامنے ٹھہر نہ سکتا تھا جو بھی آپ سے جنگ کرتا وہ فرار ہونے پر مجبور ہو جاتا لیکن اس کا سر اس کے جسم سے بھی آگے نکل جاتا تھا''۔

ابوایوب ہمدانی

نصر بن مزاحم کی کتاب صفّین میں آیا ہے کہ ابوایوب ہمدانی نے لشکرِ شام کی صفوں پر حملہ کیا۔ پھر واپس پلٹا، راستے میں اس کا سامنا ایک شامی سپاہی سے ہو گیا جو اہلِ عراق (فوج امیرؑ) پر حملہ کر کے لوٹ رہا تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیے۔ ابوایوب نے بظاہر آہستگی سے تلوار اس کی گردن پر ماری لیکن اس کی گردن جلد کے ساتھ باقی رہی۔ ابوایوب نے نعرہ لگایا کہ میں نے اس دشمن کا کام تمام کر دیا ہے لیکن لوگوں نے اس کی بات کا یقین نہ کیا۔ جب وہ دشمن فوجِ شام کے پاس پہنچا تو اس کا سر گر کر الگ ہو گیا۔

لوگوں کو اس منظر سے بہت تعجب ہوا۔ امیر المومنینؑ نے اس موقع پر فرمایا: بخدا مجھے اس شخص کے سر کے جسم پر لٹکے رہنے سے تعجب نہیں ہوا جتنا ضرب مارنے

Presented by www.ziaraat.com

والے کی ضرب سے ہوا۔ یہ ضربِ شمشیر میں مہارت کی انتہا ہے۔ اگلی صبح کو جب ابوایوب جنگ کے لیے جا رہے تھے تو مولا امیرؑ نے داد دیتے ہوئے فرمایا: تم ویسے ہی جنگ جُو ہو جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

وَعَلَّمَنَا الضَّرْبَ آبَاؤُنَا
وَسَوْفَ نُعَلِّمُهُ أَيْضًا بَنِيْنَا

''ہمیں شمشیر زنی ہمارے آباؤ اجداد نے سکھائی اور اسی طرح
ہم بھی یہ فن آگے اپنے بیٹوں کو منتقل کریں گے''۔

جنگِ صفّین میں جنابِ عباسؑ کا قیام

کتاب ''کبریتِ احمر'' وغیرہ میں ہے کہ حضرت عباسؑ جنگِ صفّین میں اپنے بابا کے ساتھ شریک ہوئے اور اس زمانے کے مشہور سورماؤں کو اپنی تلوار سے گھائل کیا شاید اسی موقع کی بہادری کی وجہ سے لوگوں میں ضیغم کے نام سے مشہور ہوگیے۔ آپ کے صفین کے جنگی کارناموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب معاویہ نے فرات پر قبضہ کر کے لشکرِ امامؑ پر پانی بند کر دیا اور کئی ہزار فوجی پانی کے پہرے پر متعین کر دیے حتیٰ کہ لشکرِ امامؑ کو شدتِ پیاس کا سامنا کرنا پڑا تو حضرت امیرؑ نے اپنے ساتھیوں کو اکٹھا کر کے ایک خطبہ دیا جس کا نام خطبہ حماسیہ ہے۔ آپؑ نے اپنے اصحاب کو دریا کا قبضہ واگزر کرانے کی ترغیب دلائی۔

امام حسینؑ نے فرات کے قابضوں سے نبرد آزما ہونے کی اجازت چاہی۔ اجازت ملنے پر سبطِ رسولؐ نے گھڑسواروں کا ایک دستہ لے کر دشمن پر حملہ کیا اور حضرت عباسؑ آپ کا بازو بنے ہوئے تھے۔ وہ حملہ اتنا شدید تھا کہ جیشِ معاویہ بھاگ کھڑا ہوا اور حسینؑ و عباسؑ کا دستہ فرات میں اُتر گیا۔ لیکن آپؑ نے معاویہ کی طرح دشمن پر پانی بند نہ کیا۔ پانی سب کے لیے مباح رکھا۔

Presented by www.ziaraat.com

زیب دیتا ہے اسے ساقیِ کوثر ہونا

صفین کی جنگ میں حضرت عباسؑ کی ایک اور بھی مبارزت بہت مشہور ہے جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ آپؑ چہرے پر نقاب ڈالے میدان صفین میں اُترے۔ لوگ نقاب کی وجہ ڈر رہے تھے کہ پتہ نہیں کون جوان ہے اور مقابلہ سے کتی کترا رہے تھے۔ معاویہ نے اپنے نامی گرامی پہلوان ابوالشعثاء کو مقابلے کے لیے اُکسایا لیکن اس نے تکبر کرتے ہوئے کہا کہ یہ جو جسم اور قیافہ سے نوخیز لگ رہا ہے میں اس کے مقابلے میں خود نہیں جاؤں گا بلکہ اپنے سات بیٹوں میں سے کسی ایک کو بھیجتا ہوں جو اس جوان کے لیے کافی رہے گا۔ مجھے تو اہلِ شام ایک ہزار گھڑسوار کے مقابلے کے لیے تیار کر کے لائے ہیں۔ بہرحال جب اس نے اپنے ایک بیٹے کو بھیجا تو حضرتؑ نے اس کو فی النار کر دیا، حتیٰ کہ اس کے سارے بیٹے مقابلے کے لیے آئے اور شہزادے نے سب کو پچھاڑ دیا۔ اپنے بیٹوں کی موت پر ابوالشعثاء سخت غصے اور کینے سے میدان میں آیا اور کہا: میں ضرور اس کے ماں باپ کو اس کی کم سنی کی موت پر رُلاؤں گا اور بڑی تیزی اور شدت سے شہزادے کی طرف بڑھا لیکن جب قریب آیا تو تلوار سے وار کرنا تو کجا تلوار اُوپر اٹھانے کی مہلت بھی نہ پا سکا۔ شہزادے کی قضا باشتی ضربِ شمشیر نے آنِ واحد میں اسے اس کے سات بیٹوں کے ساتھ ملحق کر دیا۔

یہ منظر دیکھ کر لشکرِ معاویہ کے دلوں پر آپ کا رعب اور خوف طاری ہو گیا اور اس کے بعد کوئی بھی آپ کے ساتھ مقابلہ کرنے بلکہ آپ کی سمت بڑھنے کی بھی جرأت نہ کر سکا۔

یہ حالت تو تھی لشکرِ معاویہ کی، لیکن لشکرِ جناب امیرؑ کا ماحول بھی کچھ اور ہی تھا۔ سب تعجب کر رہے تھے کہ یہ اتنا جری نوخیز جوان کون ہے، وہ بڑے شوق اور

Presented by www.ziaraat.com

تجسس سے آپ کی طرف لپکے۔ جب عباسؑ واپس آئے تو جناب امیرؑ ان کے پاس پہنچے اور مرحبا کہتے ہوئے تحسین فرمائی۔ جب آپؑ نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹائی تو لوگوں کو پتا چلا کہ تلوار کی یہ کاٹ کسی اور کی نہیں بلکہ اسد اللہ ہی کے فرزند قمر بنی ہاشم عباسؑ کی تھی۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

تینسواں خصیصہ

العبد الصالح

شاید حضرت ابوالفضل العباسؑ کے لیے سب سے اُونچی منزل، سب سے بلند مقام، سب سے بڑا نام، اور سب سے بڑا تمغہ "عبدِ صالح" کا لقب ہے جو امام جعفر صادق علیہ السلام نے انھیں عطا کیا ہے اور جو معروف زیارت میں ابوحمزہ ثمالی سے مروی ہے۔ زیارت کے الفاظ یہ ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ الْمُطِيْعُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَسَلَّمْ

"اے عبدِ صالح، اے اللہ، رسولؐ اللہ، امیر المومنینؑ، حسن مجتبیٰ اور حسین شہید کربلا صلوات اللہ علیہم کے سچے اطاعت گزار، آپ پر میرا سلام ہو"۔

دو پر معنی لفظ 'عبد' اور 'صالح' کو مرکب کر کے حضرت عباسؑ کے حق میں استعمال کر کے امام جعفر صادق علیہ السلام نے واضح فرمایا ہے کہ آپؑ اللہ کی عظیم معرفت کے ساتھ اس پر ایمان رکھتے تھے۔ ہر حالت میں اسی کا بندہ ہونے کا ثبوت دیا۔ اللہ کے حکم کے سامنے پورے اخلاص کے ساتھ سر تسلیم خم رکھا اور ہمیشہ خوب صورت ایثار اور پاکیزگی نفس کا مظاہرہ کیا کیوں کہ عبودیت (اللہ کا حقیقی عبد ہونا) بذاتِ خود معصومینؑ یعنی انبیاؑ و اوصیاؑ کی منزل ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیا کی مدح فقط لفظ 'عباد' کے ساتھ کی ہے اور اسی طرح انبیا و اولیا نے بھی صرف 'عبدِ خدا' ہونے

Presented by www.ziaraat.com

پر فخر کیا ہے اور جب عبودیتِ خدا، پرہیزگاری اور ہدایت کے ساتھ مزین ہو تو اس کی شادابی و جمال اور رفعت و کمال میں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔

قرآن میں عباد صالحین کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں میں سے صرف صالح بندوں کو زمین کے وارث و مالک ہونے اور عدل و انصاف قائم کرنے والے ہونے کی خوش خبری دیتے ہوئے فرمایا:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (سورۂ انبیاء، آیہ ۱۰۵)

"اور ہم نے توصیحت (توریت) کے بعد یقیناً زبور میں لکھ دیا تھا کہ روئے زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے"۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

شرح الآیات الباہرہ میں ہے کہ امام ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے وہ صالح بندے آلِ محمدؐ ہیں اور سورۂ فاتحہ کی ان آیات اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ، صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (ہمیں صراطِ مستقیم کی ہدایت دے، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا) کی تفسیر امام حسن عسکریؑ نے اپنے آبا سے نقل کرتے ہوئے یوں فرمائی کہ "ہمیں ان لوگوں کے راستے کی ہدایت فرما جن پر تو نے یہ انعام فرمایا ہے کہ ان کو اپنے دین اور اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرمائی ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○ (سورۂ نساء، آیہ ۶۹)

Presented by www.ziaraat.com

"اور جس شخص نے اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کی تو ایسے لوگ
ان (مقبول) بندوں کے ساتھ ہوں گے جنھیں اللہ نے اپنی
نعمتیں دی ہیں یعنی انبیا اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور
یہ لوگ کیا ہی اچھے رفیق ہیں"۔

شرح الآیات الباہرہ، میں نبی اکرمؐ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:
النَّبِیِّیْنَ سے مراد میں الصِّدِّیْقِیْنَ سے مراد میرے بھائی علی، الشہداء سے مراد میرے چچا حمزہ اور الصّٰلِحِیْنَ سے مراد میری بیٹی فاطمہؑ اور ان کے بیٹے حسنؑ و حسینؑ ہیں۔

استدلال اور نتیجہ

پہلی آیت میں عِبَادَ اللّٰهِ الصّٰلِحُوْنَ کی تفسیر میں امام ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا: وہ ہم آل محمدؐ ہیں۔ اس بنا پر امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے عم بزرگوار ابو الفضل کو عبد صالحؑ کا جو نام دیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ انھیں آل محمدؐ میں شامل فرمایا ہے۔

اور دوسری آیت کے لفظ الصالحون کی تفسیر نبی کرتے ہوئے اس کا مصداق جناب فاطمہؑ اور جناب حسنین شریفینؑ کو قرار دیا ہے تو اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابو الفضل العباسؑ کے لیے عبد صالحؑ کا لفظ استعمال کر کے ان کو اولاد فاطمہؑ میں شمار کیا ہے۔

اور یہ بات کوئی عجیب بھی نہیں ہے کیوں کہ نبیؐ کی حدیث ہے: اَلْقَرِیْبُ مَنْ قَرَّبَتْهُ الْمَوَدَّةُ قرابت دار وہ ہے جسے مودت قرابت دار بنا دے۔ اور جو مودت و محبت حضرت عباسؑ نے اپنے اماموں و سیدین، ریحانتین و سبطین رسولؐ اللہ حضرت حسنین شریفینؑ سے کی ہے اس سے بڑھ کر محبت کون کر سکتا ہے۔ اور معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کی مودت و اخلاص اور کربلا میں آپ کا آزمائش و قربانی کو

Presented by www.ziaraat.com

جانتے ہوئے آپ بطور شکرانہ عباسؑ ان کے لیے بیٹے کا لفظ استعمال کرتی تھیں اور ان کو اپنی اولاد کے زمرے میں شمار کرتی تھیں۔

اور ایک مومن زائر (جو نیکی و پرہیزگاری اور خیر وتقویٰ میں مشہور تھا) کا قصہ بھی اس مفہوم کے شاہد کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے اور ثقہ علما میں سے کسی ایک نے اسے نقل کیا ہے۔ یہ مرد مومن ہر دن میں دو یا تین مرتبہ روضۂ امام حسینؑ کی زیارت کیا کرتا تھا اور کبھی کبھار دس دنوں میں ایک آدھ مرتبہ حضرت عباسؑ کے روضہ کی زیارت کو آتا تھا۔ ایک رات اس نے خواب میں جناب سیدہ فاطمۃ الزہراؑ کو دیکھا، ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا لیکن جناب سیدہؑ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اسے احساس ہو گیا کہ اس نے کوئی بڑا گناہ کیا ہے جس کی وجہ سے بی بیؑ ناراض ہیں، ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ اے سیدۂ عالم! میں اپنی تقصیر کا اعتراف کرتا ہوں اور گزارش کرتا ہوں کہ میری تقصیر سے مجھے آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ اس سے اجتناب کرسکوں۔

جناب سیدہؑ نے فرمایا: تم میرے بیٹے کی زیارت بہت کم کرتے ہو۔ بڑے وثوق سے عرض کرتا ہے کہ بی بیؑ! ہر دن میں ایک سے زیادہ مرتبہ زیارتِ امامؑ کو جاتا ہوں اور کبھی تو دن میں تین بار زیارت کرتا ہوں اور کبھی زیارت کو ترک نہیں کرتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے تم میرے بیٹے حسینؑ کی زیارت ایسے ہی کرتے ہو لیکن میرے بیٹے عباسؑ کی زیارت بہت کم کرتے ہو۔

واقعاً یہ بات صحیح ہے اور بعید از قیاس و عقل نہیں ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے بارے میں حضورؐ کی حدیث متواتر ہے۔

سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ ''سلمانؓ میرے اہل بیتؑ میں سے ہے''۔

اور یہ بھی تواتر سے حدیث ہے کہ آپؐ نے جناب سلمانؓ کو سلمان فارسی

Presented by www.ziaraat.com

کے نام سے پکارنے سے منع فرمایا اور سلمان محمدی کہہ کر پکارنے کا حکم فرمایا ہے۔ تو جب حضرت سلمانؓ کی محبت و ولا، حُسنِ کردار و افعال اور آزمائشوں میں سرخروئی کے اجر کے طور پر انھیں اہلِ بیت میں شامل کیا جاسکتا ہے تو حضرت عباسؑ کی میدانِ کربلا میں عظیم آزمائش، ان کے فی سبیل اللہ سختی و مشقت برداشت کرنے اور اپنے سید و سردار و ذی وقار بھائی امام حسینؑ کے لیے عظیم وجمیل قربانی دینے پر انھیں اہلِ بیتؑ نبیؐ میں شمار کرنا بھی بعید و عجیب نہیں ہے۔

حضرت امام موسیٰ الکاظمؑ، ایک عبدِ صالح

عبدِ صالح حضرت ابوالفضل العباسؑ کا ذکر کرتے ہوئے ایک اور عبدِ صالح کا ذکر بھی نہایت مناسب ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں عبدِ صالح کا اعزاز عطا فرمایا ہے اور نسب کے حوالے سے آلِ رسولؐ اور اولادِ فاطمہؑ میں سے ہیں یعنی امام موسیٰ کاظم ابن جعفرؑ۔

مناقب میں کتاب الانوار سے نقل کیا گیا ہے کہ بادشاہ ہارون عباسی مختلف طریقوں اور حیلوں سے امام موسیٰ کاظمؑ کی شخصیت کو بے آبرو کرنے اور آپ کی اچھی شہرت و مقبولیت کو مخدوش کرنے اور خفیہ طریقے سے آپؑ پر تہمت لگانے اور افترا باندھنے کی کوششوں میں لگا رہتا تھا تاکہ اس کی سزا کے طور پر علانیہ آپؑ کو شہید کرسکے۔ ایک مرتبہ اس نے ایک نئی سازش تیار کی۔ اس نے ایک حسین و جمیل لونڈی قید خانے میں آپ کی خدمت کے لیے بھیجی تاکہ اس کے ذریعے آپ پر گناہ کی تہمت لگائے۔ جب داروغہ جیل لونڈی کو آپؑ کے پاس لایا تو آپؑ نے اسے قبول کرنے سے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ مجھے اس کی اور اس جیسی کسی شے کی حاجت نہیں ہے اور سورۂ نمل کی یہ آیت پڑھی: بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ کہ جب بلقیس کا ایلچی تحفہ لے کر حضرت سلیمانؑ کے پاس آیا تو سلیمانؑ نے کہا کہ کیا تم

Presented by www.ziaraat.com

لوگ مجھے مال کی مدد دیتے ہو تو اللہ نے جو مال مجھے دے رکھا ہے وہ اس مال سے کہیں بہتر ہے جو تمھیں دیا ہے۔

"(میں تو نہیں) بلکہ تمہی لوگ اپنے تحفے تحائف سے خوش ہوا کرو"۔

جب داروغہ نے واپس جاکر ہارون کو یہ خبر دی تو اس نے غیض وغضب کے ساتھ تلوار سونت لی اور چلا کر کہا: "ان کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم نے آپ کو آپ کی مرضی سے پکڑ کر قید نہیں کیا ہوا۔ لونڈی ان کے پاس چھوڑ کے آجاؤ"۔

داروغہ لونڈی کو امامؑ کے قیدخانہ میں چھوڑ کر واپس ہو گیا۔ ادھر ہارون اپنی جگہ سے اٹھا اور ایک خادم کو قیدخانہ اور لونڈی کی جاسوسی پر مقرر کر دیا۔ لیکن جاسوس نے لونڈی کو حیران کن حالت میں دیکھا وہ اپنے پروردگار کے سامنے سربسجود تھی اور سجدے سے اپنا سر نہیں اٹھا رہی تھی نیز اپنے رب کی مسلسل تسبیح و تقدیس ادا کر رہی تھی۔ اس کی زبان پر جاری تھا: قُدُّوْسٌ قُدُّوْسٌ سُبْحَانَكَ سُبْحَانَكَ

جاسوس نے جلدی جلدی آ کر ہارون کو اس واقعہ کی خبر دی اور جب ہارون نے دیکھا کہ اس کی چال تو الٹی پڑ گئی ہے وہ تو اس کے ذریعے امامؑ کی شخصیت کو داغ دار کر کے اس کی سزا میں انھیں سرعام شہید کرنا چاہتا تھا لیکن اس کی چال امامؑ کی تعریف و منقبت میں اضافے اور ان کے مقام و شخصیت کی بلندی کا باعث بن گئی ہے تو اس نے جواباً وہی جملہ کہا جو تمام قرون کے فرعون، الٰہی نمائندوں سے عاجز آجانے پر کہتے رہے ہیں۔ اس نے تمام حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا کہ بخدا موسیٰ بن جعفرؑ نے اپنے جادو کے ذریعے اسے اپنی راہ پر لگا لیا ہے۔

پھر ہارونؒ کے حکم پر لونڈی کو لایا گیا تو وہ ٹکٹکی باندھ کر آسمان کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ اس کے چہرے سے خوف خدا ظاہر تھا۔ ہارونؒ نے اسے ڈانٹ کر پوچھا: تجھے کیا ہوا ہے؟

Presented by www.ziaraat.com

لونڈی نے جواب دیا کہ میرے ساتھ بالکل جدید اور منفرد معاملہ پیش آیا۔
میں اس "عبدِ صالح" کے پاس ٹھہری۔ وہ دن رات عبادتِ خدا میں مصروف رہے۔
جب وہ نماز ختم کر کے تسبیح و تقدیس پروردگار میں مشغول ہوئے تو میں ان سے مخاطب ہوئی اور عرض کیا: اے میرے آقا! اگر میری کوئی ضرورت ہو تو حکم فرمائیں۔

انھوں نے فرمایا: مجھے تمھاری کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔

میں نے کہا: مجھے آپ کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔
انھوں نے قید خانہ کے ایک کونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ادھر دیکھو وہ کس لیے بنے ہیں۔

میں نے جب اس طرف نظر کی تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک نہایت ہی سرسبز اور پھولوں سے لدا ایک خوب صورت باغ میرے سامنے ہے۔ وہ اتنا وسیع و عریض تھا کہ نگاہ دوسرے کنارے تک نہ دیکھ سکتی تھی۔ اس کے اندر ایسی خوب صورت قیام گاہیں تھیں جو ریشمی کپڑوں اور نقش نگار والے ریشمی قالینوں سے مزین تھی اور ان کے اوپر ایسی حسین خادمائیں اور غلمان موجود تھے کہ ان جیسا حُسن میں نے کبھی نہیں دیکھا اور انھوں نے سبز ریشم کے لباس اور تاج پہن رکھے تھے جو یاقوت اور ہیروں سے مرصع تھے۔ ایسا لباس میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ ان کے ہاتھوں میں خوب صورت جام اور رومال تھے اور ہر قسم کا کھانا وہاں موجود تھا۔ پس میں اس کی عظمت اور حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سجدے میں گر گئی اور اعتراف کرلیا کہ وہ اللہ کے عظیم ولی ہیں اور اللہ نے انھیں عظیم کرامت اور انعامات سے نوازا ہے۔ پس اسی حالت سے تمھارا خادم مجھے یہاں لے آیا ہے۔ یہ سن کر ہارون کا غیظ و کینہ اور بھڑک اٹھا۔ اس نے اس عورت کے بیان کردہ حقائق کی اہمیت کو کم کرنے، حیران و ششدر لوگوں کی حیرانی دُور کرنے اور سامعین سے حقائق

Presented by www.ziaraat.com

چھپانے کے لیے بڑی کڑک دار آواز میں کہا: اے خبیث عورت! تو سجدے میں تھی وہیں تجھے نیند آ گئی اور تو نے جو خواب میں دیکھا وہی قصہ ہمیں سنا دیا ہے اور یہ فقط ایسا اُلجھا ہوا خواب ہے جس کی کوئی تعبیر نہ ہو۔ اس کا خیال تھا کہ میرے ڈر سے میری کہی ہوئی بات لوگوں کے سامنے دُہرا دے گی لیکن اس کے برعکس وہ عورت بولی: میری آنکھیں نیند کی وجہ سے نہیں بلکہ اس حقیقی واقعہ کی وجہ سے چندھیائی ہوئی اور متاثرہ لگتی ہیں۔ اللہ کی قسم جو کچھ میں نے دیکھا وہ سجدہ کرنے سے پہلے دیکھا اور جو کچھ دیکھا اسی سے متاثر ہو کر سجدہ میں گر گئی۔

عورت کی یہ گفتگو سن کر ہارون غصے سے آگ بگولا ہو گیا اور خادم سے کہا: اسے قید میں ڈال دو تاکہ اس کی یہ گفتگو کوئی اور نہ سن سکے۔ خادم کہتا ہے کہ میں نے اس کو پکڑ کر زندان میں ڈال دیا اور وہ جاتے ہوئے عبادتِ خدا میں مصروف ہو گئی اور جب بھی اس سے استفسار کیا جاتا تو وہ جواب دیتی کہ میں نے اسی حالت میں 'عبد صالح' کو دیکھا تھا اور عبادت میں ویسے ہی کرتی رہوں گی۔

خادم نے اس سے پوچھا کہ امامؑ کے لیے لفظ 'عبد صالح' کیوں بار بار استعمال کر رہی ہو؟ عورت نے کہا: جب میں باغات اور حوران و غلمان کا سارا منظر دیکھ چکی تو میرے قریب سے آواز آئی کہ خبردار! ہم یہاں موجود ہیں، اس 'عبد صالح' سے دُور رہنا۔

وہ مومنہ جو پہلے لونڈی تھی اپنی حالت پر برقرار رہی اور امام موسیٰ کاظمؑ کی شہادت سے کچھ دن پہلے وفات پا گئی اور بعید نہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی طرح اس مومنہ کو بھی خفیہ طریقے سے زہر دے کر شہید کر دیا گیا ہو۔

نماز میں حضرت عباسؑ پر سلام

جس طرح امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اولادِ جنابِ سیدہ فاطمہؑ اور آلِ رسولؐ

Presented by www.ziaraat.com

سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کو 'عبدِ صالح' کے لقب سے پکارا ہے، اسی طرح حضرت ابوالفضل العباسؑ کو امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنی دعا میں 'عبدِ صالح' کے نام سے پکارا ہے۔ تو گویا نماز کے دوسرے مخصوص سلام میں حضرت عباسؑ بھی شامل ہیں۔ جب ہر مسلمان دن میں پانچ مرتبہ بعد از تشہد اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ کے بعد اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ کہتا ہے تو وہ فی الواقع حضرت عباسؑ کے لیے دعائے خیر کرتا ہے اور ان کے حضور ہدیۂ سلام بھیجتا ہے۔ اور یہ بہت بڑی شان ہے کہ حضرات محمدؐ و آلِ محمدؐ کے بعد حضرت عباسؑ کی ذات ہی اس کی اہل ہو سکتی ہے۔

......●......

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

چوبیسواں خصیصہ

حضرت عباسؑ عابد کے لقب سے معروف ہیں

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

سِيْمَاهُمْ فِي وُجُوْهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ (سورۂ فتح، آیہ ۲۹)

''اللہ تعالیٰ نبی اکرمؐ اور ان کے سچے جاں نثار ساتھیوں کی تعریف اور صفات بیان فرما رہا ہے کہ وہ کافروں پر سخت اور آپس میں ہمدرد ہیں''۔

کثرتِ سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں میں گھٹے پڑے ہوتے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَفْضَلُ طَبَائِعِ الْعَقْلِ اَلْعِبَادَةُ

یعنی ''عقلِ انسانی کا سب سے افضل مزاج اور فطرت عبادت ہے''۔

ثواب الاعمال میں شیخ صدوق نے حضرت عباسؑ کے متعلق روایت کی ہے کہ آپؑ کی دونوں آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) سجدوں کے نشانات تھے۔

قاسم بن اصبغ بن نباتہ جو جناب امیر المومنینؑ کے صحابی وحواری تھے ان سے شہدائے کربلا اور حضرت عباسؑ کے سرہائے مبارک کو کوفہ لائے جانے کی خبر اور روایت نقل کی گئی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس بنی دارم قبیلہ کا ایک شخص آیا جو شہادتِ امام حسینؑ کے وقت کربلا میں موجود تھا۔ اس کا چہرہ بالکل سیاہ تھا جبکہ پہلے وہ خوب صورت اور سفید چہرے والا ہوا کرتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تیرے چہرے کا

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

رنگ اتنا بدل کیوں گیا ہے کہ مشکل ہی سے پہچانا جاتا ہے؟

اس نے کہا: اپنے سیاہ عمل اور جفاکاری کی پاداش میں عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوں۔ میرے چہرے کے رنگ کا بدلنا اسی وجہ سے ہے۔ کہتا ہے کہ مَیں نے روزِ عاشورا کو میدانِ کربلا میں اصحابِ حسینؑ میں سے ایک ایسے روشن چہرے والے مرد کو قتل کیا کہ جس کی دونوں آنکھوں کے مابین کثرتِ سجود کے نشانات تھے اور اس مقتول کا سر مَیں ہی ابن زیاد کے پاس کوفہ لایا۔ یعنی اس ملعون نے جس سفید و روشن چہرے والے شہزادے کو شہید کیا وہ ابوالفضل العباسؑ تھے جن کی پیشانی پر عبادتِ پروردگار کی کثرت کی وجہ سے نشانات تھے۔

قاسم بن اصبغ کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ وہ شخص (قاتلِ حضرت عباسؑ) اپنے گھوڑے پر یوں بیٹھا ہے کہ اس کا سر گھوڑے کے سینے کی طرف لٹک رہا ہے۔ میں نے اپنے والد سے کہا کہ یہ شخص اِسے اُونچا کیوں نہیں کرتا، یہ اتنا جھکا ہوا ہے کہ گھوڑے کا گھٹنا اسے لگ سکتا ہے اور زخمی کرسکتا ہے۔

میرے والد نے مجھ سے کہا کہ یہ تو کچھ بھی نہیں۔ بقول اس شخص کے کہ وہ اس سے بھی بڑی تکلیف اور عذاب میں گرفتار ہے۔ اس شخص نے میرے والد کو بتایا کہ جب سے میں نے عباسؑ بن علیؑ کو شہید کیا ہے ہر رات وہ میرے خواب میں آتے ہیں اور میرے بازو سے پکڑ کر مجھے جہنم کے کنارے پر لے جا کر اس کے اندر پھینک دیتے ہیں اور صبح تک میرے ساتھ یہی کیفیت رہتی ہے۔

قاسم کہتے ہیں کہ میرے والد کی بتائی ہوئی بات کی تصدیق اس ملعون کی ایک پڑوسی عورت نے بھی کی۔ ہم کچھ نوجوان اس عورت کے پاس گئے اور اس سے اس بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ یہ شخص رات کو چیخ و پکار کرتا رہتا ہے جس کی وجہ سے ہم بہت کم سو سکتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

نشاناتِ عبادت دراصل نشاناتِ حریت ہیں

سِمَةُ الْعَبِيْدِ مِنَ الْخُضُوْعِ عَلَيْهِمُ
لِلّٰهِ اِنْ ضَمَّتْهُمُ الْاَسْحَارُ
فَاِذَا تَرَجَّلَتِ الضُّحٰى شَهِدَتْ لَهُمُ
بِيْضُ الصَّوَارِمِ اَنَّهُمُ اَحْرَارُ

"اللہ کے حقیقی عباد کے چہروں پر مسلسل شب بیداری اور خشوع وخضوع کے ساتھ سجود کرنے کی وجہ سے نشانات و محراب پڑ جاتے ہیں لیکن جب دن چڑھتا ہے تو میدانِ جنگ (میدانِ عمل) میں ان کی چمکتی ہوئی تلواریں گواہی دیتی ہیں کہ حقیقی معنوں میں آزاد لوگ یہی تو ہیں"۔

سید حیدر حلی نے اپنے ان اشعار میں بعض دوسرے محب شعرا کی طرح بہت خوب صورت اور اچھوتے انداز میں امام حسینؑ اور اہلِ بیتؑ و اصحاب امامؑ کی منقبت لکھی ہے اور یہ قصیدہ دستانی سے اقتباس کیا گیا ہے جو امام المتقینؑ کے ایک خطبے سے لیا گیا ہے کہ جو انھوں نے متقین کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اور وہ خطبہ آیت قرآنی کے مفہوم کی وضاحت ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ماسوا اللہ سے آزادی کے مساوی ومترادف ہے۔ اور عابد حقیقی معنی میں ایک مردِ حُر ہوتا ہے وہ اللہ کی عبادت کر کے اس کی بارگاہ سے کرامت وخودداری، حریت وعزتِ نفس مانگتا ہے اور وہ کسی شے کے آگے خوف وطمع کی وجہ سے نہیں جھکتا اور نہ ہی ہوا و ہوس کو اہمیت دیتا ہے اور بڑے سے بڑے امتحانات و بلیات اور شدائد و مصائب بھی اگر اسے گھیر لیں تو اس کے عزم وعقیدہ میں کمزوری واقع نہیں ہوتی۔

اور واقعاً حضرت ابوالفضل العباسؑ ایسے ہی حقیقی عبادت گزار اور پُرخلوص

Presented by www.ziaraat.com

زاہد تھے کہ ایک طرف کثرتِ سجود کی وجہ سے ان کی پیشانی پر نشانات نمایاں تھے اور دوسری طرف ہر قسم کے خوف اور لالچ سے ماورا عبادت گزار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ میدانِ کربلا میں دشمنانِ اسلام و ایمان کی طرف سے پیش کی جانے والی امان اور جاہ و مقام کی متعدد پیش کشوں کو لہجۂ انکارِ حسینؑ میں ٹھکرا دیا۔

کربلا والوں نے رہبانیت اور مادیت دونوں کی نفی کی ہے۔ یہ بات مخفی نہیں کہ اسلام میں رہبانیتِ محض قطعاً نہیں ہے جیسا کہ نصاریٰ نے یہ بدعت اختیار کی ہے اور نہ ہی محض مادیت پرستی ہے جیسا کہ یہود کی اختراع ہے بلکہ دینِ اسلام مادیات اور معنویات کے مجموعے کا نام ہے۔ یہ دین روح و جسم ہے۔ یہ دنیا و آخرت کے امتزاج کا نام ہے۔ نبی اکرمؐ اور ان کی اہلِ بیتِ اطہارؑ نے ان دونوں حقیقتوں کو ایک ہی وقت میں جمع رکھ کر لوگوں کے سامنے منشائے دین و خدا کو آشکار کیا۔ محمدؐ و آلِ محمدؐ وقتِ واحد میں دنیا سے منہ موڑنے والے اور زہد و تقویٰ الٰہی اختیار کرنے والے بھی نظر آئے اور امورِ دنیا اور کاروبارِ زندگی میں سیاست چلانے والے مدبر کے طور پر بھی دیکھے گئے۔ اس صفت و خصلت میں ان کی اقتداء کرنے والوں میں حضرت عباسؑ صفِ اوّل میں نظر آتے ہیں۔ اپنے رب کی عبادت کرتے ہوئے، دنیا کو ترک کرتے ہوئے اُن کی ساری رات قیام و رکوع و سجود میں گزرتی تھی۔ تسلسلِ عبادت اور کثرتِ سجود کی وجہ سے وہ فرمانِ خداوندی سِيْمَاهُمْ فِي وُجُوْهِهِمْ مِنَ اَثَرِ السُّجُوْدِ کے مصداق بن گئے اور جب دن چڑھا تو کبھی شیرِ خدا نظر آئے، کبھی لشکرِ حسینی کے سپہ سالار دکھائی دیے۔ جب سے عہدِ طفولیت سے باہر قدم رکھا تب سے لے کر عاشورائے کربلا تک پرچمِ حسینؑ انھی کے شانوں پر لہراتا ہوا نظر آیا۔

شیخ مفیدؒ نے اپنی تصنیف "ارشاد" میں تحریر کیا ہے کہ شبِ عاشور امام حسینؑ نے

Presented by www.ziaraat.com

ساری رات عبادتِ خدا، نماز، استغفار، دعا اور مناجات میں گزاری اور اسی طرح ان کے اصحاب نے بھی نماز و دعا و استغفار کرتے ہوئے رات بسر کی اور ہر خیر کی منزل میں حضرت عباسؑ ان سب اصحاب و انصار امامؑ میں پیش پیش تھے اور ساتھ ساتھ خیامِ حسینی کی محافظت اور پاسبانی کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔

سید ابن طاؤس نے اپنی کتاب "اللهوف" میں لکھا ہے کہ امام حسینؑ اور اصحاب امامؑ نے آخری تمام رات رکوع و سجود، قیام و سجود میں گزاری اور ان کے خیام سے عبادت پروردگار کی مسلسل آوازیں آتی تھیں کہ جیسے شہد کی مکھیوں کے چھتے کے پاس آواز لگاتار آتی ہے اور اس کو سن کر لشکر ابن سعد سے بتیس خوش بخت انسانوں نے درسِ عبرت کیا۔ حق امامؑ کو پہچانا اور گمراہی و جہنم کی راہ کو چھوڑ کر فوج حسینی میں شامل ہو گئے اور یوم عاشور نصرت امامؑ میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہونے اور ابدی حیات پا گئے۔ ان اصحاب باوفا کی آواز مناجات میں سے ایک قوی ترین اور متاثر کن آواز حضرت عباسؑ کی بھی تھی جس نے ان افراد کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا اور انھیں اس وقت بیدار کر دیا جب وہ اجل کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے۔

جو عابد ہے وہی مطیع ہے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ

زیارت منقولہ کے یہ الفاظ جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے حضرت ابوالفضلؑ کے لیے فرمایا یہ واقعی ایک بہت بڑا تمغہ اور اعزاز ہیں۔ یقیناً امام جعفر صادق علیہ السلام وہ ہستی ہیں جن کے ہاتھوں میں آسمانوں کے ترازو ہیں۔

وہ عدل و انصاف کو اس کے پورے حق کے ساتھ قائم کرنے والے ہیں۔ وہ کسی کو بھی اس کے استحقاق سے ذرا بھی زیادہ عطا کرنے والے نہیں ہیں۔ انھوں نے حضرتؑ کو فقط عابد نہیں کہا بلکہ عبودیت خدا کی صفت کو صدق و صلاح کی صفت

Presented by www.ziaraat.com

کے ساتھ مقرون کر کے آپ پر اطلاق کیا ہے۔ کیوں کہ اللہ کے نزدیک جو عبودیت پسندیدہ ہے اور نبیؐ اور ان کے اوصیاؑ کے نزدیک جو عبودیت ممدوح ہے وہ وہی ہے جو صدق وصلاح، پاکیزگی و پاک دامنی سے مزین ہو۔ اسی لیے امامؑ نے 'عبد صالح' کے ساتھ اَلْمُطِیعُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَسَلَّمَ کے الفاظ کی تاکید ذکر فرمائی کیوں کہ خالص و صادق عبادتِ خداوندی خدا و رسولؐ اور آئمہ اہلِ بیتِ رسولؐ کی اطاعت ہی کا نام ہے جس کا افضل نمونہ اور اعلیٰ مثال حضرت ابوالفضل نے پیش کی۔

تمغۂ عبودیت در قرآن

عبادتِ خداوندی چونکہ اللہ اور عبد کے مابین ربط قائم کرتی ہے۔ غیرِ خدا سے اسے منقطع کرتی ہے اور غیر اللہ یعنی ہوس و شہواتِ نفس اور طاغوت و شیاطین کی عبادت اور ان کے آگے جھکنے سے روکتی ہے، لہٰذا یہ سب سے بڑا تمغہ اور اعلیٰ ترین نشان ہے جس کا حصول صرف عطائے خداوندی سے ممکن ہے اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تمغہ و اعزاز اپنی مخلوق میں سے پسندیدہ ترین اور منتخب افراد ہی کو دیا ہے اور وہ افراد انبیاؑ ہیں اور ان میں سے سرفہرست و مقدم سرکار رسالت مآبؐ ہیں کہ جن کے صدقے اور جن کے اہلِ بیتؑ کی محبت میں اللہ نے اس کون و مکان کو وجود بخشا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنی محکم کتاب اور مبرم خطاب میں اپنے حبیب مصطفیٰؐ کے واقعۂ معراج کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا

"وہ اللہ (ہر عیب سے) پاک و پاکیزہ ہے جس نے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (آسمانی

مسجد) تک کی سیر کرائی جس کے چوگرد ہم نے ہر قسم کی برکت مہیا کر رکھی ہے تاکہ اس کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں"۔

(بنی اسرائیل، آیہ ۱)

اسی طرح ایک اور مقام پر اپنے نبیؐ کے وصفِ عبادت اور ان کے ہاتھ پر جنات کے قبولِ اسلام کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا

"اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کی عبادت کو کھڑا ہوتا ہے تو لوگ اس کے گرد ہجوم کر کے گرے پڑتے ہیں"۔ (سورۂ جن، آیہ ۱۹)

اور جیسا کہ ہمیں بھی اللہ نے حکم دیا ہے کہ ہم اپنی نمازوں کے تشہد میں گواہی دیں کہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، یعنی ہم حضورؐ کے دو اوصاف و اعزازات میں سے عبودیت کا ذکر پہلے کریں اور اسے رسالت پر مقدم کریں۔

یعنی عبد ہونا رسالت سے بھی بڑا اعزاز ہے (اور مولا امیرؑ کی مناجات کا یہ جملہ بھی اس کا مؤید ہے کہ)۔

اِلٰهِیْ كَفٰی بِیْ عِزًّا اَنْ اَكُوْنَ لَكَ عَبْدًا

"اے اللہ! میری عزت کے لیے یہ بات کافی ہے کہ میں تیرا عبد ہوں"۔

ایک اور مقام پر ارشاد پروردگار ہے:

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَ قَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّ ازْدُجِرَ (سورۂ قمر، آیہ ۹)

"ان سے پہلے نوحؑ کی قوم نے بھی جھٹلایا تھا پس انھوں نے

Presented by www.ziaraat.com

ہمارے (خاص) بندے (نوحؑ) کو جھٹلایا اور کہنے لگے: یہ تو دیوانہ ہے اور ان کو جھڑکیاں بھی دی گئیں"۔

فرمانِ الٰہی ہے:

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ ○ (سورۂ ص، آیہ ۴۵)

"اور (اے رسولؐ) ہمارے بندوں میں ابراہیمؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ کو یاد کرو جو قوت اور بصیرت والے تھے"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ (سورۂ ص، آیہ ۱۷)

"اور ہمارے بندے داؤدؑ کو یاد کرو جو بڑے قوت والے تھے (مگر صبر کیا) بے شک وہ (ہماری بارگاہ میں) بڑے رجوع کرنے والے تھے"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ

"اور ہم نے داؤدؑ کو سلیمانؑ (جیسا بیٹا) عطا کیا، (سلیمانؑ بھی) کیا اچھے بندے تھے بے شک وہ (ہماری طرف) رجوع کرنے والے تھے"۔ (سورۂ ص، آیہ ۳۰)

ایک اور مقام پر ارشاد باری ہے:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ (سورۂ ص، آیہ ۴۱)

"اور (اے رسولؐ) ہمارے (خاص) بندے ایوبؑ کو یاد کرو

Presented by www.ziaraat.com

جب انھوں نے اپنے پروردگار سے فریاد کی کہ مجھ کو شیطان
نے بہت اذیت اور تکلیف پہنچا رکھی ہے"۔

اور حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کی بات کی روایت کرتے ہوئے قرآن یوں گویا ہے:

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا

"(اس پر وہ بچہ قدرتِ الٰہی سے) بول اُٹھا کہ میں بے شک
اللہ کا بندہ ہوں مجھے اسی نے کتاب (انجیل) عطا فرمائی ہے
اور مجھے نبی بنایا"۔ (سورۂ مریم، آیہ ۳۰)

ان مذکورہ بالا آیات و روایات کے علاوہ بھی اور بہت ساری آیات و احادیث ہیں جو ثابت کرتی ہیں کہ عبودیت کی منزل اور اعزاز صرف انبیاؑ و اوصیاؑ کے لیے اور ان لوگوں کے لیے مخصوص ہے جو حضرت عباسؑ کی طرح انبیاؑ و اوصیاؑ کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔

......●......

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

پچیسواں خصیصہ

طیار کا لقب

لفظ طیار باب طَارَ یُطِیْرُ طِیرانًا (بمعنی پرواز کرنا) سے مبالغہ کا صیغہ ہے اور آج کل کی اصطلاح میں شعبہ ہوابازی کے قائد اور مدیر پر بولا جاتا ہے، یعنی جو پائلٹوں کا سربراہ اور ایک ماہر و پیشہ ور ہواباز ہو۔

لیکن رسولؐ اللہ نے لفظ طیار کا اطلاق اپنے عم زاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالبؑ پر کیا اور فرزند رسولؐ حضرت امام علی زین العابدینؑ نے اپنے چچا حضرت عباس علم دارؑ پر بولا۔ پس اسی وجہ سے حضرت جعفر بن ابی طالبؑ اور حضرت عباسؑ بن علیؑ طیار کے لقب سے مشہور ہیں۔ دونوں کا ایک ہی لقب میں اشتراک اس وجہ سے ہے کہ دونوں کی قربانی اور راہِ خدا میں شہادت کی کیفیت میں بہت مماثلت پائی جاتی ہے۔

طیارِ اوّل

حضرت جعفر طیار ابن ابی طالبؑ رسولؐ اللہ کے چچازاد بھائی، حضرت امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کے سگے بھائی اور بحکم رسولؐ اللہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں کے رئیس تھے۔ اُن کے طفیل سرزمینِ حبشہ میں اسلام داخل ہوا اور بادشاہ نجاشی اسلام کی طرف راغب ہوا، جو کہ اسلامی تاریخ کا ایک مشہور و معروف واقعہ ہے۔

جب حضرت جعفر طیارؑ حبشہ کی کامیاب مہم سے واپس آئے تو یہ وہ وقت تھا جب ان کے بھائی حضرت امام امیرالمومنینؑ کے ہاتھوں جنگِ خیبر فتح ہو چکی تھی۔

Presented by www.ziaraat.com

آنحضرتؐ نے آگے بڑھ کر آپؑ کو گلے لگایا اور جوشِ مسرت ومحبت سے آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا: میں فیصلہ نہیں کر پا رہا کہ فتح خیبر اور جعفر بن ابی طالبؑ کی کامیاب واپسی میں سے زیادہ خوش کن بات کون سی ہے۔

حضرت جعفرؑ کو حضورؐ نے بادشاہِ روم ہرقل کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے موتہ کی طرف روانہ کیا۔ آپ کو لشکر کی قیادت اور علم عطا کیا اور آپ کے ساتھ حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو بھی بھیجا اور فرمایا: اگر جعفرؑ شہید کر دیے جائیں تو زید بن حارثہؓ قیادت کریں اور اگر زیدؓ بھی شہید کر دیے جائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ قیادت کے فرائض سنبھال لیں۔ اگر وہ بھی جنگ میں کام آجائیں تو مسلمان باہمی رضامندی سے اپنے میں سے کسی کو منتخب کر لیں۔

یہودیوں میں سے ایک شخص نے کہا: اگر واقعاً محمدؐ نبی ہیں (جیسا کہ وہ کہتے ہیں) تو یہ تینوں افراد جنگ میں قتل کر دیے جائیں گے کیوں کہ جب بھی کسی پیغمبرِؐ خدا نے کوئی فوجی دستہ بھیجا اور سالار کے بارے میں کہا ہے کہ اگر یہ قتل ہو جائے تو فلاں، وہ قتل ہو جائے تو اس کے بعد فلاں تو وہ ضرور جنگ میں قتل کر دیے گئے اور پھر انھوں نے دیکھا کہ واقعی ایسا ہوا کہ تینوں سالارانِ لشکر منزلِ شہادت پر فائز ہوئے۔

حضورؐ کا جنگِ موتہ کے احوال بیان کرنا

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ دن آیا جب ادھر جنگِ موتہ ہوئی تو حضورؐ نے ہمارے ساتھ نمازِ فجر ادا کی اور پھر رونق افروز ہوئے اور آپ نے ''بحکمِ خدا میدانِ جنگ کا منظر دیکھتے ہوئے'' فرمایا: آپ کے بھائی مشرکین کے ساتھ نبرد آزما ہو چکے ہیں۔ پس اس طرح آپؐ نے ان کے ایک دوسرے پر حملے کرنے کے احوال بتانا شروع کیے کہ اب یہ ہُوا...... اب یہ ہُوا۔ اور اب جعفر بن ابی طالبؑ نے علم تھاما اور جنگ کے لیے روانہ ہوئے، پھر آپؐ روئے اور فرمایا: اب جعفرؑ کا

Presented by www.ziaraat.com

ایک ہاتھ شہید ہوگیا اور انھوں نے علم دوسرے ہاتھ میں تھام لیا۔ پھر فرمایا: اب ان کا دوسرا ہاتھ بھی شہید ہوگیا اور انھوں نے علم اپنے سینے سے لگا لیا اور پھر آپؐ نے ان کی شہادت کی خبر دی اور بہت روئے اور جو مسلمان وہاں موجود تھے وہ سب رونے لگے۔ حضرت علیؑ اس وقت مسجد میں داخل ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا: علیؑ پر اپنے بھائی کی خبر شاق گزرے گی، لہٰذا چپ کر جاؤ، سب خاموش ہوگئے۔ لیکن جب امیرالمومنینؑ آئے اور آپؑ نے لوگوں کے چہروں پر نظر کی تو حضورؐ سے پوچھا ہیں: یارسولؐ اللہ! کیا آپؐ کے پاس میرے بھائی جعفرؓ کی کوئی خبر ہے؟

آپؐ نے فرمایا: اے ابوالحسنؑ! اللہ آپ کو جعفرؓ کی شہادت کا اجر دے وہ شہید ہوچکے ہیں۔ یہ خبر سن کر امیرالمومنینؑ نے گریہ فرمایا اور پڑھا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آہ! میرا زورِ کمر بھائی مجھ سے جدا ہوگیا۔

حضورؐ جعفرؓ کے گھر میں

پھر نبی اکرمؐ منبر سے اُترے اور حضرت جعفرؓ کے گھر تشریف لائے اور ان کے بیٹے عبداللہ کو اپنی گود میں لیا اور سر پر ہاتھ پھیرا۔ ان کی والدہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپؐ تو میرے بیٹے کے سر پر یوں ہاتھ پھیر رہے ہیں جیسے کہ یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں۔ حضورؐ کی آنکھیں چھلک پڑیں اور فرمایا: ہاں جعفرؓ شہید ہوگئے۔ شہادت سے قبل ان کے دونوں بازو بھی شہید ہوگئے۔ یہ سن کر حضرت اسماؓ رونے لگیں۔

حضورؐ نے فرمایا: نہ روئیں مجھے جبرئیلؑ نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے بازوؤں کے عوض سبز زمرد کے دو پَر عطا کردیے ہیں اور وہ بہشت میں اپنی مرضی سے ملائکہ کے ساتھ محوِ پرواز ہیں۔ یہ سن کر اسماؓ سکون پذیر اور خاموش ہوگئیں۔ پھر عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میری خواہش ہے کہ یہ بات عوام الناس کو بھی بتائی

Presented by www.ziaraat.com

جائے۔ آپؐ نے ان کی اس سوچ پر انھیں دادِ تحسین دی۔ آپؐ منبر پر تشریف لے گئے اور حالت یہ تھی کہ مجسمۂ غم وحزن بنے ہوئے تھے۔ فرمایا: ہائے جعفر جیسا بھائی شہید ہوگیا۔ ہاں اللہ نے ان کو جنت میں دو پَر عطا کیے ہیں جن کے ساتھ وہ جنت میں اُڑتے پھرتے ہیں۔ پھر آپ منبر سے اُترے اور اپنے بیت الشرف میں تشریف لے گئے اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا: تین دن اسما بنت عمیسؓ کے گھر کھانا پہنچائیں۔ پھر فرمایا: اب جائیں اور میرے ابن عم جعفرؑ پر گریہ و بکا کریں۔ پس خود اسما کے گھر مستورات جمع ہوگئیں۔ سب گریہ و بکا کر رہی تھیں اور ان کو تعزیت و تسلیت پیش کر رہی تھی۔ جناب سیدہ واعماہ کے بین کر رہی تھیں۔ نبی اکرمؐ اتنا رو رہے تھے کہ ریشِ مبارک سے آنسوؤں کی لڑی جاری تھی اور فرما رہے تھے کہ رونے والوں کو جعفر بن ابی طالبؑ جیسے شہید پر ضرور رونا چاہیے۔ آپؐ ساتھ ساتھ یہ دعا بھی فرما رہے تھے کہ اے اللہ! جعفرؑ تیرے پاس حسنِ ثواب اور بلند مقام کو پہنچ گئے تو ان کی ذریت اور پسماندگان کو بھی احسن مقام اور اجرِ جزیل عطا فرما۔

حضرت جعفرِ طیارؑ کی ہستی وہ مقدس ہستی ہے کہ جن کی ثنا خود باری تعالیٰ اور رسولؐ اللہ نے فرمائی اور ان کے بعد حضرت امیر المومنینؑ اور جمیع آئمہ اطہارؑ نے بھی تحسین فرمائی۔

نہج البلاغہ میں جناب امیرؑ معاویہ بن ابوسفیان کے نام خط میں فرماتے ہیں:

إِنَّ قَوْمًا قُطِعَتْ أَيْدِيهِمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ، وَلِكُلٍّ فَضْلٌ
حَتّٰى إِذَا فُعِلَ بِوَاحِدِنَا مَا فُعِلَ بِوَاحِدِهِمْ قِيلَ لَهُ:
اَلطَّيَّارُ فِي الْجَنَّةِ وَ ذُوالْجَنَاحَيْنِ

"راہِ خدا میں بہت سارے لوگوں کے ہاتھ قلم ہوئے، اگرچہ
سب کے لیے فضیلت واجر ہے لیکن جب بھی ہمارے بھائی

Presented by www.ziaraat.com

کے ساتھ پیش آیا تو ان کے لیے طیار فی الجنۃ اور ذوالجناحین کہا گیا (یعنی حضورؐ نے ان کی معرفت وخلوص زیادہ ہونے کی وجہ سے انھیں امتیازی القابات سے نوازا)۔

طیار ثانی

طیار ثانی حضرت عباسؑ ابن امیرالمومنینؑ ہیں جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے بھائی، ان کے خانوادہ کے کفیل، ان کے علم بردار، ان کے لشکر کے قائد اور سرفہرست جنگ جُو، ان کے محامل کے محافظ، اِن کے اہلِ حرم کے پیاسوں کے ساقی، ان کا سب سے قیمتی سرمایہ، ایک مخلص بھائی، ایک شفیق مدافع اور ایک باوفا سپہ سالار تھے۔ جب امام علیہ السلام کے تمام مخلص اصحاب واہلِ بیتؑ شہید ہو گئے اور آپؑ تنہا رہ گئے تو حضرت عباسؑ کے لیے امام کی یہ حالت برداشت سے باہر ہو گئی۔ آپ پہلے قومِ اشقیا کی طرف گئے اور انھیں راہِ رشد وہدایت کی طرف وعظ ونصیحت فرمائی لیکن جب ان پر کوئی اثر نہ ہوا تو امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورے ادب وتواضع کے ساتھ اجازت جنگ طلب کی لیکن امامؑ نے اجازت نہ دی بلکہ شدید گریہ کرتے ہوئے فرمایا:

بھائی عباسؑ! آپ تو میرے علم بردار ہیں، آپ میرے لشکر کی نشانی ہے، سرکار عباسؑ نے بڑی عاجزی والتماس کے ساتھ عرض کیا: مولا! ان منافقوں نے میرا سینہ تنگ کر دیا ہے۔ میں ان سے جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ امامؑ نے فرمایا: (اگر ضرور جانا چاہتے ہو تو) میرے کم سنوں کے لیے پانی لینے جاؤ۔ امامؑ کا یہ کہنا تھا کہ سرکار اپنے مرکب پر سوار ہوئے، مشکیزہ اٹھایا اور دریا کی طرف روانہ ہوئے۔ گھاٹی پر بندشِ آب کے لیے مامور چار ہزار سپاہیوں نے آپ کے گرد گھیرا ڈالا، آپؑ نے ہر طرف سے آنے والے تیروں کی پروانہ کی اور دشمن پر ایسے زوردار حملے کیے کہ ان

Presented by www.ziaraat.com

کو گھاٹ چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ پانی کے اصلی مالک نے دریا پر قبضہ جما لیا اور دریا میں داخل ہو گئے۔

لوائے حمد آپ کے ہاتھوں میں تھا جس کا پھریرا بڑی فاتحانہ شان سے آپ کے سر پر لہرا رہا تھا۔ اب کسی میں ہمت نہ تھی کہ قریب آئے۔ ایک روایت میں ہے کہ گھاٹ کے محافظوں نے آپؑ پر چھے زوردار حملے کیے لیکن ان کا ہر حملہ پسپا ہوا اور چھٹے حملے کے بعد گھاٹ پر ان کا نہیں بلکہ حضرت عباسؑ کا قبضہ تھا۔

فرات عباسؑ کے قبضے میں

حضرتؑ نے دریا پر ایسا کامل قبضہ کیا کہ بہت سارے نامی جنگجوؤں کے لقمۂ اجل بن جانے کے بعد اب کسی میں ہمت نہ رہی کہ اب دوبارہ قبضے کی کوشش کرے یا آپ کو پانی پینے سے یا مشک پُر کرنے سے روکے لہٰذا آپؑ نے بڑے اطمینان اور تسلی سے مشکیزہ پُر کیا اور اپنی شدتِ پیاس بجھانے اور سلگتے ہوئے جگر کو سیراب کرنے کے لیے پانی چلّو میں بھرا لیکن جب پانی کو منہ کے قریب کیا تو پیاسِ امامؑ کا خیال آیا اور اپنے بابا امیرالمومنینؑ کی وصیت یاد آئی کہ حضرت امیرؑ نے فرمایا تھا: بیٹا عباسؑ! جب عاشورا کا دن آئے اور تم گھاٹ میں اُتر جاؤ تو ہرگز پانی نہ پینا کیوں کہ تمہارا بھائی حسینؑ اس وقت پیاسا ہوگا۔

پس شہزادے نے پانی پھینک دیا اور فرمایا: بخدا! جب تک میرے سید و سردار امام حسینؑ پیاسے ہیں، ہرگز پانی نہ پیوں گا، پھر اپنے آپؑ سے مخاطب ہوئے:

یَانَفْسُ مِنْ بَعْدِ الْحُسَیْنِ هُوْنِی
وَبَعْدَهٗ لَا کُنْتِ اَنْ تکُوْنِی
هٰذَا الْحُسَیْنُ وَارِدُ الْمَنُوْنِ
وَتَشْرَبِیْنَ بَارِدَ الْمَعِیْنِ

Presented by www.ziaraat.com

تَاللّٰہِ مَا ھٰذَا فِعَالُ دِیْنِیْ
وَلَا فِعَالُ صَادِقِ الْیَقِیْنِ

اے نفس میرے مولا و آقا حسینؑ کے بعد اپنے غم غلط کرنا، دیکھو! مولا تو شدتِ پیاس کے سبب موت کے نرغہ میں ہیں اور تم بہتا ہوا ٹھنڈا پانی لو۔ بخدا یہ ایک دین دار اور سچے یقین والے مرد کے لیے سزاوار نہیں ہے ــــــ یہ کہہ کر آپؑ نے مشکیزہ بھرا اور اپنے مرکب پر سوار ہو کر خیام کی جانب روانہ ہوئے۔ سپاہِ یزید سدِ راہ ہوئی لیکن علیؑ کا لال دشمنوں کے سر اڑاتا، ان کے اجسام سے ناپاک روحیں کھینچتا، راستے صاف کرتا خیامِ حسینیؑ کی جانب محوِ سفر رہا، زبان پر یہ کلمات تھے:

لَا اَرْھَبُ الْمَوْتَ اِذَا الْمَوْتُ رَقَا
حَتّٰی اُوَارِیْ فِی الْمَصَالِیْتِ لَقیٰ
نَفْسِیْ لِسِبْطِ الْمُصْطَفٰی الطُّھْرِ وَقَا
اِنِّیْ اَنَا الْعَبَّاسُ اَغْدُوْا بِالسَّقَا
وَلَا اَخَافُ الشَّرَّ یَوْمَ الْمُلْتَقٰی

''میں موت سے خوف نہیں کھاتا بلکہ موت کو مسرت جانتا ہوں اور مشہور بہادروں کے جمگھٹے میں گھس جاتا ہو، میری جان نبی مصطفیؐ کے پاکیزہ فرزند کی حفاظت کے لیے ہے، میں عباسؑ ہوں جو پانی لانے کے لیے نکلا ہوں اور لڑائی میں دشمن کا سامنا کرنے سے ڈرتا نہیں ہوں''۔

بزدل دشمنوں کی مکاری

جب دشمن نے جان لیا کہ ہم عباسؑ کا سامنا اور مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں اور دوسری طرف وہ پانی کے خیام میں پہنچ جانے کو بھی ایک بڑا جنگی نقصان سمجھ رہے

Presented by www.ziaraat.com

تھے، لہٰذا انھوں نے بزدلی اور کمینگی پر مبنی ایک منصوبہ بنایا یعنی چھپ کر وار کرنا جو کہ اصولِ حرب کے خلاف تھا (ہر دور کی طرح آج بھی چھپ کر اور دھوکے سے حملہ کرنا بزدلی ہی شمار ہوتا ہے)؟ بس انھوں نے اسی کمینگی کو اختیار کیا اور سب سے زیادہ شقی القلب، بدخلق اور مثلِ کلب حریص لوگوں کو اس چال پر عمل درآمد کرنے کے لیے منتخب کیا۔

وہ کمینہ زید بن رقاد جہنیؒ تھا جو ایک کھجور کی کمین گاہ میں چھپ کے بیٹھ گیا اور اس کا معاون حکیم بن طفیل سنبسی تھا۔ جب حضرت عباسؑ پاس سے گزرے تو زید نے چھپ کر آپ کے داہنے بازو پر وار کیا جس سے آپ کا داہنا ہاتھ شہید ہوگیا۔ آپ نے تلوار اپنے بائیں ہاتھ میں سنبھالی اور جنگ جاری رکھی۔ آپ فرمار ہے تھے:

وَاللّٰہِ اِنْ قَطَعْتُمُوْا یَمِیْنِیْ
اِنِّیْ اُحَامِیْ اَبَدًا عَنْ دِیْنِیْ
وَعَنْ اِمَامٍ صَادِقِ الْیَقِیْنِ
نَجْلِ النَّبِیِّ الطَّاھِرِ الْاَمِیْنِ

''اللہ کی قسم! اگرچہ تم نے میرا دایاں ہاتھ شہید کردیا ہے۔ میں پھر بھی ہمیشہ اپنے دین اور اپنے صادق الیقین امامؑ طاہر و امین نبیؐ کے نواسے کی حفاظت کروں گا''۔

پھر کمین میں چھپے دوسرے ملعون حکیم بن طفیل نے کھجور کے پیچھے سے آپؑ کے بائیں بازو پر زوردار وار کیا۔ بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا لیکن آپؑ نے علَم اپنے سینے کے ساتھ لگالیا اور زبان پر یہ الفاظ تھے:

یَانَفْسُ لَا تَخْشَیْ مِنَ الْکُفَّارِ
وَاَبْشِرِیْ بِرَحْمَۃِ الْجَبَّارِ

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

مَعَ النَّبِيِّ السَّيِّدِ الْمُخْتَارِ
قَدْ قَطَعُوْا بِبَغْيِهِمْ يَسَارِیْ
فَاَصْلِهِمْ يَا رَبِّ حَرَّ النَّارِ

"اے دل! کافروں سے مت ڈر اور اپنے آپ کو رحمتِ خداوندی کی بشارت دے کہ تم نبی علیہ السلام کے آغوش میں پہنچنے والے ہو، ان یزیدیوں نے دھوکے سے میرا بایاں بازو بھی شہید کر دیا ہے۔ اے اللہ! ان کو دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دے"۔

دشمنانِ خدا ورسولؐ لاشۂ عباسؑ کی بے حرمتی اور پامالی کرتے ہیں

جب حضرتؑ کے دونوں بازو شہید ہوگئے تو وہ بزدل دشمن آپ کی شمشیر اور نیزہ کے خوف سے پسپائی وفرار اختیار کر چکے تھے، اب ان کا خوف دُور ہوگیا تھا اور بقول شاعر:

وَهَلْ يَمْلِكُ الْمَوْتُوْرُ قِيَامَ سَيْفِهٖ
لِيَدْفَعَ عَنْهُ الضَّيْمَ وَهُوَ بِلَاكَفٍّ

"کیا ایسا مجاہد اپنے اُوپر پل پڑنے والے دشمن کو ہٹانے کے لیے تلوار اُٹھا سکتا ہے جس کے ہاتھ ہی نہ ہوں"۔

ہر طرف سے اعدا اپنے غصے اور انتقام کی آگ بجھانے کے لیے اُمڈ پڑے اور آپ کے اعضا بدن کو کاٹنے لگے۔ آپؑ پر تیروں کی بارش کردی گئی۔ ایک تیر مشکیزے کو آلگا اور سارا پانی بہ گیا۔ ایک اور تیر جفا آیا جو آپ کے سینۂ مبارک میں لگا۔ دوسرا آپ کی آنکھ میں پیوست ہوگیا۔ ایک ظالم نے حملہ کیا اور آپ کا دایاں پاؤں شہید کر دیا۔ ایک دوسرے ملعون نے آپؑ کے بائیں پاؤں پر وار کیا اور اسے

Presented by www.ziaraat.com

شہید کر دیا۔ پھر ایک تیسرے ظالم نے ایک آہنی گرز سے آپ کے سرِ مبارک کا نشانہ لیا جس سے آپ کی پیشانی مبارک شگافتہ ہوگئی اور یہی وہ لمحہ تھا جب آپ زینِ مرکب پر قائم نہ رہ سکے اور خاکِ کربلا پر آ پڑے اور ندا دی:

يَا اَخَاهُ اَدْرِكْ اَخَاكَ

"بھیا! اپنے بے کس بھائی کی مدد کو پہنچئے"۔

مولا حسینؑ جلدی سے بڑھے، آپؑ اُونچی آواز میں بکا کر رہے تھے:

وا أخاه وا عباساه، ہائے بھیا! ہائے عباسؑ! اب میری کمر ٹوٹ گئی، میری تدبیریں کم پڑ گئیں اور میرا دشمن میری مصیبت پر خوش ہونے لگا۔ آپؑ فرما رہے تھے:

تَعَدَّيْتُمْ يَا شَرَّ قَوْمٍ بِبَغْيِكُمْ
وَخَالَفْتُمْ دِيْنَ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ
اَمَا كَانَ خَيْرُ الرُّسُلِ اَوْصَاكُمْ بِنَا
اَمَا نَحْنُ مِنْ نَجْلِ النَّبِيِّ الْمُسَدَّدِ
اَمَا كَانَتِ الزَّهْرَاءُ اُمِّيْ دُوْنَكُمْ
اَمَا كَانَ مِنْ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ اَحْمَدٍ
لُعِنْتُمْ وَاَخْزَيْتُمْ بِمَا قَدْ جَنَيْتُمْ
فَسَوْفَ تَلَاقُوْا حَرَّ نَارٍ تَوَقَّدِ

"اے بدترین قوم! تم بغاوت وظلم میں حد سے بڑھ گئے ہو اور تم نے دینِ نبیؐ کی مخالفت کی ہے۔ کیا نبی خیر الرسلؐ نے ہمارے متعلق تمہیں وصیت نہیں فرمائی تھی؟ کیا ہم راست گو نبیؐ کے نواسے نہیں ہیں؟ کیا خیر البشر کی اِکلوتی بیٹی سیدہ زہرا

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

میری مادر نہیں ہیں؟ تم نے بربریت اور ظلم کے ذریعے اپنے لیے لعنت و رسوائی کسب کی ہے، عن قریب تم بھڑکی ہوئی آگ میں پہنچ جاؤ گے"۔

روایت ہے کہ حضرت امام حسینؑ شہزادہ ابوالفضل العباسؑ کے مقتل میں پہنچے اور ان کو زخموں سے چور اور خاک وخون میں غلطاں دیکھا تو ان کے پاس خاک پر بیٹھ گئے۔ ان کے سر کو اپنی جھولی میں رکھا۔ ان کی آنکھ میں لگے تیر کو کھینچا، ان کی آنکھوں سے خاک وخون صاف کیا۔ شہزادے میں ابھی زندگی کی کچھ سانسیں باقی تھیں، آنکھیں کھولیں، امامؑ کی طرف دیکھا اور گریہ کیا۔ امامؑ نے دکھی دل کے ساتھ پوچھا:

بھیا عباسؑ! آپ کو کس چیز نے رُلایا ہے؟

شہزادے نے اُکھڑتی ہوئی کمزور آواز میں عرض کیا: مولاؑ! میں کیسے نہ روؤں، میرے پاس تو آپ تشریف لے آئے ہیں، میرے سر کو خاک سے اُٹھایا ہے اور اپنی جھولی مبارک میں رکھا ہے لیکن تھوڑی دیر بعد آپؑ رہوار کی زین سے اُتریں گے تو آپؑ کا سر خاک سے کون اُٹھا کر اپنی جھولی میں رکھے گا اور آپؑ کے چہرے کو خاک وخون سے کون صاف کرے گا۔ بس یہی شہزادے کی آخری گفتگو تھی۔

حضرت عباسؑ کی آنکھ میں تیر لگنے والی روایت

مرحوم آیت اللہ سید محمد ابراہیم قزوینی سے منقول ہے کہ آپ روضۂ سرکار وفا کے صحن میں نماز پڑھایا کرتے تھے اور نماز کے بعد ایک مشہور خطیب اور واعظ شیخ محمد علی الخراسانی مجالس پڑھتے تھے۔ ان راتوں میں وہ اکثر حضرت عباسؑ کی شہادت کے واقعات پڑھا کرتے اور بالخصوص آنکھ میں تیر لگنے والی روایت ضرور پڑھتے۔

Presented by www.ziaraat.com

جب آیت اللہ نے یہ روایت سنی تو بہت گریہ کیا لیکن جب شیخ خراسانی مجلس پڑھ کر منبر سے اُترے تو ان سے فرمایا: اے شیخ! میں آپ کی خدمتِ عالیہ میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس قسم کی روایت جو اگرچہ بڑی غم آور ہیں لیکن چونکہ ان کی کوئی اصل اور قوی سند نہیں ہے، اس لیے ان کے پڑھنے سے گریز کیا کریں۔

ایک دن تو یہ کہا مگر دوسرے دن خود آ کر شیخ خراسانی سے ملے اور اپنی بات پر معذرت کی۔ شیخ نے پوچھا کہ آغا کیا سبب ہے۔کل آپؒ نے خود ہی منع فرمایا اور آج معذرت کر رہے ہیں تو آیت اللہ نے جواب دیا کہ رات میں نے سرکار ابوالفضل العباسؑ کی خواب میں زیارت کی۔ مجھے ان کی خدمت میں حاضری اور ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ میری خوش قسمتی کہ انھوں نے مجھے آگاہ فرمایا۔ حضرت میری طرف متوجہ ہوئے اور گذشتہ واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اے سید! تم نے شیخ خراسانی کی اس روایتِ مصائب پر اعتراض کیسے کیا حالانکہ تم واقعۂ کربلا کے وقت موجود نہیں تھے اور جو کچھ مجھ پر گزری اس کو دیکھا نہیں۔

اے سید! جان لو کہ جب یزیدیوں نے مکاری اور دھوکے سے میرے دونوں بازو شہید کردیے تو ہر طرف سے مجھ پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ جو تیر بارش کے قطروں اور آگ کی چنگاریوں کی مثل مجھ پر برسائے گئے، انھی میں سے ایک تیر میری آنکھ کے وسط میں پیوست ہوگیا۔ میرے ہاتھ تو تھے نہیں، میں نے اپنے سر کو زور سے اِدھر اُدھر حرکت دی۔ اس کوشش میں میرا عمامہ میرے سر سے گر گیا لیکن تیر نہ نکلا۔ پھر میں نے سر کو زانو کے قریب کیا تا کہ زانو سے دبا کر اور سر کو پیچھے کھینچ کر تیر نکالوں لیکن جونہی میں نے اپنا سر جھکایا، ایک آہنی گرز میرے سر میں آن لگا جس کے بعد میں راہوار کی پشت پر سنبھل نہ سکا۔

سید کہتے ہیں: میں بہت رویا اور اسی حزن وندامت کے سبب میری آنکھ کھل

Presented by www.ziaraat.com

گئی۔ اب مجھے علم ہو گیا ہے کہ اعتراض کرتے وقت میں نے اشتباہ کیا ہے، اب میں اپنے کیے پر استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔

مقتلِ عباسؑ سے اُٹھنے کے بعد امامؑ کی حالت

امام حسین ابو الفضل العباسؑ کے مقتل سے اُٹھے اور خیام کی طرف چل پڑے۔ حالت یہ ہے کہ خود بھی ٹوٹے ہوئے ہیں اور دل بھی شکستہ ہے، غمگین ہیں، آہ و بکا کر رہے ہیں۔ پھر اپنی عبا کی آستین سے اپنے آنسو پونچھتے ہیں۔ امام کوشش کرتے ہیں کہ اپنے چہرے سے شہادتِ عباسؑ کے دکھ بھرے آثار ظاہر نہ ہونے دیں۔ مخدرات کو ابھی اس (بہت بڑے) دکھ کی خبر نہیں ہے کیوں کہ مقتل اور خیام کے درمیان لوگ حائل ہیں۔

امامؑ اتنی اُونچی آواز میں صدا بلند کرتے ہیں جسے سب سن لیتے ہیں:

اَمَا مِنْ مُغِيْثٍ يُغِيْثُنَا ، اَمَا مِنْ مُجِيْرٍ يُجِيْرُنَا ، اَمَا مِنْ طَالِبِ حَقٍّ يَنْصُرُنَا ، اَمَا مِنْ خَائِفٍ مِنَ النَّارِ فَيَذُبَّ عَنَّا؟

”ہے کوئی جو ہماری فریادرسی اور حمایت کرے؟ ہے کوئی حق کو طلب کرنے والا جو ہماری مدد کرے؟ ہے کوئی جہنم کی آگ سے ڈرنے والا جو ہمارا دفاع کرے؟“

یہ سن کر آپ کی لاڈلی سکینہ آپؑ کے پاس آتی ہے اور رہوار کی باگ پکڑ کر پوچھتی ہے: بابا! چچا عباسؑ نے اتنی دیر کیوں لگا دی ہے، وہ ہمارے لیے پانی لینے گئے تھے۔

امامؑ فرماتے ہیں: بیٹی خیموں میں لوٹ جاؤ اور صبر کرو، تیرے ثابت قدم رہنے والے چچا جامِ شہادت نوش کر چکے ہیں۔ آپؑ کی یہ بات جنابِ سیدہ زینب سن لیتی ہیں۔ اپنے دکھ پر ضبط نہیں رکھ سکتیں، فرماتی ہیں:

Presented by www.ziaraat.com

وا اخاہ وا عباساہ واضیعتنا بعدک

''ہائے بھیا عباسؑ! تیرے بعد تیری بہنیں کیسے سکھ اور امن پائیں گی''۔

سب مستورات کا گریہ بلند ہوتا ہے اور امام حسینؑ کے ضبط کا بند پھر ٹوٹ جاتا ہے۔ بلند بین کر کے بھائی کی شہادت پر گریہ کرتے ہیں:

نَادٰی وَقَدْ مَلَاءَ الْبَوَادِیْ صَیْحَةً

صَمَّ الصُّخُورُ لِهَوْلِهَا تَتَأَلَّم

أَاُخَیَّ مَنْ یَحْمِی بَنَاتِ مُحَمَّدٍ

اِذْ صِرْنَ یَسْتَرْحَمْنَ مَنْ لَّا یَرْحَمْ

''امامؑ نے اتنا گریہ و بکا کیا کہ پورا صحرائے کربلا آپؑ کے نوحوں سے گونج اٹھا، آپؑ کے درد بھرے بین پہاڑوں سے ٹکرا کر واپس سنائی دیے۔ آپؑ رو کر فرماتے تھے: اے بھیا عباسؑ! تیرے بعد کون رہ گیا ہے جو رسولؐ اللہ کی بیٹیوں کی حفاظت کرے گا۔ بھیا! وہ وقت کتنا مشکل ہوگا جب وہ بے رحم نگری میں رحم کی اپیلیں کریں گی لیکن کوئی رسولؐ زادیوں پر رحم نہیں کرے گا''۔

حضرت عباسؑ اور حضرت جعفرؑ: دو طیار

حضرت عباسؑ کی شہادت اپنے چچا جعفر طیارؑ کی شہادت کی مثل ہے کہ جن کے دونوں بازو پہلے شہید کر دیے گئے بلکہ حضرت عباسؑ کی شہادت کی تفصیل زیادہ دل خراش ہے کیوں کہ کینہ پرور شامی دشمنوں نے آپؑ کے بازو شہید کرنے کے بعد آپ کے قدمین مبارک بھی ظلم کے ساتھ شہید کر دیے۔ آپؑ کے سر اقدس پر ایک وزنی آہنی گرز مارا گیا جس نے آپؑ کی پیشانی کو شگافتہ کر دیا اور رہوار سے گرنے

Presented by www.ziaraat.com

کے بعد آپؑ کے جسمِ اطہر کو تلواروں کے ساتھ ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔

امام زین العابدین علیہ السلام جب بھی اپنے چچا عباسؑ کو یاد کرتے تھے تو گریہ و بکا بلند کرتے تھے۔ پھر اپنے عم حضرت جعفر طیارؑ کو بھی یاد کر کے روتے تھے۔

امالی شیخ صدوقؒ میں ابوحمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ فرزند حضرت عباسؑ، حضرت عبیداللہ پر امام سجادؑ کی نظر پڑی تو آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے اور فرمایا: رسولؐ اللہ پر سب سے مشکل وقت وہ آیا جب اللہ اور رسولؐ کے شیر حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؑ شہید ہوئے اور پھر جب اس کے بعد جنگِ موتہ میں ان کے چچا کے بیٹے حضرت جعفر بن ابی طالبؑ شہید ہوئے لیکن کوئی دن اتنا سخت اور مشکل نہیں آیا جتنا میرے بابا حسینؑ پر عاشورا کا دن مشکل گزرا کہ جب تیس ہزار لوگ آپؑ پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہو گئے۔ وہ سب کے سب اپنے آپ کو اُمت محمدیہ میں سے سمجھتے تھے اور امامؑ کے قتل کو تقرب الٰہی کا ذریعہ جانتے تھے۔ آپؑ ان کو وعظ و نصیحت فرماتے لیکن وہ اس کا کوئی اثر نہ لیتے تھے۔ حتیٰ کہ انھوں نے اپنے ظلم و بغاوت پر قائم رہتے ہوئے آپؑ کو شہید کر دیا"۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اللہ رحمت کرے میرے چچا عباسؑ پر، جنھوں نے جنگِ کربلا میں وفاداری و بہادری کا مظاہرہ کیا اور آزمائش کی اس منزل کو کمالِ ایثار و جاں نثاری سے عبور کیا۔ آپؑ کے دونوں ہاتھ قطع کر دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں حضرت جعفر طیارؑ کی مثل دو ملکوتی پر عطا فرمائے۔ جن کے ذریعے جنت میں وہ ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں اور حضرت عباسؑ کو اللہ تعالیٰ نے وہ خاص منزل اور مقام و مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سب شہداء اس پر رشک کریں گے"۔

مذکورہ بالا فرمانِ معصوم میں لفظ "جمیع شہداء رشک کریں گے" قابلِ توجہ ہے۔ لفظ جمیع عمومیت رکھتا ہے اور یہ تمام غیر معصومینؑ شہداء کو شامل ہے حتیٰ کہ

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

حضرت امیر حمزہؓ اور حضرت جعفر طیارؓ بھی اس میں شامل ہیں۔

واقعاً حضرت عباسؑ کی یہ عظمت ان کے بلند ایمانی درجہ پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اُوپر ڈھائے جانے والے مظالم کے پہاڑ میں عظیم صبر واستقامت کی وجہ یہ ہے کیوں کہ کربلا میں لشکرِ بنی اُمیہ نے حضرت عباسؑ پر اپنی بربریت کی انتہا کردی۔ ابھی آپؑ زندہ تھے کہ آپؑ کے اعضائے بدن کاٹ لیے گئے۔ آپؑ کے بازو اور آپؑ کے قدم شہید کردیے، آپؑ کی پیشانی پر آہنی گرز مارا۔ آپؑ کے جسمِ اطہر کو تلواروں سے کاٹا، آپؑ پر اتنے تیر برسائے کہ جلد کا کوئی حصّہ چھلنی ہونے سے محفوظ نہ رہ سکا۔ یہ مظالم دوسری طرف ان بزدل دشمنوں کے کینہ کو بھی ظاہر کرتے ہیں جو ان کی سلامتی میں تو ان کی شجاعت کے رُعب کی وجہ سے قریب تک آنے کی جرأت نہ کرسکتے تھے۔

بنواُمیہ کی شقاوت قلبی

لشکر بنواُمیہ کے شقی القلب ہونے کی دلیل ہے کہ انھوں نے حضرت عباسؑ کی روح پرواز کرنے سے پہلے آپ کے اعضائے مبارک کاٹ کر شہید کیے اور آپ کے بدنِ اطہر کے ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔

ہم ذیل میں ایک واقعہ نقل کرتے ہیں:

تاریخ میں آیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عباسؑ کی ضریح مبارک کی زمین کچھ بیٹھ گئی جس کی وجہ سے روضۂ مبارک کی تعمیرِ نو کی ضرورت پیش آئی۔ یہ علامہ سید محمد مہدی بحرالعلوم کے زمانہ کی بات ہے جنھوں نے تیرھویں صدی ہجری کے اوائل میں وفات پائی۔

آپ ان کبار شیعہ علما میں سے تھے جنھیں اکثر امام زمان عجل اللہ فرجہ الشریف کی زیارات ہوتی تھیں اور جنھیں اہلِ بیتؑ و شیعیانِ اہلِ بیتؑ کے نزدیک

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

بلند مقام حاصل تھا۔ حضرت علامہ السید کو حضرتؑ کے روضہ مبارک کی حالت کی خبر دی گئی۔ آپ نے ایک ماہر معمار کو بلایا اور معمار کے ہم راہ اس سرداب میں اُترے جہاں پر حضرتؑ کی قبر مبارک واقع ہے۔ جب معمار کی نظر قبر مبارک پر پڑی تو حیران ہو جاتا ہے کہ قبر کی جسامت اور حجم متوسط لوگوں کی قبور سے بھی بہت چھوٹا ہے۔ معمار کہتا ہے کہ قبلہ اگر اجازت ہو تو اک سوال پوچھ لوں۔ فرمایا: ضرور پوچھو۔ وہ تعجب بھرے لہجے میں کہتا ہے کہ ہم نے سنا اور پڑھا ہے کہ حضرت ابوالفضلؑ بڑے طویل القامت شہزادے تھے کہ جب اپنے قوی الجثہ رہوار پر سواری کر رہے ہوتے تو ان کے قدم زمین پر خط کھینچتے جاتے تھے اور قبر عام قبور سے بھی بہت چھوٹی ہے۔ آپ ذرا یہ مسئلہ حل فرمایئے کہ جو کچھ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اسے سچ مانوں یا جو کچھ پڑھ یا سن رکھا ہے اسے صحیح تسلیم کروں۔

معمار یہ سوال کر کے خاموش ہو گیا لیکن کافی دیر تک آغا کی طرف سے سوائے شدید گریہ و بکا کے کوئی جواب نہ آیا، پھر فرمایا: تم نے حضرت عباسؑ کی جسامت و قامت کے بارے جو کچھ سن اور پڑھ رکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے لیکن یہ قبر مطہرہ کا چھوٹا ہونا لشکر بنی اُمیہ کی قساوت و شقاوتِ قلبی کی وجہ سے ہے۔ ان ظالموں نے شہزادے کے دونوں ہاتھ اور پاؤں قطع کر دیے تھے اور تلواروں کے ساتھ جسمِ اطہر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا اور بڑے دکھ اور مصائب کے ساتھ امام زین العابدینؑ نے اپنے ہاتھوں سے چچا کے بدن کے بکھرے ہوئے اور کٹے ہوئے اعضا کو جمع کیا اور اپنے ہاتھوں سے کھودی ہوئی قبر میں اُتارا تھا۔

امام زین العابدینؑ قبیلہ بنی اسد کے ہم راہ

حضرت عباس علمدارؑ کی قبر مبارک کا مختصر ہونا جہاں بنو اُمیہ کے ظلم و بربریت اور حضرتؑ کے عظیم امتحان و قربانی کو ظاہر کرتا ہے وہاں امام سجاد علیہ السلام کی عظیم

Presented by www.ziaraat.com

معصیت کو بھی واضح کرتا ہے جو شہادت کے تین دن بعد میدانِ کربلا میں تشریف لائے اور اپنے ہاتھوں سے اپنے بابا، اپنے چچاؤں، اپنے بھائیوں، اہلِ بیت و اصحاب امام حسینؑ کے مقدس لاشوں کو دفن کیا کیوں کہ عاشورا کے تین دن بعد لشکرِ یزید کربلا سے روانہ ہوا۔ انھوں نے آلِ رسولؐ کے لاشوں کو دفن کے قابل بھی نہ سمجھا اور ان کے شر سے کوئی دوسرا بھی قریب نہ آسکا۔ تیسرے دن جب لوگوں نے لشکر بنی اُمیہ وابن زیاد سے امن پایا تو قبیلہ بن اسد کے مرد اور خواتین دفن کی غرض سے آئے لیکن چونکہ یزیدی شہداء کے مقدس سروں کو اپنے نیزوں کی زینت بنا کر کوفہ و شام کی طرف لے جا چکے تھے۔ بنی اسد کے لیے شہداء کی پہچان مشکل تھی۔ امام سجادؑ بطریق معجزہ کربلا میں تشریف لائے۔ آپ ایک ایک کر کے لاشۂ شہید کی پہچان کرواتے جاتے تھے اور بنی اسد شہداء کو دفن کرتے جاتے۔ وہ گریہ و بکا کر رہے تھے، ان کی خواتین نوحے بھی پڑھ رہی تھیں اور اپنے چہروں پر ماتم بھی کر رہی تھیں۔

پھر امام سجادؑ چلتے چلتے اپنے باباؑ کی لاش کے پاس آئے اور بہت روئے۔ پھر زمین سے کچھ مٹی ہٹائی تو ایک کھدی ہوئی قبر نظر آنے لگی۔ امامؑ نے باباؑ کی کمر کے نیچے ہاتھ رکھے اور باباؑ کی لاش کو اٹھایا۔ زبان پر یہ کلمات جاری تھے:

بِسْمِ اللّٰهِ وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ،
صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ
الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

اور تن تنہا امامؑ کے جسد اطہر کو لحد میں اُتارا۔ جب بنی اسد مدد کے لیے آگے بڑھے تو آپؑ نے انھیں یہ کہہ کر منع فرمایا: میرے ساتھ کوئی ہے جو میری معاونت کر رہا ہے۔ جب باباؑ کے جنازے کو قبر میں اُتار چکے تو ان کے کٹے ہوئے گلے پر رخسار رکھا اور فرمایا:

Presented by www.ziaraat.com

طُوْبٰی لِاَرْضٍ تَضَمَّنَتْ جَسَدَکَ الطَّاهِرَ ، فَاِنَّ الدُّنْیَا بَعْدَکَ مُظْلِمَةٌ وَالْاٰخِرَةُ بِنُوْرِکَ مُشْرِقَةٌ اَمَّا اللَّیْلُ فَمُسَهَّدٌ وَالْحُزْنُ سَرْمَدٌ اَوْ یَخْتَارُ اللّٰهُ لِاَهْلِ بَیْتِکَ دَارَکَ الَّتِیْ اَنْتَ بِهَا مُقِیْمٌ وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

"کتنی اعلیٰ مقدر ہے وہ سرزمین جس نے آپؑ کے جسدِ طاہر کو اپنے آغوش میں لے لیا ہے۔ آپؑ کے بعد دنیا تاریک ہے اور آپؑ کے نور کے ساتھ آخرت چمک رہی ہے۔ ہماری راتیں بے خواب اور ہمارا دکھ دائمی ہے۔ اللہ آپؑ کے اہلِ بیتؑ کو بھی اس گھر میں پہنچائے جہاں آپؑ کا بسیرا ہے۔ یا ابن رسولؐ اللہ! آپؑ پر سلامتی، اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں"۔

پھر آپؑ نے قبر کی مٹی پر شہادت والی انگلی کے ساتھ لکھا:

هٰذَا قَبْرُ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ الَّذِیْ قَتَلُوْهُ عَطْشَانًا غَرِیْبًا

"یہ حسین ابن علیؑ ابن ابی طالبؑ کی قبر ہے جنھیں یزیدیوں نے پردیس میں پیاسا شہید کردیا"۔

امام زین العابدینؑ لاشہ عباسؑ کے پاس

پھر امام زین العابدین علیہ السلام بنی اسد کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ کیا سارے شہداء دفن ہو چکے؟ انھوں نے عرض کیا: مولاؑ! علقمہ کے نزدیک ایک مجاہد کی لاش ابھی دفن ہونا باقی ہے۔ وہ لاش یزیدیوں کی تلواروں سے اس قدر ٹکڑے ٹکڑے ہے کہ ہم ایک طرف سے اُٹھاتے تھے تو دوسری طرف سے گر پڑتی تھی۔

Presented by www.ziaraat.com

جب امامؑ نے بنی اسد کی یہ بات سنی تو آپؑ کی چیخیں بلند ہو گئیں۔ آپؑ نے فرمایا: اے بنی اسد! آپ کو پتا ہے وہ لاشہ کس کا ہے؟ وہ لاشہ میرے چچا عباسؑ کا ہے۔ پھر آپؑ چل کر لاشِ عباسؑ پر آئے جب نظر پڑی تو اپنے آپ کو چچا کی لاش پر گرا دیا۔ ان کے کٹے ہوئے گلے پر بوسہ دیا اور فرمایا:

''اے قمرِ بنی ہاشم! آپؑ کے بعد دنیا اندھیر ہے۔ اے شہید راہِ خدا! آپؑ پر میرا اسلام، اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں''۔

پھر امامؑ نے اپنے ہاتھوں سے قبر کھودی اور امام حسینؑ کے لاشہ کی مثل لاشہ عباسؑ کو بھی اکیلے لحد میں اُتارا اور بنی اسد سے فرمایا: ''میرے ساتھ کوئی ہے جو اس کام میں میری مدد کر رہا ہے''۔

معصومؑ کے امورِ کفن و دفن صرف معصومؑ ہی انجام دیتا ہے

امام سجاد علیہ السلام نے اپنے باباؑ اور ان کے جاں نثاروں کے اجساد طاہرہ کو دفن کرنے کے لیے شہادت کے بعد تیسرے دن کا انتخاب کیا اور بطریق معجزہ کربلا میں تشریف لائے جب کہ بظاہر اس دن آپؑ کوفہ میں مخدراتِ خانوادۂ عصمت کے ساتھ ابن زیاد کی اسیری میں تھے۔ آپؑ نے تیسرے دن کا انتخاب اس لیے فرمایا کیوں کہ آپ کو علم تھا اسی دن قبیلہ بنی اسد کے نوجوان اور عورتیں مقتل شہداء میں آئیں گے اور اجساد طاہرہ کو دفن کرنے کی کوشش کریں گے اور وہ اس عظیم امر اور شرعی فریضے کی انجام دہی کے لیے بہترین معاون ہوں گے۔

یہ بات قابلِ غور ہے کہ امام سجاد علیہ السلام نے باقی شہداء کے اجساد طاہرہ دفن کرنے میں بنی اسد کی فقط رہنمائی اور معاونت فرمائی لیکن امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ کی لاشوں کی تدفین یہ کہہ کر کہ اِنَّ مَعِیَ مَنْ یُّعِیْنُنِی خود بفرد فرید انجام دی۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

جہاں تک امام حسینؑ کے جسدِ اطہر کی تدفین کا معاملہ ہے وہ تو بہت واضح ہے کہ معصومؑ کی تدفین ایک معصومؑ ہی کرسکتا ہے کوئی اور نہیں کرسکتا۔ امام حسینؑ بھی معصومؑ اور امام سجادؑ بھی معصوم۔ لیکن امام سجادؑ کا اپنے چچا عباسؑ جو کہ معصومین علیہم السلام میں شامل نہیں ہیں، کے جنازے کو تنہا دفن کرنا اس بات کو ظاہر اور واضح کرتا ہے کہ آپؑ اللہ تعالٰی کے نزدیک بہت عظیم مقام اور بلند رُتبہ رکھتے ہیں اور اہلِ بیت علیہم السلام کے نزدیک بھی اتنی قدر و شان رکھتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عباسؑ کو صفِ معصومین میں شمار کیا ہے۔ ان کی تدفین کے وقت ان کو مثلِ امامؑ معصوم انفرادیت دی گئی۔

اور جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا کہ امام حسنؑ کی تغسیل میں بھی آپؑ نے امام حسینؑ کے ساتھ مشارکت فرمائی۔ وہ امر بھی حضرت عباسؑ کی عزت و شرف کی بلندی کا ثبوت ہے کیوں کہ کسی معصومؑ کو کوئی معصومؑ ہی غسل دے سکتا ہے۔

اور شاید یہی وجہ ہے کہ مرجع وفقیہ عالی قدر الشیخ محمد طٰہٰ نجفی نے اپنی کتاب 'الاتقان' میں لکھا: ''عباس ابن امیرالمومنین علی ابن ابی طالب'' اس سے بلند ہیں کہ انھیں یہاں (یعنی غیر معصومین میں) ذکر کیا جائے بلکہ مناسب ہے کہ ان کا تذکرہ معصومینؑ کے ساتھ کیا جائے۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

چھبیسواں خصیصہ

حضرتؑ کا ایک لقب شہید ہے

شہید اسے کہتے ہیں جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جائے اور شہید زندہ ہوتا ہے اور اپنے رب کے پاس رزق پاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شہید کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے ملائکہ اس کے جنت میں جانے کے شاہد ہوتے ہیں۔

اور شہادت افضل ترین اُمتی کے لیے ہے اور افضل ترین اُمتی وہ ہیں جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیے جائیں۔ شہید کی فضیلت تمام مخلوق سے امتیازی و انفرادی ہے۔ اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے:

فَرِحِيْنَ بِمَا آتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (سورہ آل عمران، آیہ ۱۷۰)

''اللہ نے جو جو فضل و کرم ان پر کیا ہے اس (کی خوشی) سے پھولے نہیں سماتے''۔

ایک قول یہ ہے: ''شہید کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ وہ مرا نہیں ہے بلکہ زندہ ہے گویا کہ وہ شاہد و حاضر ہے''۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کیوں کہ ملائکۂ رحمت اس کے پاس آتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کیوں کہ وہ اللہ کے امر کی پیروی کرتے ہوئے حق کی شہادت کے لیے قیام کرتا ہے حتیٰ کہ قتل ہو جاتا ہے۔

اور ایک قول شہید کی وجہ تسمیہ کے بارے میں یہ بھی ہے کہ چونکہ اللہ کی راہ میں قتل ہو جانے والے کے لیے اللہ نے جو عظیم اجر اور کرامت تیار کر رکھی ہے، اس کو دیکھ لیتا ہے۔

www.ziaraat.com
Saheefe-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

لقب شہید کی عظمت

وہ ہستیاں جن کو شہید جیسے سماوی تمغہ سے نوازا گیا اور تمام شہداء کی موجودگی میں لقب شہید جن کے لیے خصوصی طور پر بولا گیا وہ دو ہستیاں ہیں:

ایک ہستی کا تعلق آئمہ اہلِ بیت معصومین علیہم السلام سے ہے جو سید الشہداء ہیں جو ابوالاحرار ہیں، جو سبطِ رسولؐ اور ریحانۂ رسولؐ ہیں۔ جو سید شباب اہل الجنۃ ہیں، یعنی امام حسینؑ۔ جو آئمہ اہل بیتؑ میں شہید کے نام سے معروف ہیں۔

یہ سچ ہے کہ چہاردہ معصومین سوائے حضرت امام المہدی المنتظرؑ کے تمام کے تمام راہِ خدا میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے جیسا کہ فرمانِ معصومؑ ہے کہ مَا مِنَّا اِلَّا مَقْتُوْلٌ اَوْ مَسْمُوْمٌ، یعنی ہم میں سے ہر ایک مقتول ہے یا مسموم ہے۔ لیکن جن کو مطلقاً شہید کہا جاتا ہے وہ امام حسینؑ ہی ہیں کیوں کہ حضرت رسولؐ اکرم نے امام حسینؑ کے متعلق فرمایا:

اَنْتَ شَهِيْدُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ "اے حسینؑ! تو میری اُمت کا شہید ہے"۔

اور دوسری ہستی وہ ہیں جو خاصانِ آئمہ اطہارؑ میں سے ہیں۔ ان کے سچے پیرو، حاملِ لواء اور امام حسینؑ کے بطلِ علقمی حضرت عباسؑ ہیں جنھوں نے حمایت و نصرت امامؑ میں ایثار و قربانی کی آخری حدوں کو چھو لیا۔

اور جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ امام زین العابدینؑ جب بھی حضرت عباسؑ کو یاد کرتے تو فرمایا کرتے کہ اللہ کے نزدیک میرے عم عباسؑ کا وہ مقام و منزلت ہے کہ قیامت کے دن جمیع شہداء ان پر رشک کریں گے۔

اور آپؑ نے اپنے چچا کی لاشِ اطہر کو دفن کرتے ہوئے یہ فرمایا:

عَلَيْكَ مِنِّي السَّلَامُ مِنْ شَهِيْدٍ مُحْتَسَبٍ

امام سجادؑ کا لفظ شہید کا حضرت ابوالفضل العباسؑ پر اطلاق کرنا ایک بہت اعلیٰ

Presented by www.ziaraat.com

اور آسمانی تمغہ ہے کیوں کہ معصومؑ کے پاس تمام آسمانی معیار اور وحی کے ترازو موجود ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے معصوم کو یہ امر تفویض کیا ہے کہ حق دار کو اس کا حق عطا کریں اور مستحق کو سماوی تمغات بخش دیں اور چونکہ حضرت عباسؑ اولیائے خدا سے ولائے عظیم رکھتے تھے۔ آپ انتہائی درجہ کے اخلاص کے ساتھ راہِ خدا میں عظیم آزمائش سے گزرے اس لیے امامؑ نے انھیں لقب شہید عطا کیا، نہ صرف یہ کہ شہید کہا بلکہ فرمایا: آپ ایسے شہید ہیں جنھوں نے لقاء اللہ کی نیت اور جذبے سے جامِ شہادت نوش کیا اور ایسا مقام و منزلت حاصل کیا کہ قیامت کے دن تمام شہداء اس پر رشک کریں گے۔

عباسؑ شہیدِ مظلوم

کربلا میں حضرت عباسؑ کا مقام و منزلت بہت بلند ہے۔ اس کی بہترین اور روشن دلیل حضرت امام زین العابدینؑ کا دیا ہوا اعزاز اَلشَّهِيْدُ الْمُحتَسَب ہے۔ اور اسی طرح امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی زیارتِ معروفہ میں آپؑ کو یوں مخاطب فرمایا:

اَشْهَدُ اَنَّكَ قُتِلْتَ مَظْلُوْمًا "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کو مظلومی کی حالت میں قتل کیا گیا"۔

تو گویا آپ صرف شہید نہیں بلکہ مظلوم بھی ہیں کیوں کہ (جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے) جب آپ نے اذنِ جہاد مانگا تو امام حسینؑ نے آپ کو جنگ کی اجازت نہ دی بلکہ فرمایا: پیاسے بچوں کے لیے پانی لے آؤ اور یہ بات بڑی واضح ہے کہ دشمن اور مدِّ مقابل سے جنگ کرنے اور پانی کے حصول کے لیے جانے میں بڑا فرق ہے کیوں کہ جو مجاہد صرف قتال کے لیے جاتا ہے اس کا ذہن باقی ہر فکر سے آزاد اور خالی ہوتا ہے اور اس کی پرواز کے لیے کوئی سمت اور جہت بھی متعین نہیں ہوتی جبکہ

Presented by www.ziaraat.com

جو شخص پانی لینے کی غرض سے جا رہا ہو، اس کے لیے اہم ترین امر بڑے سورما دشمنوں کو قتل کرنا نہیں بلکہ صرف پانی کے سامنے رکاوٹوں کو ہٹا کر گزرنا ہوتا ہے اور پھر مخصوص راستوں سے واپس آنا ہوتا ہے۔ اسی لیے حضرتؑ قاتلوں سے انتقام لے کر اپنا سینہ ٹھنڈا نہ کر سکے اور مظلومی کی حالت میں شہید کر دیے گئے۔

علاوہ ازیں جب بزدل دشمن حضرتؑ کے سامنے آ کر مقابلہ کرنے سے عاجز آ گئے تو دھوکا زنی سے کام لیتے ہوئے کمین گاہوں میں چھپ کر بیٹھ گئے اور اچانک وار کر کے آپؑ کے دونوں بازو قلم کر دیے اور پھر ایک یا دو ضربوں پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تلواروں سے آپؑ کے جسمِ اطہر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ آپؑ کی آنکھ میں تیر مارا اور آپؑ کے سر کو آہنی گرز سے شگافتہ کر دیا اور مظلومی کی حالت میں شہید کر دیا۔ اسی لیے امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپؑ کو شہید مظلوم کہہ کر پکارا:

کوئی سوار جب گھوڑے سے گرتا ہے

جناب مقرم کی کتاب "مقتل الحسینؑ" میں ہے کہ ایک عالم فاضل خطیب الشیخ کاظم السبتیؒ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک بزرگ اور باذوق عالم تشریف لائے اور فرمایا: میں حضرت عباسؑ کا پیغام آپؒ کے پاس لایا ہوں۔ میں نے خواب میں ان کی زیارت کی ہے وہ آپ پر ناراض ہو رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ شیخ کاظم سبتی میری مصیبت کا ذکر نہیں کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا: مولا! میں نے اکثر اس کی زبانی آپؑ کا ذکرِ مصیبت سنا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا: باقی واقعات پڑھتا ہے لیکن میری غرض ہے کہ میری یہ مصیبت بھی لوگوں کے سامنے بیان کیا کرے کہ: "جب کوئی سوار اپنے رہوار سے گرتا ہے تو اپنے ہاتھوں کے سہارے زمین پر گرتا ہے لیکن جب کسی سوار کے سینے میں تیر پیوست ہوں اور اس کے دونوں ہاتھ کٹ چکے ہوں تو وہ کیسے زمین پر اُترے گا"۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

یہ امر بھی حضرت ابوالفضلؑ کی شدت مظلومیت و مصائب کی عکاسی کرتا ہے۔ جیسا کہ "فقہ الزہراؑ" میں ہے کہ مظلوم پر گریہ و بکا کرنا مستحب ہے اور رونے والوں کے ساتھ ان کے گریہ میں شریک ہو جانا بھی مستحب ہے۔ کیوں کہ یہ مظلوم کی تائید و نصرت میں شمار ہوتا ہے۔

جب حضرت امیر حمزہؑ شہید ہوئے اور ان کی بہن حضرت صفیہ گریہ و بکا و فریاد کر رہی تھیں تو حضور اکرمؐ نے بھی اپنی پھوپھی حضرت صفیہ کے ساتھ گریہ فرمایا۔

اور فضیلتِ زیارتِ امام حسینؑ میں وارد ہوا ہے کہ جب جناب سیدہ فاطمہ زہراؑ زائرینِ حسینؑ پر نظر کرتی ہیں تو آپؑ کے ساتھ ہزار انبیاؑ، ہزار صدیق، ہزار شہید اور ایک لاکھ فرشتے ہوتے ہیں۔ وہ گریہ و بکا کرتے آپؑ سے تعزیت کر رہے ہوتے ہیں۔ جناب سیدہؑ زائرین کو دیکھ کر گریہ بلند کرتی ہیں تو آسمانوں میں موجود تمام ملائکہ آپؑ کی آواز کو سن کر رونے لگ جاتے ہیں۔

مقامِ شہید اور اجرِ شہادت

اللہ کے نزدیک شہداء کا مقام و مرتبہ کیا ہے، اب ہم اس حوالے سے کچھ آیات و احادیث پر نظر ڈالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ

"بے شک اللہ ان لوگوں سے اُلفت رکھتا ہے جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں"۔ (سورۂ صف، آیہ ۴)

دوسری جگہ سورۂ آل عمران میں فرماتا ہے:

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ

Presented by www.ziaraat.com

اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں انھیں مُردہ ہرگز نہ سمجھنا بلکہ وہ لوگ جیتے (جاگتے موجود) ہیں۔ اپنے پروردگار کے ہاں سے وہ (طرح طرح کی) روزی پاتے ہیں اور اللہ نے جو جو فضل ان پر کیا ہے اس (کی خوشی) سے پھولے نہیں سماتے اور جو لوگ ان سے پیچھے رہ گئے اور ان میں آ کر شامل نہیں ہوئے ان کی نسبت یہ (خیال کر کے) خوشیاں مناتے ہیں کہ (یہ بھی شہید ہوں تو) ان پر نہ کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ آزردہ خاطر ہوں گے۔ اللہ کی نعمت اور اس کے فضل (و کرم) اور اس بات کی خوش خبری پا کر کہ اللہ مومنین کے ثواب کو برباد نہیں کرتا وہ تو نہال ہو رہے ہیں''۔ (آل عمران، آیہ ۱۶۹ تا ۱۷۱)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

اَشْرَفُ الْمَوْتِ قَتْلُ الشَّهَادَةِ

''سب سے افضل و اشرف موت شہادت کی موت ہے''۔

حدیثِ پیغمبرؐ ہے:

فَوْقَ كُلِّ بِرٍّ بِرٌّ ، حَتّٰى يُقْتَلَ الرَّجُلُ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِذَا قُتِلَ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَلَيْسَ فَوْقَهٗ بِرٌّ

''ہر نیکی سے اُوپر ایک نیکی ہے لیکن جب کوئی (مومن) راہِ خدا میں قتل (شہید) ہو جائے تو اس سے اُوپر کوئی نیکی نہیں''۔

Presented by www.ziaraat.com

ختمی مرتبتؐ کی حدیث ہے:

اِنَّ اَوَّلَ مَنْ قَاتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ، اِبْرَاھِیْمُ الْخَلِیْلُ حَیْثُ أَسَرَتِ الرُّوْمُ لُوْطًا ، فَنَفَرَ اِبْرَاھِیْمَ ، وَاسْتَنْقَذَہٗ مِنْ اَیْدِیْھِمْ

"اللہ کی راہ میں سب سے پہلا جہاد حضرت ابراہیمؑ نے کیا۔ جب رومیوں نے حضرت لوطؑ کو اسیر کرلیا تو حضرت ابراہیمؑ جلدی سے گئے اور ان کے ہاتھوں سے حضرت لوطؑ کو چھڑایا"۔

ایک اور حدیث پیغمبرؐ ہے:

مَا مِنْ قَطْرَۃٍ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ قَطْرَۃِ دَمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ قَطْرَۃِ دَمْعٍ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ

"کوئی قطرہ اللہ کو اتنا پسند نہیں کہ جتنا اللہ کی راہ میں بہنے والے خون کا قطرہ یا آدھی رات کو خوف خدا سے ٹپکنے والا آنسو کا قطرہ (اللہ کو پسند ہے)"۔

پیغمبرؐ اسلام کی ایک اور حدیث ہے:

اَجْوَدُ النَّاسِ مَنْ جَادَ بِنَفْسِہٖ وَمَالِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

"سب سے زیادہ سخی شخص وہ ہے جو اپنے نفس اور مال کے ساتھ راہِ خدا میں سخاوت کرے"۔

اور مولائے کائنات حضرت امیرالمومنینؑ کا قول ہے کہ "سب سے پہلے شخص جنھوں نے راہِ خدا میں جہاد کیا وہ حضرت ابراہیمؑ تھے۔ جب رومیوں نے حضرت لوطؑ کی بستی میں لوٹ مچائی اور انھیں قید کرلیا تو حضرت ابراہیمؑ جلدی سے گئے، ان پر غلبہ پالیا اور ان کی قید سے حضرت لوطؑ کو نجات دلائی۔ حضرت ابراہیمؑ

Presented by www.ziaraat.com

نے ہی سب سے پہلے علم بنایا، ان پر افضل سلام ہو"۔

شیخ طوسیؒ نے تہذیب میں حضرت امام علی بن الحسینؑ سے ایک حدیث رقم کی ہے جو انھوں نے اپنے آبائے طاہرینؑ سے نقل فرمائی ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا:

لِلشَّهِيْدِ سَبْعُ خِصَالٍ مِّنَ اللّٰهِ "اللہ کی طرف سے شہید کے لیے سات خصلتیں اور انعام مقرر ہیں"۔

اوّل: جب شہید کے خون کا پہلا قطرہ بہتا ہے تو اس کے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

دوم: شہید کا سر زمین پر نہیں گرتا بلکہ خوب صورت آنکھوں والی حور کی گود میں آتا ہے جو اس کی زوجہ ہوتی ہے، جو اس کے سر سے گرد وغبار صاف کرتی ہے اور اسے خوش آمدید اور مرحبا کہتی ہے اور شہید بھی اسے یہی الفاظ کہتا ہے۔

سوم: شہید کو جنتی لباس پہنایا جاتا ہے۔

چہارم: جنت کے خزانہ دار ایک دوسرے پر سبقت کرتے ہوئے ہر قسم کی طیب خوشبو لے کر اس کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو بھی آپ کو پسند ہو وہ رکھ لیں۔

پنجم: وہ جنت میں اپنا مکان اور منزل دیکھ لیتا ہے۔

ششم: شہید کی روح سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح چاہو جنت میں گھومو پھرو۔

ہفتم: شہید اللہ کے چہرہ کی زیارت کرتا ہے، یعنی اس پر اللہ کی خصوصی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ (یہ ایسا انعام ہے) جس سے ہر نبی اور شہید کے دل کو راحت اور ٹھنڈک ملتی ہے۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

ستائیسواں خصیصہ

لقب صدیق کی توضیح

صدیق وہ ہے جو ہمیشہ اور دوام کے ساتھ سچائی کی تصدیق کرے۔ اسے بھی صدیق کہتے ہیں جو اپنے عمل کے ذریعے سے اپنے قول کی تصدیق کرے۔ ایک قول یہ ہے کہ صدیق وہ ہے جو صداقت میں انتہا کو پہنچا ہوا ہو۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ صدیق وہ ہے جو ہر امرالٰہی کی اس طرح تصدیق کرے کہ کسی معاملے میں بھی شک اُسے الجھا نہ سکے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ نبی کی تصدیق بھی کرے۔

یہ معانی تو لغت اور عربی دان علما کے بیان کردہ ہیں۔ ذیل میں ہم دیکھتے ہیں کہ اصطلاح قرآنی، سنت نبویؐ اور احادیث اہل بیت رسولؐ میں صدیق کسے کہتے ہیں:

سورۂ حدید آیہ ۱۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ

"اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یہی لوگ اپنے پروردگار کے نزدیک صدیقوں اور شہیدوں کے درجے میں ہوں گے ان کے لیے انھی (صدیقوں اور شہیدوں) کا اجر اور انھی کا نور ہوگا۔

سورۂ نساء کی آیت ۶۹ میں ارشاد ہے:

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ

Presented by www.ziaraat.com

وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○

''اور جس شخص نے اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کی تو ایسے لوگ ان (مقبول) بندوں کے ساتھ ہوں گے جنہیں اللہ نے اپنی نعمتیں دی ہیں یعنی انبیاؑ اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ لوگ کیا ہی اچھے رفیق ہیں''۔

اور خصال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ ''صدیق تین ہیں: علی ابن ابی طالبؑ، حبیب نجار اور مومنِ آلِ فرعون''۔

عیون الاخبار میں حدیث پیغمبرؐ ہے:

لِكُلِّ اُمَّةٍ صِدِّيْقٌ وَفَارُوْقٌ وَصِدِّيْقُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَفَارُوْقُهَا عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ

''ہر نبیؐ کی اُمت کا ایک صدیق اور فاروق ہے اور اس اُمت کا صدیق اور فاروق علی ابن ابی طالبؑ ہے''۔

اور ''روضۃ الکافی'' میں جناب امیرؑ (اپنے خطبہ میں فرماتے ہیں) جو خطبۃ الوسیلۃ کے نام سے مشہور ہے:

وَاِنِّيْ اَلنَّبَاُ الْعَظِيْمُ وَ الصِّدِّيْقُ الْاَكْبَرُ

''میں ہی نبأ عظیم اور صدیق اکبر ہوں''۔

اور ''شرح الآیات الباہرۃ'' میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کے توسط سے امیرالمومنینؑ کی ایک طویل حدیث روایت کی ہے کہ ''ہمارے شیعہ جو مرجاتے ہیں وہ صدیق وشہید مرتے ہیں (کیوں کہ) وہ ہمارے امر کی تصدیق کرتے ہیں، ہماری خاطر ہی وہ محبت کرتے ہیں اور ہمارے لیے ہی کسی سے بغض ودشمنی رکھتے ہیں، وہ اپنے اس عمل کے ذریعے اللہ کا قرب

Presented by www.ziaraat.com

چاہتے ہیں، وہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھنے والے ہیں''۔

(پھر اپنی گفتگو کی تائید میں مولا امیرؑ نے یہ آیت پڑھی)

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّھَدَآءُ عِنْدَ رَبِّھِمْ لَھُمْ اَجْرُھُمْ وَنُوْرُھُمْ

اور ''محاسن البرقی'' میں امام حسین علیہ السلام کی مستند حدیث ہے:

مَا مِنْ شِیْعَتِنَا اِلَّا صِدِّیْقٌ شَھِیْدٌ

''ہمارا ہر شیعہ صدیق اور شہید ہے''۔

اور ''مزار ابن قولویہ'' میں معتبر سند کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت موجود ہے جس میں آپؑ ہمیں اپنے عم بزرگوار حضرت ابوالفضل ؑ کی زیارت کی تعلیم فرماتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا الْوَلِیُّ الصَّالِحُ النَّاصِحُ الصِّدِّیْقُ

''اے صالح ولی خدا اور پاک دل مخلص صدیق آپؑ پر میرا سلام ہو''۔

ایک دوسری زیارت میں امام جعفر صادق علیہ السلام آپؑ کے بارے میں فرماتے ہیں:

اَشْھَدُ لَکَ بِالتَّسْلِیْمِ وَالتَّصْدِیْقِ

''یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ نے خدا و رسولؐ و اہلِ بیتؑ کی تصدیق کی اور ان کے امر کے سامنے ہمیشہ سرِ تسلیم خم رکھا''۔

حضرت عباسؑ لغت اور اصطلاح ہر حوالے سے صدیق ہیں

حضرت ابوالفضل لغوی طور پر بھی صدیق ہیں کیوں کہ آپؑ نے ساری زندگی خدا و رسولؐ و امامؑ کی تصدیق کی۔ آپؑ کے عمل نے آپؑ کے قول کی تصدیق

Presented by www.ziaraat.com

کی۔ آپؑ صداقت و سچائی کی انتہا پر فائز تھے۔ نیز اللہ کے کسی امر کی بجاآوری کرتے ہوئے کبھی کوئی ایسا شک آپؑ کے قلب میں پیدا نہیں ہوا جو عمل کے جذبے کو کمزور کرے اور سوچ میں اُلجھاؤ پیدا کرے۔

صدیق کا اصطلاحی مفہوم بھی آپ پر کاملاً منطبق ہوتا ہے۔ کیوں کہ آپ اللہ و رسولؐ پر ایمان رکھنے والوں اور خدا و رسولؐ کی اطاعت کرنے والوں کے لیے آئمہ طاہرینؑ کے بعد افضل ترین نمونہ عمل ہیں۔ آپ شیعیانِ اہل بیتؑ میں سرفہرست اور ان کی اتباع کرنے والوں میں آگے نظر آتے ہیں کیوں کہ شیعہ وہ ہے جو حضرت امیر المومنین علیؑ اور آئمۂ طاہرینؑ کی اتباع و پیروی کرے کہ جن کو قرآن نے اہل بیتؑ کے نام سے پکارا ہے اور ان کی اتباع اور ان کی ہدایت کی روشنی میں زندگی گزارنے کو لازم قرار دیا ہے۔

حضرت ابوالفضل العباسؑ نے ایمان و اطاعت کا حق ادا کیا ہے اور ایسا ہوتا بھی کیوں نہ؟ آپؑ نے ذاتی اور خداداد کمالات کے ساتھ ساتھ امامین ہمامین فرزندان رسول جناب حسنین شریفین علیہم السلام کی آغوش میں اپنا بچپن گزارا اور ان کی گود سے عظیم اخلاقی و علمی تربیت حاصل کی تھی اور انھی کے احسان و تاکید کی بدولت انسانی بلندی اور اعلیٰ ترین اور رفیع مند شہادت کے رُتبے کو حاصل کیا، لہٰذا آپ لغوی و اصطلاحی معنی میں صدیق ہیں۔

جنھوں نے لقب صدیق اپنے لیے مخصوص کرلیا

دو شخصیات ایسی ہیں جنھوں نے صدیق کا لفظ اور اعزاز اپنے ناموں کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے: پہلی ہستی حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ ہیں کہ جنھیں رسولؐ اللہ نے لقب صدیق عطا فرمایا۔

رسولؐ اللہ کی حدیث ہے کہ ''صدیق تین ہیں: علی بن ابی طالبؑ، حبیب

Presented by www.ziaraat.com

الفجار اور مومنِ آلِ فرعون"۔ اور جیسا کہ خود جناب امیر علیہ السلام نے خطبۃ الوسیلۃ میں فرمایا:

"بے شک میں ہی نباءِ عظیم اور صدیقِ اکبر ہوں"۔

اور دوسری عظیم ہستی حضرت ابوالفضل العباسؑ ہیں کہ جن کے صدیق ہونے کی گواہی صادقِ آلِ محمدؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنی زیارات میں دی ہے۔

......●......

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

اٹھائیسواں خصیصہ

لقب فادی (فدا ہونے والا)

حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام نے اپنے عم محترم حضرت ابوالفضل العباسؑ کے متعلق فرمایا:

رَحِمَ اللّٰهُ عَمِّي الْعَبَّاسَ فَلَقَدْ آثَرَ وَأَبْلٰى وَفَدٰى أَخَاهُ بِنَفْسِهٖ

"اللہ تعالیٰ میرے چچا عباسؑ پر رحم فرمائے جنھوں نے میدان جنگ میں کمالِ جرأت اور ایثار کا مظاہرہ کیا اور اپنے آپ کو اپنے محترم بھائی پر قربان کر دیا"۔

امامؑ کا یہ کلام حضرتؑ کے فادی ہونے کو ثابت کرتا ہے اور فادی کا لغوی معنی بھی یہی ہے کہ "جو کسی ذات کے لیے اپنا مال، جان اور خون دے دے اور اسے قتل و گرفتاری سے نجات دلائے، بالفاظ دیگر جو اپنا جان و مال تصدق کر کے دوسرے کی زندگی خرید کرے اور اسے چہار اطراف سے گھیرے ہوئے خطرات سے چھڑا لے۔

عظیم قربانی

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے محبوب فرزند حضرت اسماعیلؑ کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کریں لیکن پھر حضرت ذبیحؑ کو بچا بھی لیا اور فرمایا:

وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ۔

Presented by www.ziaraat.com

عیون الاخبار میں ثامن آئمہ حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیلؑ کو اپنے بیٹے حضرت ذبیحؑ کی جگہ پر ایک گوسفند کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو حضرت خلیلؑ نے تمنا کی کہ کاش میرا بیٹا ہی ذبح ہوتا اور گوسفند اس کا بدل قرار نہ دیا جاتا تاکہ میرے دل پر وہ کیفیت گزرتی جو اپنے عزیز ترین بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنے والے والد پر گزرتی ہے اور اس مصیبت کے عوض میں مَیں اہلِ ثواب کے ارفع درجات کا مستحق ٹھہرتا، تو اللہ کی طرف سے فوراً ان پر وحی نازل ہوئی کہ اے ابراہیمؑ! میری مخلوق میں تمھارے نزدیک سب سے محبوب کون ہے؟

عرض کیا: پالنے والے! تیری تمام مخلوقات سے زیادہ محبوب میرے نزدیک تیرا محبوب محمدؐ ہے۔

خدا نے فرمایا: اے خلیلؑ! میرے حبیبؐ سے زیادہ محبت کرتے ہو یا اپنے آپ سے؟

عرض کیا: پروردگار! حبیبؐ خدا مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

اللہ نے فرمایا: میرے حبیبؐ کا بیٹا تجھے زیادہ محبوب ہے یا اپنا بیٹا؟

حضرت خلیلؑ نے عرض کیا: تیرے حبیب کا بیٹا یقیناً مجھے زیادہ محبوب اور عزیز ہے۔

پھر اللہ نے پوچھا: اے خلیلؑ! یہ بتاؤ کہ ان دو باتوں میں سے کون سی بات تمھارے لیے زیادہ دردآمیز ہے۔ تمھارے بیٹے کا تمھارے ہاتھوں ذبح ہو جانا یا میرے حبیبؐ کے بیٹے کا دشمنوں کے ہاتھوں مظلومی سے ذبح کر دیا جانا۔

حضرت خلیلؑ نے عرض کیا: پروردگار! یقیناً حبیبؐ خدا کے بیٹے کا مظلومیت کے ساتھ ذبح کر دیا جانا میرے دل پر زیادہ شاق ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے

Presented by www.ziaraat.com

ابراہیمؑ! سنو! ایک گروہ ہوگا جو اپنے آپ کو اُمتِ محمدیہؐ میں سے سمجھتا ہوگا لیکن میرے حبیبؐ کے وصال کے بعد ان کے بیٹے حسینؑ کو انتہائی ظلم و بربیت سے شہید کردے گا، ایسے جیسے کہ گوسفند کو ذبح کیا جاتا ہے اور اس طرح وہ لوگ میرے غضب اور عذاب کے مستوجب ٹھہریں گے۔

یہ سن کر حضرت خلیلؑ نے دل پر ہاتھ دھرلیا اور زور زور سے آہ و بکا شروع کردی۔ جب اس نبیؑ نے امام حسینؑ پر گریہ کیا تو اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ابراہیمؑ! میں نے حسینؑ پر تمھارا گریہ قبول کیا اور اس کے طفیل وہ گریہ بھی قبول کیا جس کی تم تمنا کررہے تھے (اپنے بیٹے کے حقیقی طور پر ذبح ہوجانے کی صورت میں) اور میں نے تمھارے لیے اہلِ ثواب کے ارفع درجات لکھ دیے۔ اسی لیے اللہ تعالٰی نے فرمایا:

فَدَیۡنٰہُ بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ

اس قصہ میں فادی (فداکار) حضرت خلیلؑ ہیں، قربانی وہ گوسفند ہے جسے حضرت جبرئیلؑ جنت سے لائے اور مَفدِی (جس پر تصدق ہوا) حضرت اسماعیلؑ ہیں لیکن کربلا کے سانحہ میں فادی حضرت عباسؑ ہیں۔ قربانی ان کا نفسِ زکیہ اور مقدس خون ہے اور مفدی امام حسینؑ ہیں۔ اس طرح حضرت عباسؑ اپنی جان کا نذرانہ پیش کرکے اور اپنا خون نصرتِ امامؑ میں بہا کر حیاتِ امام حسینؑ کے خریدار بن گئے۔

سرکارِ وفاؑ کی اپنے پدرِ بزرگوار سے مشابہت

حضرت ابوالفضل العباسؑ جناب امیرؑ سے مشابہت رکھتے ہیں کیوں کہ آپؑ نے اپنے نفس کو حضرت سیدالشہداءؑ پر ایسے ہی قربان کردیا جیسے شبِ ہجرت جناب امیرؑ رسولؐ اللہ کے بستر پر سو گئے تھے۔ جو اس رات بسترِ خواب نہیں بلکہ بسترِ موت تھا۔ شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب امالی میں امام زین العابدینؑ کی سند سے روایت کی ہے کہ جب حضرتؑ نے فراشِ رسولؐ پر رات بسر کی تو آپؑ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی:

Presented by www.ziaraat.com

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ

''اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو اپنا نفس اللہ کی رضا چاہتے ہوئے بیچ دیتے ہیں''۔

اور ''شرح الآیات الباہرۃ'' اور اس جیسی دوسری کئی کتب تفسیر میں ذکر ہے کہ ''جب اللہ کے نبیؐ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا اور راتوں رات غار کی طرف نکل جانے کا پروگرام بنایا تو قرض ادا کرنے اور کفار کی امانتیں واپس کرنے کے لیے حضرت علیؑ کو وہیں چھوڑا اور یہ فرماتے ہوئے اپنے بستر پر سونے کا حکم دیا:

اے علیؑ! میں آپ کو خبر دے رہا ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے اولیا کا ان کے ایمان اور دینی منزل کے اعتبار سے امتحان لیتا ہے۔ پس سب سے زیادہ جن کو ابتلا و آزمائش میں ڈالا جاتا ہے وہ انبیاؑ ہیں پھر وہ جو ان کی مثل ہوں اور اے میرے بھائی! اللہ کو تمھارا امتحان مقصود ہے اور میرے امتحان کے ذریعے اس نے مجھے آزمایا ہے۔ جیسا کہ اس نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کا امتحان لیا۔ پس اے میرے بھائی! تم صبر کرنا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے۔ پھر حضرتؐ نے جناب امیر علیہ السلام کو اپنے سینے کے ساتھ لگا لیا اور گریہ کیا اور جناب امیرؑ بھی فراقِ رسولؐ کے تصور سے بہت روئے۔ حضورؐ نے وصیتیں فرمائیں، صبر کی تلقین فرمائی۔ مغرب وعشا کی نماز پڑھنے کے بعد سخت تاریکی میں گھر سے نکلے جب کہ آپؐ کے گھر کے اردگرد قریش گھات لگائے ہوئے بیٹھے تھے اور علیؑ فراشِ رسولؐ اللہ پر شہادت کے لیے تیار ہو کر سو گئے۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ و میکائیلؑ کی طرف وحی فرمائی کہ اے میرے کروبیو! میں نے تم دونوں کو آپس میں بھائی بنایا ہے اور ایک کی عمر میں نے دوسرے سے زیادہ قرار دی ہے۔ تم میں سے کون ہے جو اپنی زندگی اپنے بھائی پر قربان کرنے کو تیار ہو۔ دونوں

Presented by www.ziaraat.com

نے اپنی زندگی کو اختیار کیا۔ اللہ نے فرمایا: تم علیؑ کی مثل کیوں نہ ہوئے۔ میں نے علیؑ و محمدؐ کے مابین مواخات قائم کی ہے۔ وہ دیکھو علیؑ اپنے نفس کو فدا کر کے اپنے بھائی کے فراش پر محوِ استراحت ہے۔ پس زمین پر اُتر جاؤ اور اس کی حفاظت پر مامور ہو جاؤ۔ یہ سن کر دونوں اُتر آئے۔ جبرئیلؑ ان کے سر کی جانب اور حضرت میکائیلؑ ان کے پاؤں کے پاس کھڑے ہو گئے۔ حضرت جبرئیلؑ کہہ رہے تھے:

بَخٍ بَخٍ مَنْ مِثْلُكَ یاعلی ابن ابی طالب! یُبَاهِی اللّٰهُ بِكَ الْمَلَائِكَةَ

''مبارک ہو، مبارک ہو، اے علی ابن ابی طالبؑ، آپ کی مثل کون ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے ملائکہ سے فخر و مباہات کر رہا ہے کہ اپنی مواخات بھی دیکھو اور معیار مواخاتِ علی بھی دیکھو''۔

اسی اثنا میں کہ جب حضورؐ مدینہ کی طرف محوِ سفر تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؑ کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ

فادی بزعم نصاریٰ

مسیحیوں کا یہ عقیدہ ہے حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ فادی ہیں کیوں کہ انھوں نے اپنے مقدس خون کو انسانیت و بشریت پر قربان کیا۔ پھر وہ اس سے نتیجہ یہ اخذ کرتے ہیں کہ اب ان کے تمام گناہان و معصیات، جرائم و جنایات معاف ہو گئے ہیں کیوں کہ قتلِ مسیحؑ بشر کی تمام خطا کاریوں کا کفارہ بن گیا ہے، جب کہ عیسائیوں کا یہ زعم و عقیدہ چند وجوہات کی بنا پر درست نہیں ہے:

① اولاً: حضرت مسیحؑ کو نہ تو قتل کیا گیا اور نہ ہی صلیب پر لٹکایا گیا بلکہ انھیں

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف (یعنی آسمانوں کی طرف) اُٹھالیا، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشادِ باری ہے:

وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ○ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ○ (سورۂ نساء، آیہ ۱۵۷-۱۵۸)

"نہ تو ان لوگوں نے اسے قتل کیا اور نہ سولی دی مگر ان کے لیے (ایک دوسرا شخص عیسیٰؑ کے) مشابہ کر دیا گیا اور جو لوگ اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں یقیناً وہ لوگ اس (کے حالات) کی طرف سے دھوکے میں (پڑے) ہیں ان کو اس (واقعہ) کی خبر ہی نہیں مگر فقط اٹکل کے پیچھے (پڑے) ہیں اور عیسیٰؑ کو ان لوگوں نے یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انھیں اپنی طرف اُٹھالیا اور اللہ تو بڑا زبردست حکمت والا ہے"۔

تفسیر مجمع البیان میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ و مریمؑ کی دعا سے ان لوگوں کے چہروں کو مسخ کر دیا جو ان پر سب و شتم کرتے تھے تو یہ خبر رأس الیہود یہودا تک پہنچی اور اسے خوف پیدا ہوا کہ کہیں عیسیٰؑ و مریمؑ میرے لیے بھی بددعا نہ کر دیں۔ لہٰذا اس نے قومِ یہود کو جمع کیا اور سب حضرت مسیحؑ کے قتل کے منصوبے پر متفق ہو گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت اور مدد کے لیے حضرت جبرئیلؑ کو بھیجا اور یہ بات اللہ کے اس فرمان وَاَيَّدْنَاهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ سے مستفاد ہے۔

پس یہودی حضرت عیسیٰؑ کے گرد جمع ہو گئے تا کہ انھیں قتل کر دیں لیکن حضرت

Presented by www.ziaraat.com

جبرئیلؑ نے انھیں اُٹھا کر گھر کے اندر ایک کھڑکی میں داخل کیا جس کی چھت پر ایک روشن دان تھا۔ پھر اسی روشن دان سے نکال کر آسمان کی طرف اُٹھا لیا۔ یہودا نے اپنے ایک ساتھی طیطانوس نامی کو بھیجا کہ وہ اس الماری یا کھڑکی میں داخل ہو کر حضرتؑ کو قتل کر دے۔ طیطانوس کو کچھ دیر لگ گئی تو انھوں نے سمجھا کہ اس نے حضرتؑ کو الماری کے اندر قتل کر دیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے طیطانوس کا چہرہ حضرت عیسیٰؑ سے مشابہ کر دیا۔ جب وہ باہر نکلا تو اس کے ساتھیوں نے اسے مسیح سمجھ کر قتل کر دیا اور سولی پر لٹکا دیا اور یہ بھی قول ہے کہ طیطانوس کا صرف چہرہ بدلا تھا اس کا باقی جسم ویسا ہی رہا۔ اس لیے قوم یہود نے کہا کہ چہرہ تو عیسیٰؑ کا ہے لیکن جسد طیطانوس کا ہے۔

بعض نے یہ کہا کہ اگر یہ عیسیٰؑ ہے تو طیطانوس کہاں ہے اور اگر طیطانوس ہے تو پھر عیسیٰؑ کہاں ہے اور اس طرح ان پر معاملہ مشتبہ ہو گیا اور جنھوں نے قتل کی ذمہ داری اُٹھائی تھی اور منصوبہ بنایا تھا، خود ان پر واضح نہیں تھا کہ مصلوب و مقتول دراصل کون ہے۔ پس یہ ایسا عقیدہ ہے کہ جس کی بنیاد ہی متزلزل اور مشکوک ہے۔

ثانیاً: جب اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی ہے کہ عیسیٰؑ قتل نہیں ہوئے تو ان پر فادی کا لقب ہی صادق نہیں آتا۔

ثالثاً: مسیحیوں نے جو عقیدہ کفارۂ گناہ کا گھڑ لیا ہے اس سے حضرت مسیح کی شان میں نقص لازم آتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ ہدایتِ بشر کے اعلیٰ و رفیع مقام و عہدے پر فائز ہیں۔ نسلِ انسانی کو گناہ سے بچانے کے لیے آئے تھے نہ کہ تکفیر جرائم کی ضمانت سے جرائم کے احساس کو ختم کرنے کے لیے کہ جو چاہو کرتے پھرو، دمِ عیسیٰؑ ہمارے گناہوں کا کفارہ بن چکا ہے۔

مسلمانوں کے نزدیک فادی

مسلمانوں کے ہاں فادی جناب امیرالمومنینؑ ہیں جنھوں نے اپنی جان

Presented by www.ziaraat.com

رسولؐ اللہ پر نثار ہونے کے لیے پیش کردی۔ پھر ان کے بعد فرزندِ امیرالمومنینؑ حضرت ابوالفضل العباسؑ ہیں جو اپنے بھائی امام عالی مقام امام حسینؑ پر فدا ہوگئے؟

اوّل الذکر فادی کی فداکاری اس لیے تھی کہ رسولؐ اللہ کو اعدا کے نرغے سے نجات دلائی جائے تاکہ وہ زندہ و سلامت رہیں اور تبلیغ رسالت خداوندی اور ہدایت بشری کرسکیں اور مؤخرالذکر فادی کی فداکاری فرزند رسولؐ اللہ کی حفاظت کے لیے تھی۔

اس فرزند رسولؐ کی حفاظت کے لیے جو اللہ کے دین کو بچانے کے لیے اپنا سب کچھ لٹانے کا عزم لیے ہوئے تھے جنھوں نے اپنے جد بزرگوار کی محنتوں اور مشقتوں کی بھرپور محافظت کی جنھوں نے انسان کے سوئے ہوئے عقل وضمیر کو بیدار کیا، ان کے شعور کی لو کو تیز کیا تاکہ انھیں خدا تک، اس کے دین حنیف اور صراط مستقیم کی طرف رہنمائی مل سکے۔ جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے زیارت امام حسینؑ کرتے ہوئے فرمایا:

وَبَذَلَ مُهْجَتَهُ فِيْكَ لِيَسْتَنْقِذَ عِبَادَكَ مِنَ الْجَهَالَةِ وَحَيْرَةِ الضَّلَالَةِ

''اور اے اللہ! امام حسینؑ نے تیری خاطر اپنی جان لٹا دی تاکہ تیرے بندے جہالت اور گم راہی سے نجات پائیں''۔

موازنہ

ان دو قسم کی فداکاریوں میں بڑا واضح فرق ہے ایک یہ کہ اپنے مقدس خون کے ساتھ تمام انسانوں کے گناہوں کے لیے کفارہ بن جانا جیسا کہ عیسائی جناب عیسیٰؑ کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں۔

اور دوسری یہ کہ اپنی جان پر ہر طرح کے ظلم سہتے ہوئے جان جان آفرین

Presented by www.ziaraat.com

کے سپرد کر دینا صرف اس لیے کہ مغرور انسانوں کی اصلاح ہو، انھیں صراط قویم و مستقیم کی طرف ہدایت ملے۔ وہ جہالت و بے تہذیبی کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے نکل کر علم و ثقافت کے نور میں آ جائیں اور باطل اور گم راہی سے چھٹکارا پا کر حق و ہدایت کی پناہ گاہ میں پناہ لیں۔ یہ وہ اعتقاد ہے جو مسلمان حضرت امیرالمومنینؑ اور ان کے سپوت حضرت ابوالفضلؑ کے بارے میں رکھتے ہیں۔

عیسائیوں کا عقیدہ دراصل حضرت مسیحؑ کی بلند شان میں گراوٹ اور کمی کرنے کے مترادف ہے۔ بالالفاظ دیگر وہ فداکاری نہیں ہے بلکہ ظلم و جرم کی ترویج کرنا اور قبیحہ ظالمین و مذنبین اور معصیت کاروں کی ہمت بڑھانا اور ان کے اعمال قبیحہ کو نیکی قرار دینا ہے کیوں کہ جس شخص کو معلوم ہو کہ اس کی زندگی بھر کی قباحتوں اور خباثتوں کا کفارہ ادا ہو چکا ہے وہ یقیناً اپنے ظلم و جور کی انتہا کو پہنچے گا اور بدکاریوں میں غرق اور مُصر رہے گا۔

جناب امیرالمومنینؑ اور حضرت ابوالفضلؑ کی جاں نثاری ان کے عظیم مرتبہ کے شایان بھی ہے اور اہلِ ایمان کے لیے ایک خصوصی عطا بھی ہے۔

ان کی قربانی عدل و احسان اور فضیلت و اعتدال کی ترویج بھی ہے اور نیکوکاروں، وفاشعاروں اور جاں نثاروں کے لیے ہمت افزائی اور اعمالِ صالحہ بجالانے کی ترغیب بھی۔ کیوں کہ جو شخص اپنے امامؑ اور ان کے سپوت کی نصرت دین اور حق و ہدایت کے لیے اس فداکاری پر غور کرے گا یقیناً اس کے دل میں لوگوں کو علم و عدالت کی طرف ہدایت کرنے اور خیر و تقویٰ کی ترغیب دلانے کا جذبہ پیدا ہوگا۔

Presented by www.ziaraat.com

انتیسواں خصیصہ

آپؑ "ایثار گر" ہیں

"ایثار" ایک عظیم اخلاقی صفت ہے۔ ایثار کے معنی ہیں: اپنی ضروریات کو پسِ پشت ڈال کر دوسروں کو اپنے اُوپر مقدم رکھنا اور دوسروں کو اپنے اُوپر ترجیح دینا۔

قرآنِ کریم میں ہے کہ جب برادرانِ یوسفؑ نے اپنے بھائی کو پہچان لیا اور اُنھیں تختِ حکومت پر جلوہ فگن دیکھا تو اُنھوں نے حضرت یوسفؑ سے یہ کہا:

لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا (یوسف، آیہ۹۱)

"خدا نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے"۔

اس آیت میں لفظ "ایثار" فضیلت کے معنی میں ہے۔

عربی زبان کا مقولہ ہے: آثَرتُ فُلَانًا عَلٰى نَفْسِي "میں نے فلاں کو اپنے اُوپر ترجیح دی ہے"۔

لفظِ ایثار کا متضاد "استئثار" ہے۔ عربی زبان کا مقولہ ہے: اِستَاثَرَ بِالشَّيْ عَلٰى غَيرِهٖ، یعنی فلاں شخص نے اپنی ذات کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہوئے فلاں چیز پر قبضہ کرلیا"۔

اگر ہم الفاظ دیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ "ایثار" دوسروں کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر مقدم رکھنے کو کہا جاتا ہے اور اجتماع و معاشرہ میں اس صفت کی بڑی اہمیت ہے اور جس میں یہ صفت ہو اس سے لوگ محبت کرتے ہیں اور اس کے برعکس "استئثار" اپنی ضروریات کو دوسروں پر مقدم رکھنے کا نام ہے اور یہ صفت سراسر خود پسندی اور حبّ ذات کی مظہر ہوتی ہے۔

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

حُبِّ ذات

حُبِّ ذات خالصتاً انانیت کی پیداوار ہے اور اسے مذموم صفات میں شمار کیا جاتا ہے اور یہ شدید قسم کی حُبِّ نفس کا ثمر ہوتی ہے۔ حُب نفس ممدوح بھی ہے اور مذموم بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص میں حُبِّ ذات کا جوہر ودیعت کیا ہے اور اس میں بھی بڑی مصلحت مضمر ہے۔ اگر ہر شخص میں حُبِّ ذات کا عنصر موجود نہ ہوتا تو زمین کی آبادکاری مشکل تھی۔ علمی ارتقا صنعتی ترقی اور جدید اختراعات کے پسِ پردہ بھی حُبِّ ذات کا عنصر موجود ہوتا ہے اور یہی حُبِّ ذات طلبِ آخرت کا ذریعہ بھی ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ فطری طور پر ہر شخص اپنی ذات سے محبت کرتا ہے اسی لیے وہ اپنے لیے منفعت کو حاصل کرنا چاہتا ہے اور نقصان سے بچنا چاہتا ہے۔ جب یہ صفت ایک دین دار شخص میں آتی ہے تو وہ اس صفت کی وجہ سے جنت کو حاصل کرنے اور عذابِ دوزخ سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

حُبِّ ذاتِ انسانی سعادت وترقی کا جہاں زینہ ہے وہاں اس کا اعتدال سے نکل جانا بڑے بڑے نقصانات کا سبب بھی ہے۔ جب حُبِّ ذات حدِ اعتدال سے باہر نکلتی ہے تو اس کے نتیجہ میں انانیت اور استکبار پیدا ہوتا ہے اور جب یہ استکبار آخری سرحد پر پہنچ جائے تو پھر یہ فرعونیت کا روپ دھار کر اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (میں ہی تمھارا ربِ اعلیٰ ہوں) کا نعرہ بلند کرتا ہے۔

اسی استکبار سے مدھوش ہوکر یزید نے یہ کہا تھا:

لَعِبَتْ هَاشِمُ بِالْمُلْكِ فَلَا وَحْیٌ جَآءَ وَلَا خَبَرٌ نَزَلْ

"بنی ہاشم نے حکومت کا ڈھونگ رچایا تھا ورنہ تو کوئی وحی نازل ہوئی تھی اور نہ آسمان سے کوئی خبر اُتری تھی"۔

عبادت، ذات اور انانیت روحانی کشمکش کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے اور عبادت

Presented by www.ziaraat.com

ذات میں منہمک شخص ریشم کے کیڑے کی طرح سے ہے جو اپنے آپ کو ریشم میں اتنا لپیٹ لیتا ہے کہ اس سے اس کا دم گھٹ جاتا ہے اور اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

چنانچہ عبادت، ذات اور صفت انانیت میں مبتلا شخص ایک ایسی لاش ہے جو محتاج کفن ہو۔ ایسا شخص خواہ اقتدار کے اعلیٰ ترین درجہ پر ہی کیوں نہ فائز ہو جائے پھر بھی روحانی طور پر وہ مُردہ ہی رہتا ہے۔

زمانے کی تاریخ گواہی دیتی ہے کہ انا پرست لوگوں نے ہر دور میں انسانیت پر ظلم ڈھائے اور ان کی انانیت کی وجہ سے مثبت اقدار تباہ ہوئیں اور فضائل اور مکارمِ اخلاق معاشروں سے رخصت ہوئے۔ جنگِ اُحد سے بھاگنے والوں کی نفسیاتی بیماری بھی یہی حبِّ ذات تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ طَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ (آل عمران، آیہ ۱۵۴)

"ایک گروہ ایسا تھا جنھیں اپنی جانیں بڑی عزیز تھیں"۔

اَنا پرست دین اور معاشرے کے لیے خطرہ ہیں

انانیت میں مبتلا افراد جب دین اسلام کے متعلق اپنے نظریات کو بیان کریں گے تو دین کی نصوص کو مسخ کر کے پیش کریں گے اور دین کے اصول کا حلیہ بدل دیں گے۔ وہ اپنے علاوہ تمام لوگوں کو دوزخ کا ایندھن قرار دیں گے اور خود کو عذابِ الٰہی سے محفوظ تصور کریں گے۔

ایسے افراد اپنی ذات کے خول میں ڈھکے ہوئے ہوتے ہیں اور اپنی ناک سے آگے کچھ دیکھنے کے عادی نہیں ہوتے۔ قرآن میں سے انھیں صرف اپنے من پسند مطالب سے سروکار ہوتا ہے اور انھیں اسلام کی صرف وہی تعبیر بھلی لگتی ہے جس سے ان کے مفادات کی تکمیل ہوتی رہے اور اگر دین سے ان کے مفادات پر ضرب لگتی ہو تو پھر انھیں دین سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

Presented by www.ziaraat.com

الغرض اَنا پرستی دین و دنیا کے لیے باعثِ وبال ہے۔ جب تک اس مرض کا بچپن سے علاج نہ کیا جائے کوئی شخص اپنے آپ کو اس کے شعلوں سے محفوظ نہیں رکھ سکتا۔

والدین کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے بچے کی اس طرح سے تربیت کریں کہ وہ اپنے مفادات کے ساتھ ساتھ دوسروں کے مفادات کا بھی خیال رکھنے کے قابل بن سکے۔

اسلام اور ہادیانِ اسلام نے ہمیشہ یہ تعلیم دی ہے کہ انسان کو حُبِّ ذات (نفس پرستی) کے خول سے باہر آنا چاہیے اور اسے اپنے مفادات کے ساتھ ساتھ دوسروں کے مفادات کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔

نہج البلاغہ میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے نام ایک وصیت درج ہے جس میں آپؑ نے اپنے فرزند ارجمند کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

> "پیارے فرزند! اپنی ذات کو اپنے اور دوسروں کے درمیان ترازو بنالو۔ دوسروں کے لیے وہی کچھ پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو اور دوسروں کے لیے وہی کچھ ناپسند کرو جو تمھیں اپنے لیے ناپسند ہو۔ جس طرح سے تم خود ظلم کا نشانہ نہیں بننا چاہتے اسی طرح سے دوسروں کو اپنے ظلم کا نشانہ نہ بناؤ۔ تم اپنے لیے جس طرح کی بھلائی چاہتے ہو دوسروں سے بھی اسی طرح کی بھلائی کرو اور جو چیز تمھیں دوسروں کی طرف سے ناپسند محسوس ہو وہ اپنے لیے بھی ناپسند کرو۔ جس چیز کو اپنے لیے پسند کرتے ہو دوسروں کے لیے بھی اسے پسند کرو۔ اور

Presented by www.ziaraat.com

جس چیز کا علم نہ ہو وہ منہ سے نہ نکالو اور وہی کچھ کہو جسے تم جانتے ہو اور جو بات تم اپنے لیے سننا پسند نہیں کرتے وہ بات دوسروں کے لیے بھی پسند نہ کرو"۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ایک عامل محمد بن ابوبکر کے نام ایک خط میں یہ الفاظ لکھے تھے:

"اپنی رعیت کے عام افراد کے لیے وہی کچھ پسند کرو جو تم اپنے لیے اور اپنے گھر والوں کے لیے پسند کرتے ہو اور جو چیز تمھیں اپنے اور اپنے گھر والوں کے لیے ناپسند ہو وہ دوسروں کے لیے بھی ناپسند کرو۔ اس سے حجت ثابت ہوتی ہے اور رعیت کی اصلاح ہوتی ہے"۔

اسلام نے لوگوں کو یہ پیغام دیا ہے کہ وہ انانیت (خود پرستی) سے پرہیز کریں اور اعتدال کے حدود میں رہیں۔ اسلام نے اس سے بڑھ کر یہ پیغام دیا ہے کہ انسانوں کو ایثارگری سے کام لینا چاہیے اور دوسروں کو اپنی ذات پر مقدم رکھنا چاہیے۔

آئمہ معصومین علیہم السلام ایثار کے پیکر تھے اور ان ذوات طاہرہ کے بعد حضرت ابوالفضل العباس بن علی علیہ السلام ایثار کا مکمل نمونہ تھے۔

قرآن وحدیث میں ایثار کی ترغیب

ایثار اعلیٰ ترین اخلاقی صفت ہے اور یہ مکارمِ اخلاق اور بلند ترین آداب میں شامل ہے۔ اگر ایک شخص کسی کو ایسی چیز عطا کرتا ہے جس کی اسے ضرورت نہ ہو تو ایسا انسان قابلِ تعریف ہے اور اگر کوئی شخص خود ضرورت مند ہو اور اپنی ضرورت پر دوسروں کو مقدم رکھے تو ایسا شخص "ایثارگر" ہوتا ہے۔ ایثارگر ہونا ہر شخص کے بس

Presented by www.ziaraat.com

میں نہیں ہے۔ ایثار پیشہ افراد ہر زمانے میں نایاب ہوتے ہیں۔ قرآن وحدیث اور آئمہ ہدیٰ کے فرامین میں ایثار کی مدح کی گئی ہے اور اہل ایثار سے ثواب عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر:۹)

''وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود ضرورت مند ہوتے ہیں''۔

مہمان کے لیے ایثار

کتاب ''شرح آیات باہرہ'' میں اس آیتِ مجیدہ کی تفسیر میں مذکور ہے کہ ایک شخص رسولؐ خدا کی خدمت میں آیا اور اس نے اپنی بھوک کا آپ سے شکوہ کیا۔ رسولؐ خدا نے اپنی ازواج کی طرف پیغام بھیجا کہ اگر تمھارے پاس ایک مہمان کی غذا موجود ہو تو بھیج دو۔

تمام ازواج نے کہا: ہمارے گھر میں پانی کے علاوہ کچھ موجود نہیں ہے۔ اس وقت آں حضرتؐ نے مسجد میں موجود حاضرین سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہے جو اس شخص کو آج رات اپنے ہاں مہمان ٹھہرائے؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں اسے مہمان ٹھہراؤں گا۔

حضرت علیؑ مہمان کو اپنے ساتھ لے گئے اور آپؑ نے اپنی زوجہ دخترِ رسولؐ خدا سے پوچھا کہ کیا آپؑ کے پاس آج رات کھانے کے لیے کچھ ہے؟

بی بیؑ نے عرض کیا: میرے پاس میری ایک بچی کی غذا موجود ہے لیکن ہم اپنے مہمان کو اپنے اُوپر ترجیح دیں گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: بنتِ رسولؐ! آپؑ بچی کو سُلا دیں اور چراغ بجھا دیں۔

حضرت علیؑ جیسے ہی مہمان کے پاس کھانا لے کر آئے تو بی بی پاکؑ نے

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

چراغ بجھا دیا۔ آپؑ نے وہ کھانا مہمان کے سامنے رکھا اور خود منہ کو ہلاتے رہے تاکہ مہمان سمجھے کہ میزبان بھی میرے ساتھ کھانے میں شریک ہے۔

آپؑ نے اس طعام میں سے کچھ نہ کھایا۔ مہمان سیر ہوگیا تو اس نے خدا کا شکر ادا کیا۔ صبح ہوئی تو امیر المومنین علی علیہ السلام رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپؐ نے فرمایا: خدا نے مجھے تمھارے رات کے عمل کی خبر دی ہے اور اس نے تمھارے حق میں یہ آیت نازل کی ہے:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر:۹)

''وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود ضرورت مند ہوتے ہیں''۔

جبرئیلؑ نے ایثار علیؑ کی خبر دی

''شرح آیات باہرہ'' میں مرقوم ہے: ایک مرتبہ حضرت علیؑ اور فاطمہؑ کے گھر میں فاقے تھے۔ خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا نے اپنے شوہر سے کہا کہ آپؑ رسولؐ خدا کے پاس جائیں، وہ مدد کریں گے۔

حضرت علیؑ رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آں حضرتؐ نے انھیں ایک دینار دیا اور فرمایا کہ جاؤ اس سے اپنے خاندان کی غذا خریدو۔

حضرت علیؑ دینار لے کر چلے۔ راستے میں مقدادؓ سے ملاقات ہوئی۔ آپؑ نے مقدادؓ سے حال پوچھا تو اس نے کہا: گھر میں فاقہ ہے اور بچے کئی دنوں سے فاقے سے ہیں۔ میں بچوں کی یہ حالت نہیں دیکھ سکتا تھا اسی لیے گھر سے باہر آ گیا۔

حضرت علیؑ نے وہ دینار مقدادؓ کے حوالے کیا اور خود مسجد میں آ کر لیٹ گئے۔ آپؑ کافی دیر تک مسجد میں لیٹے رہے، جب رسولؐ خدا مسجد میں تشریف لائے

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

تو انھیں حرکت دے کر فرمایا: تم نے کھانے کا کیا انتظام کیا ہے؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں کھانے کی اشیا لینے کے لیے بازار کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں مقدادؓ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے اپنے فقروفاقہ کی شکایت کی تو میں نے وہ دینار اس کو دے دیا۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: جبرئیلؑ نے مجھے تمھارے اس عمل کی خبر دے دی ہے اور اللہ نے تمھارے لیے یہ آیت نازل کی ہے:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر:۹)

''وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود ضرورت مند ہوتے ہیں''۔

اے علیؑ! تو اہلِ ایمان کا یعسوب ہے

شرح آیات باہرہ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ رسولؐ خدا کے پاس کچھ مال اور کچھ کپڑے آئے۔ آپؐ نے وہاں پر موجود صحابہ میں وہ سارے کپڑے اور مال تقسیم کر دیا یہاں تک کہ آپؐ کے پاس کچھ بھی باقی نہ بچا۔

اس کے بعد ایک غریب مہاجر صحابی آیا تو رسولؐ خدا نے فرمایا: تم میں سے کون ایسا ہے جو ایثار کرتے ہوئے اپنا حصہ اس غریب صحابی کو دے دے؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں اپنا حصہ دینے کو تیار ہوں چنانچہ آپؑ نے اپنا حصہ اس غریب صحابی کو دے دیا۔ بعدازاں رسولؐ خدا نے فرمایا: اے علیؑ! اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو ہر نیکی میں سبقت کرنے والا بنایا ہے۔ خدا نے آپ کو سخی بنایا ہے۔ آپؑ مومنین کے یعسوب ہیں، جب کہ مال و دولت ظالموں کی یعسوب ہے اور ظالم وہ ہیں جو آپؑ سے حسد کرتے ہیں۔ وہ آپؑ کے خلاف زیادتی کریں گے اور میرے بعد آپؑ کو آپؑ کے حق سے محروم رکھیں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

اے علیؑ! آپؑ کو بشارت ہو

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن رسولؐ خدا اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت علیؑ مسجد میں تشریف لے آئے۔ آپؑ نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

حضرت علیؑ رسولِ اکرمؐ کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ آں حضرتؐ نے انھیں دیکھا اور آپؐ نے وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ کی آیتِ مجیدہ تلاوت فرمائی اور پھر ارشاد فرمایا: علیؑ! آپ تمام ایثار پیشہ افراد کے امام اور سردار ہیں۔

پھر آپؐ نے فرمایا: تمھاری وہ خلعت کہاں گئی جو میں نے آپ کو دی تھی؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپ کا ایک صحابی میرے پاس آیا تھا اور اس نے مجھ سے اپنی برہنگی کی شکایت کی۔ مجھے اس پر رحم آ گیا۔ میں نے آپؐ کی عطا کردہ خلعت اسے دے دی اور میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے بہتر خلعت پہنائے گا۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: اے علیؑ! آپؐ نے بالکل سچ کہا۔ میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور انھوں نے مجھ سے کہا: اللہ نے آپؐ کے لیے جنت میں استبرق کا لباس تیار کیا ہے جس میں یاقوت و زبرجد کے موتی مرصع ہوئے ہیں۔ تمھارے رب کی ہمسائیگی بہترین ہمسائیگی ہے۔ تمھیں اس پھٹے پرانے لباس پر صبر مبارک ہو۔

یہ سنا تو حضرت علی علیہ السلام بے حد مسرور ہوئے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: مفلس شخص کا صدقہ افضل ہے۔ کیا تو نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا:

Presented by www.ziaraat.com

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

ایثار پسندوں کا رہبر

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علیؑ تمام کرم پیشہ افراد کے رہبر وامام ہیں۔ آئمہ معصومینؑ کے بعد حضرت ابوالفضل العباسؑ ایثار کا مکمل نمونہ تھے۔ آپؑ کے ایثار کی گواہی حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ان الفاظ میں دی تھی:

رَحِمَ اللّٰهُ عَمِّی الْعَبَّاسَ فَلَقَدْ آثَرَ

''اللہ میرے چچا عباسؑ پر رحم کرے انھوں نے ایثار سے کام لیا تھا''۔

مقصد یہ ہے کہ کربلا میں حضرت امام حسینؑ خدا اور رسولؐ خدا کی نمائندگی کر رہے تھے اور حضرت عباسؑ نے خدا اور رسولؐ کے نمائندہ پر اپنی جان و مال نچھاور کیا اور بھائیوں کو قربان کیا تھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حضرت عباس علم دارؑ کی ایک زیارت منقول ہے اور اس زیارت میں آپؑ نے حضرت عباسؑ کو مخاطب کر کے یہ الفاظ کہے تھے:

اَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَالَغْتَ فِی النَّصِیحَةِ وَاَعْطَیْتَ غَایَةَ الْمَجْهُوْدِ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ نے آخری دم تک امام حسینؑ کی خیر خواہی کی اور اس کے لیے بھرپور کوششیں کیں''۔

مقصد یہ ہے کہ حضرت عباسؑ نے اللہ کے دین کے تحفظ اور اپنے امامِ زمانہؑ کی زندگی کی حفاظت کے لیے ہر امکانی کوشش کی۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

حضرت عباسؑ کے ایثار کے چند نمونے

جی ہاں، حضرت عباس علم دارؑ اپنی زندگی کے آغاز ہی سے ہر مقام پر امامِ مظلومؑ کے لیے ایثار کرتے رہے۔ آپؑ کی عادت تھی کہ جب تک حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت نہ لے لیتے اس وقت تک اُن کے سامنے نہیں بیٹھتے تھے۔ پھر اجازت مل جاتی تو آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے حضور اس طرح سے بیٹھتے تھے جس طرح سے غلام اپنے آقا کے سامنے بیٹھتا ہے۔

آپؑ نے پوری زندگی حضرت امام حسین علیہ السلام کو "بھائی جان" کہہ کر خطاب نہیں کیا تھا۔ آپؑ جب بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کو مخاطب کرتے تو آپؑ انھیں یَاسَیِّدِی، یَامَوْلَایَ اور یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہ کہہ کر خطاب کرتے تھے۔ آپؑ نے پوری زندگی اپنے آپ کو حضرت امام حسین علیہ السلام کا غلام کہلایا۔ البتہ شہادت کے وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصرار پر انھیں "بھائی جان" کہہ کر پکارا تھا۔

آپؑ کی یہ عادت تھی کہ جب کبھی آپؑ کو کوئی اچھی چیز ملتی تو آپؑ اپنے آقا و مولاؑ کو اس پر مقدم رکھتے تھے۔ ایک بار آپؑ کو عمدہ انگوروں کا گچھا ملا تو آپؑ دوڑ کر دہلیزِ عصمت پر گئے۔ پوچھا گیا کہ آپؑ کیا چاہتے ہیں؟

آپؑ نے کہا کہ میں عمدہ انگوروں کا گچھا اپنے آقا و مولا حسینؑ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

یہ آپؑ کا ایثار ہی تھا کہ آپؑ نے اپنے آقا و مولاؑ کی حفاظت کے لیے مدینہ چھوڑا اور مدینہ سے لے کر مکہ تک امامِ مظلومؑ کی حفاظت کرتے رہے۔ پھر مکہ سے لے کر عراق تک ہر مشکل مقام پر اپنے امام کی حفاظت کا فریضہ بطریقِ احسن سرانجام دیتے رہے۔

Presented by www.ziaraat.com

یہ سفر کوئی آسان سفر نہ تھا۔ یہ سفر لق و دق صحراؤں کا سفر تھا اور دشمن ہر وقت گھات میں تھا۔ قدم قدم پر بنی اُمیہ کی دھمکیاں مل رہی تھیں اور بنی اُمیہ کے جاسوس ایک ایک لمحہ کی رپورٹ دے رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب سید الشہدا امام حسین علیہ السلام نے مدینہ چھوڑا تو آپؑ نے بطور استشہاد یہ آیت پڑھی:

فَخَرَجَ مِنۡهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ (القصص، آیہ ۲۱)

''موسیٰ ڈرتا اور سہمتا ہوا گھر سے نکلا''۔

ایثار کی بلند و بالا چوٹیاں

حضرت ابوالفضلؑ نے اپنی وفاداری کی وجہ سے ایثار کی بلند و بالا چوٹیوں پر قدم رکھا تھا اور اس کا مظاہرہ اس وقت ہوا جب امام مظلومؑ کا قافلہ کربلا پہنچا اور جوں جوں روزِ عاشور قریب آتا گیا حضرت عباسؑ کے جذبۂ ایثار میں اتنا ہی اضافہ ہوتا گیا۔ جب بنی اُمیہ نے دریا پر پہرے لگائے اور قافلۂ حسینیؑ پر پانی بند کیا اور خیام میں اَلْعَطَش اَلْعَطَش کی صدائیں بلند ہوئیں تو حضرت عباسؑ نے اپنے حصے کا پانی امامؑ کے معصوم بچوں میں تقسیم کر دیا۔

آپؑ کا جذبۂ ایثار اس وقت عروج پر دکھائی دیتا ہے جب عبداللہ بن ابی المحل بن حزام کا غلام کزمان کربلا پہنچا تو وہ ابن زیاد کی طرف سے حضرت عباسؑ اور ان کے بھائیوں کے لیے امان نامہ لکھوا کر آیا۔

واضح رہے کہ عبداللہ بن ابی المحل حضرت عباسؑ کی والدہ ماجدہ حضرت اُم البنینؑ کا بھتیجا تھا اور وہ کوفے میں ابن زیاد کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میری پھوپھی کے بیٹے حضرت امام حسینؑ کے ساتھ کربلا میں موجود ہیں۔ میری خواہش ہے کہ وہ زندہ رہیں، لہٰذا تم ان کے لیے امان نامہ لکھ دو۔

ابن زیاد نے عبداللہ بن ابی المحل کی سفارش پر حضرت عباسؑ اور آپؑ کے

Presented by www.ziaraat.com

تین بھائیوں کے لیے امان نامہ لکھ دیا۔

عبداللہ بن ابی المحل نے وہ امان نامہ اپنے غلام ''کزمان'' کو دیا اور اسے ہدایت کی کہ تم کوفہ سے کربلا چلے جاؤ اور وہاں میری پھوپھی کے بیٹوں سے کہو کہ ان کے لیے امان نامہ موجود ہے اور انھیں چاہیے کہ حضرت امام حسینؑ کی رفاقت چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔ چنانچہ کزمان وہ امان نامہ لے کر کربلا آیا۔ اس نے وہ تحریر حضرت ابوالفضلؑ کے سامنے پیش کی اور کہا کہ آپؑ کے مادری رشتہ دار نے یہ امان نامہ بھجوایا ہے۔

اس کے جواب میں حضرت عباس علم دارؑ نے فرمایا: ہمارے ماموں کو ہمارا سلام پہنچانا اور اس سے کہنا کہ ہمیں ابن زیاد کی امان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کی امان ابن سمیہ کی امان سے بہتر ہے۔

اسی ایثار کا مظاہرہ آپؑ نے اس وقت بھی کیا جب نو محرم الحرام کے دن شمر لعین کربلا پہنچا۔ وہ بھی حضرت عباسؑ اور آپؑ کے بھائیوں کے لیے امان نامہ لکھوا کر لایا تھا اور اس کے علاوہ لشکر کی سالاری اور مالِ دنیا کے لالچ کے وعدے بھی لکھوا لایا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور مظلوم کربلا کے لشکر کے سامنے آیا اور آواز دے کر کہا: ہمارے بھانجے کہاں ہیں؟ عباسؑ اور اس کے بھائی کہاں ہیں؟

حضرت عباسؑ اور آپؑ کے بھائیوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور جواب دینا پسند نہ کیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اگرچہ یہ فاسق ہے پھر بھی تم لوگ اسے جواب دو۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا فرمان سن کر چاروں بھائی اُٹھے اور اسے مخاطب کر کے کہا: شمر! تو کیا چاہتا ہے؟

شمر نے پُرفریب لہجے میں کہا: میرے بھانجو! تمھارے لیے میں امان لایا

Presented by www.ziaraat.com

ہوں اپنے آپ کو حسینؑ کے ساتھ ہلاکت میں مت ڈالو اور امیرالمومنین" یزید کی اطاعت کے دائرے میں آجاؤ۔

پھر اس لعین نے انھیں لالچ دیا اور کئی جھوٹے وعدے کیے۔ اس کے جواب میں حضرت عباسؑ نے پوری تمکنت اور وقار سے فرمایا:

لعنك الله ولعن امانك أتؤمننا وابن رسول الله لا امان له وتامرنا ان ندخل فی طاعة اللعناء واولاد اللعناء؟

"تجھ پر اور تیری امان پر خدا کی لعنت ہو۔ تو ہمیں امان دیتا ہے اور فرزندِ رسولؐ کے لیے کوئی امان نہیں ہے اور تو ہمیں ملاعین اور نسلِ ملاعین کی اطاعت میں داخل ہونے کا مشورہ دیتا ہے؟"

اس جواب سے شمر کو مایوسی ہوئی اور وہ سمجھ گیا کہ ان ہستیوں کو فریب کے جال میں پھنسانا ممکن نہیں ہے۔ اس کے بعد اس کو مزید کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی اور وہ واپس چلا گیا۔

عباسؑ اپنے دو بیٹوں پر امامؑ کو ترجیح دیتے ہیں

فطرت کا تقاضا ہے کہ ہر شخص کو اولاد سے بے پناہ محبت ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں یہ الفاظ وارد ہیں: اولادنا اکبادنا "ہماری اولاد ہمارا جگر ہے"۔

اسی مفہوم کو کسی شاعر نے ان الفاظ سے بیان کیا تھا:

اولادنا اکبادنا تمشی علی الارض

"ہماری اولاد ہمارے جگر کے ٹکڑے ہیں جو زمین پر چل رہے ہیں"۔

اولاد کی مصیبت کسی پسر مُردہ ماں اور باپ سے پوچھنی چاہیے۔ کائنات میں سب سے بڑی مصیبت اولاد کی موت ہے۔ اگر کوئی دین دار باپ اپنی اولاد کو اللہ

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

کی راہ میں شہادت کے لیے بھیج دے اور اولاد شہید ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس باپ کو اجرِ عظیم عطا کیا جاتا ہے۔

حضرت عباسؑ علَم دارؑ سے بڑا ایثار پیشہ انسان آج تک چشمِ فلک نے نہیں دیکھا۔ آپؑ نے اپنے آقا و مولاؑ پر اپنے دو بیٹے میدانِ کربلا میں قربان کیے جن کے نام محمدؒ اور عبداللہؒ تھے۔

لطف یہ ہے کہ آپؑ نے اپنے بیٹے اپنی زندگی ہی میں قربان کیے تھے۔ آپؑ کے ایثار کی اگر مثال ملتی ہے تو شہزادی زینب کبریٰؑ کے ہاں ملتی ہے۔ بی بیؑ نے بھی اپنے دو بیٹے اپنے بھائی پر قربان کیے تھے جن کے نام عونؑ و محمدؑ تھے۔

بی بی زینبؑ کے صبر کا کمال یہ تھا کہ آپ بیٹوں کی مقتل میں نہیں گئی تھیں اور نہ ہی آپ نے اپنے بیٹوں پر بَین کیے تھے اور نہ ہی آپؑ نے ان کا مرثیہ پڑھا۔

آپؑ نہیں چاہتی تھیں کہ بیٹوں کا مرثیہ پڑھ کر امام مظلومؑ پر احسان جتانے کا کوئی گمان ہو۔ شہزادی زینب کبریٰؑ نے حضرت زہراءؑ کا دودھ پیا تھا۔ اسی لیے انھوں نے صبر کیا۔ سلام ہو حضرت عباسؑ پر کہ انھوں نے بنت زہراءؑ کی سنت پر حرف بحرف عمل کیا تھا اور بیٹوں کی موت کا زبان پر ذکر تک نہ لائے۔

عباسؑ اپنے بھائیوں پر امامؑ کو ترجیح دیتے ہیں

وفا کے کردگار حضرت عباسؑ کے ایثار کا اس بات سے پتا چلایا جاسکتا ہے کہ آپؑ نے امام حسینؑ پر اپنے تین پدری اور مادری بھائیوں کو قربان کیا تھا۔

جب آپؑ نے دیکھا کہ اصحاب شہید ہو چکے ہیں اور خاندانِ مصطفیٰؐ میں سے بہت سے افراد شہید ہو چکے ہیں تو آپؑ نے اپنے تینوں بھائیوں عبداللہؒ، جعفرؒ اور عثمانؒ سے فرمایا: فرزندانِ مادر! آگے بڑھو میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم اللہ اور رسولؐ کے وفادار ہو۔

Presented by www.ziaraat.com

یہ کہا اور عبداللہؑ کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ سن میں آپؑ سے چھوٹے اور باقی دو بھائیوں سے بڑے تھے اور ان سے فرمایا: بھائی! آگے بڑھیں میں تمھیں راہِ خدا میں شہید دیکھنا چاہتا ہوں اور تمھاری موت پر جو صبر کروں گا اس کا میں خدا سے بدلہ چاہوں گا۔ چنانچہ اولادِ اُم البنینؑ میں سے حضرت عبداللہؑ پہلے شہید ہیں۔

اخبار الطوال کے مؤلف لکھتے ہیں: حضرت ابوالفضلؑ نے اپنے بھائیوں سے فرمایا: بھائی! مَیں تم پر قربان! آگے بڑھو اور اپنے آقا و مولاؑ کا دفاع کرو اور ان کے سامنے شہادت کا جام نوش کرو۔

اس فرمان کے بعد آپؑ کے بھائی میدان میں آئے اور سب کے سب عروسِ شہادت سے ہم کنار ہوئے۔

حضرت عباسؑ نے اپنے رحیم و کریم والد سے شفقت میراث میں حاصل کی تھی۔ جب آپؑ نے اپنے بھائیوں کو تیروں، تلواروں میں گھرا ہوا دیکھا ہوگا تو نہ جانے آپؑ کے دل پر کیا گزری ہوگی تو خدا جانے جب بھائیوں کو خاک و خون میں غلطاں دیکھا ہوگا تو اس وقت آپؑ کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ لیکن آپؑ نے دینی فریضہ کو اپنی اولاد اور اپنے بھائیوں پر ترجیح دی۔ اس وقت سب سے بڑا دینی فریضہ امامِ زمانہؑ کی حفاظت کا تھا اور اس فریضہ کے لیے آپؑ اپنے جان و مال، بھائیوں اور اولاد کو قربان کرنے پر تیار تھے۔

آپؑ جانتے تھے کہ اللہ نے اپنے رسولؐ کو مومنین کی جانوں پر متصرف بنایا ہے اور رسولِ خدا نے اپنے بارہ جانشینوں کو اہلِ ایمان کی جانوں پر حقِ تصرف دیا ہے۔ آپ کو معلوم تھا کہ جب امامؑ کا وجود خطرے میں ہو تو پھر امامؑ کے دفاع کے لیے جان و مال، اولاد اور بھائیوں کو قربان کر دینا چاہیے۔ چنانچہ آپؑ نے قرآن اور ایمان کے تقاضوں پر مکمل عمل کیا اور ہر چیز امامِ زمانہؑ پر قربان کر دی۔

Presented by www.ziaraat.com

عباسؑ کی زندگی کا آخری ایثار

جب آپؑ نے اپنے اصحاب واہلِ بیتؑ کے لاشوں کو دیکھا تو آپؑ کا سینہ تنگ ہوگیا اور آپؑ زندگی سے تنگ آگئے اور آپؑ اپنے بھائی اور اپنے آقا و مولا حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے جنگ کی اجازت طلب کی اور دشمنوں سے انتقام لینے کی خواہش کا اظہار کیا۔

امام عالی مقامؑ نے آپؑ کو جنگ کی اجازت نہ دی اس کے بجائے آپؑ سے فرمایا: تم بچوں اور پردہ داروں کے لیے پانی لے آؤ۔

اس حساس موقع پر بھی حضرت عباسؑ نے پورے ایثار کا ثبوت دیا اور امامؑ کی رضا کو اپنی رضا پر مقدم رکھا۔ آپؑ نے دشمنانِ خدا سے جنگ پر پانی لانے کو ترجیح دی۔ اگر دشمن گھات لگا کر آپؑ پر حملہ آور نہ ہوتے تو آپؑ خیامِ آلِ محمدؐ تک پانی پہنچانے میں ضرور کامیاب ہوجاتے۔ دشمنوں نے چھپ کر وار کیا جس کی وجہ سے آپؑ کی شہادت واقع ہوئی اور آپؑ خیام تک پانی نہ لاسکے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے آپؑ کے ایثار وفداکاری کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

> رحم اللّٰہ عمی العباس فلقد آثر وابلٰی وفدیٰ اخاہ بنفسہ
>
> "اللہ میرے چچا عباسؑ پر رحم کرے، انھوں نے ایثار سے کام لیا اور آزمائشوں کا مقابلہ کیا اور بھائی پر اپنی جان نچھاور کردی"۔

Presented by www.ziaraat.com

تیسواں خصیصہ

آپؑ ہم درد اور غم خوار ہیں

کسی شاعر نے کہا تھا:

احق الناس ان یبکی علیہ فتیً ابکی الحسین بکربلا
اخوہ وابن والدہ علی ابوالفضل المفرج بالدماء
ومن واساہ لایثنیہ شیٔ وجاد لہ علی ظمأ بماء

''انسان کا حق ہے کہ اس جوان پر گریہ کرے جس نے کربلا کے صحرا میں حسینؑ (اپنے غم میں) کو رُلایا تھا۔ وہ امامؑ کے بھائی اور آپؑ کے والد کے فرزند ابوالفضلؑ ہیں جو خون میں غلطان ہوئے تھے۔ جس نے حضرت امام حسینؑ کی غم خواری کی تھی اور خود پیاسا ہو کر حرم حسینیؑ کو پانی پلانے کی کوشش کی تھی''۔

(مؤلف نے یہاں کچھ عربی کے مراثی نقل کیے ہیں جنھیں ہم بغرض اختصار حذف کر رہے ہیں۔ من المترجم)

ہم دردی کا تمغہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حضرت عباسؑ کی زیارت منقول ہے جس میں آپؑ نے حضرت ابوالفضلؑ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے:

اشھد لقد نصحت للہ ولرسولہ ولاخیك فنعم الاخ المواسی

''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ نے اللہ اور اس کے رسولؐ اور

Presented by www.ziaraat.com

اپنے بھائی کی خیرخواہی کی تھی۔ آپؑ بہترین ہم درد اور غم خوار بھائی تھے"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے چچا کو "ہم درد" کے بہترین تمغہ سے نوازا ہے۔ "ہم درد" کا بہترین تمغہ صرف حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہی حضرت ابوالفضلؑ کو نہیں دیا تھا۔ امام ہادی علیہ السلام نے بھی اپنے جدِ نامدار کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنے چچا کو اس تمغہ سے نوازا تھا۔ چنانچہ امام ہادیؑ کی جانب سے ۲۵۲ ہجری میں جو زیارت جاری ہوئی اس میں امام علیہ السلام نے یہ الفاظ کہے:

السلام علی ابی الفضل العباس المواسی اخاہ بنفسہ الآخذ لغدہ من امسہ الواقی لہ الساعی الیہ بمائہ المقطوعۃ یداہ

"ابوالفضل العباسؑ پر سلام، جنھوں نے اپنی جان دے کر اپنے بھائی سے ہم دردی کی تھی جس نے آنے والے کل کے لیے گذشتہ دن سے زادِ راہ حاصل کیا تھا اور جو اس کے محافظ تھے۔ جنھوں نے امامؑ تک پانی پہنچانے کی کوشش کی تھی اور اس کوشش میں ان کے بازو قلم ہوئے تھے"۔

دو معصوم آئمہؑ کی طرف سے حضرت عباسؑ کو "ہم درد" کا تمغہ عطا ہوا۔ اس تمغہ کا ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ تمغہ آپ کو خدا کی طرف سے ملا تھا اور یہ تمغہ دینِ خداوندی اور معرفتِ امامؑ کے لیے حضرت عباسؑ کی گہری بصیرت پر دلالت کرتا ہے۔

حضرت عباسؑ کو حضرت علیؑ نے ہم دردی کی وصیت کی تھی

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے فرزندِ ارجمند حضرت ابوالفضل العباسؑ کو

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امام حسینؑ کی حفاظت کی وصیت کی تھی اور آپؑ نے اپنے والد ماجد علیہ السلام کی وصیت پر پورا پورا عمل کیا تھا۔ چنانچہ معالی السبطین اور دیگر کتب تاریخ میں مذکور ہے:

اکیس ماہ رمضان ۴۰ ہجری کی رات امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی زندگی کی آخری رات تھی۔ اس رات آپؑ نے اپنے تمام خاندان کو الوداع کیا اور انھیں وصیتیں کیں۔ اس دوران آپ اپنے فرزند ابوالفضلؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور انھیں اپنے قریب بلایا اور انھیں اپنے سینہ سے لگایا اور پھر فرمایا:

"پیارے فرزند عباسؑ! خیال رکھنا جب دسویں محرم کا دن آئے اور تم پانی میں داخل ہو جاؤ اور گھاٹ پر قبضہ کر لو تو اس وقت پانی کا ایک قطرہ تک نہ پینا کیونکہ تمھارا بھائی اس وقت پیاسا ہوگا اور اگر تم نے میرے کہنے پر عمل کیا تو قیامت کے دن تمھاری وجہ سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوگی"۔

حضرت عباسؑ نے روز عاشورا اپنے والد کی وصیت پر حرف بہ حرف عمل کیا۔ جب آپؑ پانی لینے گئے اور گھاٹ پر قبضہ کر لیا اور پانی میں داخل ہوئے تو اس وقت آپؑ سخت پیاسے تھے لیکن آپؑ کو اپنے والد کی وصیت یاد تھی اور امامؑ کی پیاس کا خیال تھا۔ اسی لیے آپؑ نے چلو پانی کا بھر کر دوبارہ دریا میں ڈال دیا اور مشک بھری اور خود پیاسے پانی سے برآمد ہوئے۔

حضرت عباسؑ عقیلۃ القریش کا انتخاب تھے

حضرت علی علیہ السلام نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں حضرت عباسؑ کو حضرت امام حسینؑ کی ہم دردی ہی کی وصیت نہیں کی تھی۔ آپؑ نے انھیں اپنی صاحب زادی عقیلۃ القریش خطیلۂ کربلا کی ہم دردی کی بھی وصیت فرمائی تھی۔

جب اکیس ماہ رمضان کی رات ہوئی اور حضرت علیؑ نے اپنی شہادت کو یقینی

Presented by www.ziaraat.com

سمجھ کر اپنی اولاد کو جمع کیا اور سب کو وصیتیں، نصیحتیں فرمائیں تو علما بیان کرتے ہیں کہ اس اجتماع میں کربلا کی شیر دل خاتون حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا بھی موجود تھیں۔ آپؑ اپنے والد کے آخری لمحات کو دیکھ رہی تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ مستقبل میں پیش آنے والے کربلا کے واقعات کو بھی دیکھ رہی تھیں۔ چنانچہ بی بی آگے بڑھیں اور والد سے عرض کیا:

ابا جان! آپ دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔ میرے لیے میرے کسی بھائی کا انتخاب کریں جو دُکھ سکھ کے لمحات میں میری غم گساری کرے اور سفر و حضر میں میری کفالت کرے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے پوری شفقت سے فرمایا: یہ سب تمھارے بھائی ہیں۔ ان میں سے آپؑ کسی ایک کا انتخاب کرلیں۔ آپؑ کے تمام بھائی آپؑ کے معیار پر پورا اُتریں گے۔

شہزادی نے پوری بصیرت سے عرض کیا: بابا جان! حسنؑ و حسینؑ دونوں میرے امامؑ ہیں اور یہ دونوں میرے سردار ہیں ان کی خدمت کرنا میرا فرض ہے۔ میں ہر جگہ ان سے ہم دردی کروں گی اور انھیں اپنی ذات پر مقدم رکھوں گی۔ مجھے تو ایک ایسا بھائی چاہیے جو میری خدمت اور میری غم گساری کرے اور میری حفاظت و کفالت کے فرائض سرانجام دے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ان میں سے آپؑ کسی بھائی کا انتخاب کریں۔

شہزادی نے تمام بھائیوں کو بڑے غور سے دیکھا۔ جب آپؑ کی نظر حضرت ابوالفضلؑ پر پڑی تو آپؑ کی نگاہ بھائی کے چہرے پر ٹک سی گئی اور اس وقت بی بیؑ اپنے والد امیر المومنینؑ کی طرف متوجہ ہوئیں اور اپنے ہاتھ سے اپنے بھائی ابوالفضلؑ

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

کی طرف اشارہ کیا اور عرض کیا: بابا جان! مجھے یہ بھائی چاہیے۔

اس وقت امیر المومنینؑ اپنے فرزند کی طرف متوجہ ہوئے اور انھیں قریب آنے کا اشارہ کیا۔ جب حضرت عباسؑ اپنے والد کے قریب گئے تو آپؑ نے شہزادی زینبؑ کا ہاتھ پکڑ کر عباسؑ کے ہاتھوں پر رکھ دیا اور عباسؑ سے نے فرمایا:

عباسؑ بیٹا! اپنی اس بہن کا خیال رکھنا یہ اپنی ماں فاطمہ زہراءؑ کی نشانی ہے۔ اس کی خدمت میں کوئی کوتاہی نہ کرنا اور اس کی حفاظت و نصرت میں کسی طرح کی کمزوری نہ دکھانا۔

یہ سنا تو عباسؑ کے آنسو چھلک پڑے۔ ان کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو گیا اور عرض کیا: بابا جان! میں آپؑ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کروں گا اور میں آپؑ کے حسنِ ظن پر پورا اُتروں گا۔ میں پوری زندگی اس کی حفاظت کروں گا اور اس کی حُرمت اور حق کا خیال رکھوں گا۔

ممکن ہے کہ حضرت عباسؑ نے یہ عرض کیا ہو: ابا جان! آپؑ نے شہزادی کا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھا ہے، وعدہ کرتا ہوں جب تک یہ ہاتھ سلامت رہیں گے میں ان کی حفاظت کرتا رہوں گا۔

حضرت عباسؑ کے ہاتھ پر شہزادی کا ہاتھ تھا۔ کافی دیر تک حضرت علیؑ اس منظر کو دیکھتے رہے اور مستقبل کے واقعات کو یاد کر کے روتے رہے۔ الغرض حضرت عباسؑ صرف امام حسینؑ ہی کے غم گسار نہ تھے، آپؑ اپنی بہن کے بھی غم گسار بھائی تھے۔

آپؑ نے دریا میں اتر کر پانی نہ پیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپؑ کے سامنے امامؑ اور شہزادی کی پیاس تھی اور آپؑ نے اپنے والد کی وصیت کو بھی پورا کرنا تھا۔

ابوذرؓ، رسولِ اکرم سے ہمدردی کرتے ہیں

تفسیر قمی اور دیگر کتب میں غزوۂ تبوک کے حالات کے ضمن میں مرقوم ہے:

Presented by www.ziaraat.com

غزوۂ تبوک کے سفر کے دوران میں حضرت ابوذرؓ تین دن رسولؐ خدا سے پیچھے رہ گئے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کا اُونٹ لاغر تھا۔ایک جگہ اُونٹ تھک ہار کر بیٹھ گیا اور چلنے کا نام نہ لیا۔جب ابوذرؓ نے دیکھا کہ اب اُونٹ چلنے کے قابل نہیں ہے تو انھوں نے اُونٹ کو وہیں چھوڑا اور اپنا سامان سمیٹ کر کمر پر رکھا اور پیدل چل پڑے۔

الغرض تین دن گزر گئے۔رسولؐ خدا نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔صبح ہوئی اور دن چڑھا تو مسلمانوں نے دیکھا کہ ایک شخص دُور سے چلا آرہا ہے۔

مسلمانوں نے کہا: یارسولؐ اللہ! دیکھیں اس صحرا میں ایک شخص اکیلا سفر کررہا ہے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: ابوذرؓ ہوگا۔آنے والا کچھ قریب ہوا تو سب نے دیکھا کہ وہ ابوذرؓ تھے۔

لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! واقعی وہ ابوذرؓ ہے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: پانی لے کر اس کے پاس پہنچو وہ سخت پیاسا ہے۔صحابہ پانی لے کر گئے اور ابوذرؓ کو پانی پلایا۔

ابوذرؓ رسولؐ خدا کی خدمت میں آئے۔ان کے پاس ایک برتن تھا جس میں پانی تھا۔رسولؐ خدا نے فرمایا: ابوذرؓ! پانی تو موجود تھا پھر تم پیاسے کیوں رہے ہو؟

ابوذرؓ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، دورانِ سفر میرا گزر ایک چٹان کے پاس سے ہوا جہاں بارش کا صاف اور میٹھا پانی موجود تھا۔میں نے اسے چکھا تو وہ نہایت میٹھا تھا۔میں نے اس پانی کو برتن میں بھرلیا اور اپنے دل میں عہد کیا کہ جب تک یہ پانی رسولؐ خدا کو نہ پلالوں گا تب تک اس میں سے خود نہیں پیئوں گا۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: ابوذرؓ! خدا تم پر رحم کرے میرے بعد میری اہلِ بیت

Presented by www.ziaraat.com

" سے محبت کے جرم میں تمہیں میرے حرم سے جلاوطن کردیا جائے گا۔ تو اکیلا زندگی بسر کرے گا اور اکیلا مرے گا اور قیامت کے دن اکیلا مبعوث ہوگا اور اکیلا ہی جنت میں داخل ہوگا۔ کچھ عراقیوں کو تیرے غسل و کفن اور جنازہ و تدفین کی سعادت نصیب ہوگی۔ وہ لوگ اس جنتِ خلد میں میرے رفیق ہوں گے جس کا متقین سے وعدہ کیا گیا ہے۔

قارئین کرام! حضرت ابوذرؓ کی اس ہم دردی پر رسولؐ خدا نے اس کی یوں قدردانی کی تھی اور اس کا شکریہ ادا کیا تھا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ رسولؐ خدا نے ابوذرؓ کی جو قدردانی کی تھی وہ خدا کی نیابت میں کی تھی کیونکہ رسولؐ اکرم معصوم تھے اور آپؐ وحی کے بغیر کلام نہیں کرتے تھے۔

حضرت عباس علمدارؑ نے اپنے امام زمانہؑ سے ابوذرؓ کی ہم دردی سے بھی کہیں زیادہ ہم دردی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس وقت رسولؐ خدا تو زندہ نہ تھے کہ حضرت عباسؑ کی قدردانی کرتے۔ رسولؐ اکرم کی نیابت میں ان کے چھٹے جانشین حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے چچا کی قدردانی کرتے ہوئے اپنی مشہور زیارت میں فرمایا:

السلام علیك ایها العبد الصالح المطیع للّٰه ولرسوله ولأمیرالمومنین ...... اشهد واشهد اللّٰه انك مضیت علی ما مضٰی به البدریّون والمجاهدون فی سبیل اللّٰه المناصحون له فی جهاد اعدائه المبالغون فی نصرة اولیائه الذابّون عن احبائه فجزاك اللّٰه افضل الجزآء واکثر الجزآء واوفر الجزآء واوفٰی جزآء احد ممن وفٰی ببیعته واستجاب له دعوته وأطاع ولاة أمره

Presented by www.ziaraat.com

"اے عبدِ صالح! آپؑ پر سلام، اللہ و رسولؐ اور امیرالمومنینؑ
کے اطاعت گزار آپؑ پر سلام۔ میں گواہی دیتا ہوں اور خدا
کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ آپ نے اسی راستے کا انتخاب کیا
جس پر اہلِ بدر اور راہِ خدا کے مجاہدین اور دشمنانِ خدا سے
جہاد کرنے والے اور اولیاے الٰہی کی بھرپور مدد کرنے والے
اور خدا کے پیاروں کا دفاع کرنے والے چلے تھے۔
اللہ آپؑ کو افضل، زیادہ، بھرپور اور مکمل جزا عطا کرے اور آپ
کو ان لوگوں کی سی جزا عطا ہو جنھوں نے بیعت کے تقاضوں کو
پورا کیا اور دعوت کو قبول کیا اور اولی الامر کی اطاعت کی"۔

امام علیؑ بن محمد الہادی کی زیارت کے یہ جملے ہم پہلے بھی نقل کر چکے ہیں۔
امام علی نقی الہادی علیہ السلام نے آپؑ پر سلام کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے:

السلام علی ابی الفضل العباس المواسی اخاہ بنفسہ
"ابوالفضل العباسؑ پر سلام ہو جس نے اپنی جان قربان کر
کے اپنے بھائی سے ہمدردی کی تھی"۔

میرا خیال ہے کہ صرف آئمہ ہدیٰ ہی نے حضرت عباسؑ کی قدردانی نہیں کی
بلکہ رسولؐ خدا نے بھی آپؑ کی قدردانی کی ہوگی۔ کیونکہ رسولؐ خدا کا فرمان ہے:

حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْ حُسَیْنٍ
"حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں"۔

اب حضرت ابوالفضل نے امام حسینؑ سے جو ہمدردی کی تھی وہ براہِ راست
رسولؐ خدا سے ہمدردی تھی۔ جب رسولؐ خدا نے ابوذرؓ کی ہمدردی پر اس کی
قدردانی کی اور اس کا شکریہ ادا کیا تھا تو کیا آپ نے جنت کی فضاؤں میں حضرت

Presented by www.ziaraat.com

عباسؑ علم دارؑ کی اتنی عظیم ہم دردی کا شکریہ ادا نہ کیا ہوگا؟

ہم دردی اور غم گساری بہترین عمل ہے

شیخ صدوق رضوان اللہ علیہ نے الخصال میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو مخاطب کر کے فرمایا: علیؑ! تین عادات تمام اعمال کی سردار ہیں:

① اپنی ذات سے لوگوں کو انصاف فراہم کرنا۔

② رضائے الٰہی کے لیے جسے بھائی بنایا ہو اس سے ہم دردی کرنا

③ ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرنا

امالی طوسی میں "حذاء" سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تمھیں سخت ترین الٰہی فریضہ سے آگاہ نہ کروں؟

میں (راوی) نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: اپنی ذات سے لوگوں کو انصاف فراہم کرنا اور اپنے بھائی سے ہم دردی کرنا اور ہر مقام پر خدا کو یاد کرنا۔

میرا مقصد سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا نہیں ہے۔ اگرچہ یہ بھی ذکرِ خدا میں شامل ہے۔ اس کے بجائے ذکرِ خدا سے میرا مقصد یہ ہے کہ جب بھی تم کسی اطاعت یا معصیت کا ارادہ کرو تو اللہ کو یاد کرلو۔

"وفا" اہلِ ایمان کی ایک علامت

عہد و وعدہ کو نبھانا ایک اچھی اخلاقی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اہلِ ایمان کی صفات میں سے قرار دیا اور اس کی پابندی کرنے والوں کی مدح کی۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

Presented by www.ziaraat.com

وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِسْمٰعِيْلَ إِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ (سورۂ مریم، آیہ ۵۴)

"کتاب میں اسماعیلؑ کا ذکر کریں وہ صادق الوعد تھا اور وہ رسولؑ نبی تھا"۔

الخصال میں ابو مالک سے منقول ہے کہ میں نے امام زین العابدین علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے دین کے تمام احکام سے باخبر فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: حق بات کہنا، عدل پر مبنی فیصلہ کرنا اور عہد کو پورا کرنا ہی کامل دین ہے۔

الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جن کے متعلق خدا نے کسی کو کوئی چھوٹ نہیں دی:

(۱) والدین سے بھلائی فرض ہے خواہ والدین نیک ہوں یا بدکار ہوں۔

(۲) عہد کی پابندی خواہ نیک انسان سے عہد کیا ہو یا بُرے انسان سے کیا ہو۔

(۳) امانت کی ادائیگی، امانت خواہ نیک انسان کی ہو یا بُرے انسان کی ہو۔

الخصال میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے اپنے آباے طاہرینؑ کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے، آپؑ نے فرمایا: جس نے لوگوں سے معاملہ کیا اور ان پر ظلم نہ کیا اور لوگوں سے گفتگو کی اور ان سے جھوٹ نہ کہا اور لوگوں سے وعدہ کیا اور وعدہ خلافی نہ کی تو ایسے شخص کی مردانگی کامل ہے اور عدالت واضح ہے۔ اس کی اخوت واجب ہے اور اس کی غیبت حرام ہے۔

کشف الغمہ میں مرقوم ہے: حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومنین سے کیا جانے والا وعدہ ایک ایسی نذر ہے جس کا کوئی کفارہ نہیں ہے۔

کتاب مشکوۃ الانوار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ

Presented by www.ziaraat.com

نے فرمایا: ہم رسولِ اکرم کی طرح سے اپنے وعدہ کو اپنے لیے قرض کا درجہ دیتے ہیں۔

آئمہ ہدیٰؑ کا سارا خاندان ہی وعدہ وفائی کو اہمیت دیتا تھا اور حضرت ابوالفضل العباسؑ اسی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپؑ بھی اپنے وعدہ کو اپنے لیے قرض کا درجہ دیتے تھے اور وعدہ وفائی کو فرض سمجھتے تھے۔

ابوالفضل العباسؑ کی وفا

حضرت ابوالفضلؑ اپنے وعدہ کے کتنے پابند تھے، اس کا اندازہ اربابِ مقاتل کی اس روایت سے ہوتا ہے کہ جب حضرت ابوالفضلؑ شدید زخمی ہو کر گرے اور حضرت امام حسینؑ ان کے بالین پر تشریف لائے اور آپؑ نے چاہا کہ اپنے بھائی کو اپنے ساتھ خیام میں لے جائیں۔

حضرت ابوالفضلؑ نے امام حسین علیہ السلام کو رسولؐ خدا کا واسطہ دے کر کہا کہ آپ مجھے یہیں رہنے دیں اور مجھے خیمے میں نہ لے جائیں۔ میں سکینہؑ سے شرمندہ ہوں۔ میں اس سے پانی لانے کا وعدہ کر کے آیا تھا جسے میں پورا نہیں کر سکا۔

حضرت عباسؑ کے متعلق یہ بات ثابت ہے کہ آپؑ نے اپنی پوری زندگی میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو کبھی بھائی یا فرزندِ پدر جیسے الفاظ سے مخاطب نہ کیا تھا۔ آپؑ امام حسین علیہ السلام سے جب بھی گفتگو کرتے تو ہمیشہ یَاسَیِّدِی، یَامَوْلَایَ اور یَابْنَ رَسُولِ اللّٰہِ جیسے الفاظ کے ساتھ آپؑ کو مخاطب کرتے تھے۔

آپؑ نے پوری زندگی میں امام حسین علیہ السلام کو صرف ایک بار "بھائی" کہہ کر پکارا تھا اور یہ جملہ آپؑ نے اس وقت کہا تھا جب آپؑ گھوڑے کی زین سے گر کر زمین پر آئے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ہندوستان کی ایک ملکہ نے کسی حاجت کے لیے حضرت ابوالفضلؑ سے توسّل کیا اور اس نے یہ نذر مانی کہ اگر اس کا کام ہو گیا تو وہ حضرت

Presented by www.ziaraat.com

عباسؑ کے روضہ کے میناروں پر سونا چڑھائے گی۔
چنانچہ حضرت ابوالفضلؑ کی برکت سے اللہ نے اس کی مراد پوری کر دی۔ بعدازاں ملکۂ ہند اپنے ملک سے نذر ادا کرنے کے لیے روانہ ہوئی اور وہ اپنے ساتھ بہت سا سونا اور انجینئر اور کاریگر کو بھی لے کر آئی۔ جس صبح انھوں نے روضہ کے میناروں کی طلاکاری کرنا تھی اس رات روضہ عباسیہؑ کے خادم کو عالمِ خواب میں حضرت ابوالفضلؑ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؑ نے روضہ کے خادم سے فرمایا: میں اس بات پر راضی نہیں ہوں کہ میرے میناروں کی طلاکاری کی جائے کیونکہ میرے آقا کے روضہ کے میناروں پر سونا لگا ہوا ہے اور میں اپنے میناروں پر سونے کے خول چڑھوا کر آقا اور غلام کا فرق ختم نہیں کرنا چاہتا۔
صبح ہوئی تو ملکۂ ہند اپنے ساتھ کاریگروں اور انجینئروں کو لے کر روضۂ عباسیہؑ پر آئی۔ روضۂ مبارک کا خادم آگے بڑھا اور اس نے ملکہ کو حضرت ابوالفضلؑ کا حکم سنایا۔
یہ سن کر ملکہ نے سونا چڑھانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور وہ سونا حضرتؑ کے روضہ کے دوسرے کاموں کے لیے وقف کر دیا۔ چنانچہ آج تک روضۂ حسینی اور روضۂ عباس کے میناروں میں یہ فرق قائم ہے۔
حضرت عباسؑ نے صرف اپنی زندگی ہی میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا ادب نہیں کیا تھا بلکہ آپؑ کے ادب کا سلسلہ آج بھی باقی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپؑ شہید ہیں اور اللہ کے فرمان کے مطابق شہید زندہ ہوتے ہیں اور اپنے رب کی طرف سے رزق حاصل کرتے ہیں۔
حضرت ابوالفضلؑ کو خدا نے شہادت کا وہ درجہ عطا کیا ہے جس پر قیامت کے دن تمام شہدا رشک کریں گے۔ الغرض ملکۂ ہند کا یہ قصہ ہو یا اس طرح کے اور واقعات ہوں ان سب سے حضرتؑ کی وفا جھلکتی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

اکتیسواں خصیصہ

آپؑ حامی اور محامی ہیں

حامی اور مُحامی دونوں عربی زبان کے الفاظ ہیں۔ حامی اور محامی اسے کہا جاتا ہے جو انسان سے اس کے دشمن کو دُور کرے اور اس کا دفاع کرے۔

حضرت ابوالفضل العباسؑ اپنے آقا و مولا کے بہترین حامی و مُحامی تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنی ایک زیارت کے الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے آپ کو "حامی و مُحامی" کے القاب سے یاد کیا تھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے یہ جملے انتہائی لائقِ توجہ ہیں:

فنعم الصابر المجاهد ، المحامی الناصر والأخ الدافع عن اخیه

"آپ بہترین صابر و مجاہد اور محامی و یاور ہیں اور اپنے بھائی کا دفاع کرنے والے بہترین بھائی ہیں"۔

سید جعفر حلی نے حضرت عباسؑ کا مرثیہ لکھا تھا۔ اس مرثیہ میں انھوں نے امام حسین علیہ السلام کی زبانِ حال سے یہ شعر بھی کہے تھے:

أاخیَ من یحمی بنات محمدً ان صرن یسترحمن من لا یرحم

ما خلت بعدك ان تشل سواعدی وتکف باصرتی وظهری یقصم

"ہائے میرا بھیا! اب محمدؐ کی شہزادیوں کی حفاظت کون کرے گا، اگر انھوں نے بے رحم لوگوں سے رحم طلب کیا۔ میں نے یہ سوچا تک نہ تھا کہ آپ کے بعد میرے بازو شل ہو جائیں گے

Presented by www.ziaraat.com

اور میری نگاہ ختم ہو جائے گی اور میری کمر ٹوٹ جائے گی"۔

کسی اور شاعر نے کہا تھا:

أو لست تسمع ما تقول سکینة   عماہ یوم الأسر من یحمینی؟

"جس دن سکینہؑ قید ہو رہی تھیں اور آپ کو یاد کر کے کہتی ہیں
کہ چچا جان! اب میری حفاظت کون کرے گا؟ کیا آپؑ نے
سکینہؑ کے یہ بین نہیں سنے؟"

حضرت عباسؑ اپنے آقا و مولا کے حامی و مُحامی تھے۔ اس کا اقرار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو بھی ہے اور تاریخ کے اوراق بھی اس حقیقت کے شاہد ہیں اور ہر دور کے باضمیر ادباء اور شعراء نے بھی آپ کے اس کردار کو سراہا ہے۔ ذیل میں ہم حضرت عباسؑ کی محافظت کے چند واقعات نقل کرتے ہیں۔

حضرت عباسؑ ولید کے دروازے پر

حضرت عباس علمدارؑ نے اپنی مسلسل خدمت گزاری کی وجہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے دل میں خصوصی مقام بنا لیا تھا۔ حضرت امام حسینؑ ہر وقت آپ پر بھروسا کرتے تھے اور اس حقیقت کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ جب معاویہ بن ابی سفیان کی موت واقع ہوئی اور اس کے بعد یزید عالمِ اسلام کے سیاہ و سفید کا مالک بنا تو اس نے حاکم مدینہ ولید بن عتبہ بن ابوسفیان کو خط لکھا کہ حسینؑ بن علیؑ سے میری بیعت لو اور اگر وہ بیعت سے انکار کرے تو اس کا سر قلم کر کے میرے پاس بھیج دو۔

ولید نے حضرت امامؑ حسین علیہ السلام کے پاس اپنا قاصد بھیجا۔ اس وقت آپ نماز عشاء سے فارغ ہو کر تعقیبات میں مصروف تھے۔ قاصد نے آپؑ کو ولید کا پیغام پہنچایا۔

Presented by www.ziaraat.com

آپؑ نے فرمایا: تم جاؤ، میں آجاؤں گا۔ اس کے بعد آپ گھر تشریف لائے اور آپؑ نے اپنے خاندان کے تیس جوانوں کو تیار کیا۔ ان جوانوں کی سربراہی حضرت عباسؑ کر رہے تھے۔

حضرت امام حسینؑ نے تمام افراد سے کہا کہ اپنے ساتھ ہتھیار لے لو کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ ولید مجھے کسی ایسی بات کے لیے نہ کہے جس کو میں سرانجام دینا نہیں چاہتا۔ مجھے اس پر اعتماد نہیں ہے، لہٰذا تم میرے ساتھ چلو۔

الغرض، امام حسین علیہ السلام بنی ہاشم کے جوانوں کو لے کر دارالامارہ آئے اور جب دروازے پر پہنچے تو آپ نے جوانوں سے فرمایا کہ تم یہاں دروازے پر رُک جاؤ۔ اگر میری آواز بلند ہو تو بے دریغ اندر آجانا۔

آپؑ کے فرمان کے تحت بنی ہاشم کے جوان دارالامارہ کے دروازے پر رُک گئے اور آپ اکیلے اندر چلے گئے۔

ولید نے آپؑ کو معاویہ کی موت کی خبر سنائی۔ پھر اس نے آپؑ سے یزید کے لیے بیعت کا مطالبہ کیا۔ آپؑ نے بیعت سے انکار کیا اور وہاں یہ کلمات ارشاد فرمائے:

اِنَّا اَهلُ بَیتِ النُّبُوَّةِ ، وَمَعدِنُ الرِّسَالَةِ ، وَمُختَلَفُ المَلَائِكَةِ ، بِنَا فَتَحَ اللهُ وَبِنَا يَختِمُ، وَيَزِيدُ رَجُلٌ شَارِبُ الخُمُورِ ، وَقَاتِلُ النَّفسِ المُحَرَّمَةِ، وَمُعلِنٌ بِالفِسقِ، وَمِثلِي لَا يُبَايِعُ مِثلَهُ وَلٰكِن نُصبِحُ وَتُصبِحُونَ، وَنَنظُرُ وَتَنظُرُونَ اَيُّنَا اَحَقُّ بِالخِلَافَةِ

”ہم اہلِ بیتؑ نبوتؐ اور معدن رسالتؐ اور ملائکہ کی آمد و رفت کا مقام ہیں۔ ہمارے ذریعہ سے خدا نے ابتدا کی اور ہمی سے اختتام کرے گا۔ یزید شرابی اور نفس محترم کا قاتل ہے

اور وہ علانیہ فسق و فجور کرتا ہے۔ مجھ جیسا اس جیسے کی بیعت
نہیں کرسکتا۔ صبح ہوگی تم بھی سوچنا ہم بھی دیکھیں گے کہ ہم
میں سے خلافت کا زیادہ حق دار کون ہے؟''

مروان بن الحکم وہاں دربار میں موجود تھا۔ اس نے ولید کو اشارہ کیا کہ امام حسینؑ کو گرفتار کرلو۔ اگر وہ بیعت کرلیں تو بہتر ورنہ انھیں قتل کردو۔

ولید کی طرف سے بیعت کا اصرار بڑھا۔ امام حسین علیہ السلام نے ولید اور مروان سے بلند آواز میں گفتگو کی۔ جیسے ہی آپؑ کی آواز بلند ہوئی بنی ہاشم کے جوان بے دریغ تلواریں لیے ہوئے دارالامارہ میں داخل ہوئے اور انھوں نے امام حسینؑ کو اپنے حصار میں لے لیا اور آپ کو بخیر سلامتی گھر لے گئے۔ اس موقع پر حضرت عباسؑ ہاشمی جوانوں کی قیادت کررہے تھے۔

شب عاشور اور حضرت عباسؑ

فرزندِ رسولؐ کربلا میں وارد ہوئے۔ ہر طرف سے بنی اُمیہ کی فوجیں آنے لگیں یہاں تک کہ شب عاشور آگئی۔ یہ رات بھی حضرتؑ نے مانگ کر لی تھی۔ اس رات امام علیہ السلام نے اپنے تمام اصحاب کو جمع کیا اور آپ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''میرا خیال ہے کہ کل ان لوگوں سے ہماری جنگ ہوگی۔ میں نے تمھاری گردنوں سے بیعت کا قلادہ ہٹا لیا ہے۔ تم میں سے جو بھی جانا چاہے وہ جاسکتا ہے۔ رات چھائی ہوئی ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور چلے جاؤ۔ اور اگر یوں جانے پر آمادہ نہیں ہو تو تم میں سے ہر شخص میرے خاندان کے کسی مرد کا ہاتھ پکڑ لے اور چلا جائے۔ ان لوگوں کی عداوت صرف مجھ سے ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

ان لوگوں کو تم سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ خدا تمہیں جزائے
خیر دے، اپنے اپنے علاقوں اور شہروں کو چلے جاؤ"۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے اس خطبہ کے بعد سب سے پہلے وفا کے کردگار حضرت عباس علمدارؑ کھڑے ہوئے۔ آپؑ نے اپنی وفا اور استقامت کا اعلان کیا اور آپؑ کے جواب سے حاضرین کو یہ سبق ملا کہ امامؑ کو کس طرح سے جواب دینا چاہیے۔

حضرت عباسؑ نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! ہم ایسا کیوں کریں؟ کیا ہم اس لیے آپ کو چھوڑیں کہ ہم آپؑ کے بعد زندہ رہیں گے؟ خدا ہمیں وہ دن کبھی نہ دکھائے۔

آپؑ کے جواب کے بعد باقی اصحاب نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو بھی کم و بیش اسی طرح کا جواب دیا اور سب نے واپس جانے پر شہادت کو ترجیح دی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب باوفا کے جذبات کی قدردانی کرتے ہوئے یہ فرمایا:

انّی لا اعلم اصحابا اوفی ولا خیراً من أصحابی ولا أهل بیت أبرّ ولا اوصل من اهل بیتی فجزاکم الله عنّی خیرا

"خدا کی قسم! میں نے اپنے اصحاب سے بہتر اور زیادہ وفادار کسی کے اصحاب کو نہیں دیکھا اور میں نے اپنے اہلِ بیتؑ سے بڑھ کر بھلائی کرنے والا اور صلۂ رحم کے تقاضوں کو پورا کرنے والا کوئی خاندان نہیں دیکھا"۔

یہ اعزاز اور یہ بسالت کا تمغہ یقیناً حضرت ابوالفضلؑ کے سر پر ہے۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

روزِ عاشورا اور حضرت عباسؑ کی دلیری

معرکۂ کربلا میں حضرت عباسؑ نے قائدانہ کردار ادا کیا۔ آپؑ نے پوری جرأت و بسالت سے اپنے امامؑ اور ان کے خاندان اور آپؑ کے اصحاب کا دفاع کیا تھا۔

لشکرِ حسینؑ کو ابوالفضل کی قیادت پر ناز تھا۔ تاریخ طبری میں مرقوم ہے:
حملہ اُولیٰ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے پچاس جاں نثار شہید ہوئے تھے۔ اس کے بعد لشکرِ امامؑ میں سے دو دو یا تین تین ساتھی لشکرگاہ سے نکلتے اور دشمنوں پر حملہ کرتے تھے۔ حملہ کا انداز یہ ہوتا تھا کہ ایک دشمنوں پر حملہ کرتا تھا اور دوسرا اپنے مجاہد کو دشمنوں کے وار سے بچاتا تھا۔ چنانچہ اسی پالیسی کی وجہ سے دو جابری بھائی میدان میں گئے اور دونوں نے جنگ کی یہاں تک کہ دونوں شہید ہو گئے۔

اسی طرح دو غفاری بھائی گئے۔ انھوں نے دادِ شجاعت دی۔ آخرکار شہید ہوئے۔ پھر حُر بن یزید ریاحی اور زُہیر بن القین نے مل کر لشکرِ اعدا پر حملہ کیا تھا۔ اس لڑائی میں حضرت حُرؓ شہید ہو گئے۔

الغرض، ایک وقت ایسا آیا جب عمرو بن خالد صیداوی اور ان کے غلام سعد اور جابر بن حارث سلمانی اور مجمع بن عبداللہ العائذی نے مل کر میدانِ کارزار کا رُخ کیا اور کوفی لشکر پر حملہ کیا۔ لشکرِ کوفہ چاروں طرف سے ان پر ٹوٹ پڑا جس کی وجہ سے حسینی مجاہدین دشمنوں کے نرغے میں پھنس گئے۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو دشمنوں میں گھرا ہوا دیکھا تو آپؑ نے حضرت عباسؑ کو بھیجا اور ان سے فرمایا کہ انھیں دشمنوں کے گھیرے سے نکالو۔ آپؑ میدان میں آئے اور اس زور سے شمشیر زنی کی کہ کوفی لشکر بھاگ کھڑا ہوا اور یوں آپؑ نے اصحابِ حسینؑ کو دشمنوں کے گھیرے سے باہر نکالا۔ اس وقت سب

Presented by www.ziaraat.com

مجاہدین شدید زخمی ہو چکے تھے۔

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام یہ سمجھتے تھے کہ اس دارو گیر کے مرحلہ پر اگر میرے اصحاب کو کوئی چھڑا سکتا ہے تو وہ صرف عباسؑ ہے۔

اس واقعہ سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ امام علیہ السلام کو اپنے بھائی کی قوت بازو پر بہت ناز تھا۔

مذاکرات میں حضرت عباسؑ کی شرکت

حضرت امام حسین علیہ السلام امن و سلامتی کے داعی تھے۔ آپ خواہ مخواہ جنگ کرنے کے خواہش مند نہیں تھے اسی لیے آپؑ نے عمر سعد سے ملاقات کر کے اس پر اتمامِ حجت کا ارادہ کیا اور آپؑ نے اپنے ایک ساتھی عمرو بن قرظہ انصاری کو عمر سعد کے پاس بھیجا اور انھوں نے اسے آپ کا یہ پیغام دیا کہ آج رات دونوں لشکروں کے درمیان آ کر مجھ سے ملاقات کرو۔

چنانچہ رات ہوئی، عمر سعد بیس سواروں کے ساتھ چلا اور حضرت امام حسین علیہ السلام بھی بیس سواروں کو ساتھ لے کر مذکورہ مقام پر پہنچے۔

حضرت امام حسینؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم دُور چلے جاؤ۔ میرے ساتھ صرف میرا بھائی عباسؑ اور فرزند علی اکبرؑ رہیں۔

یہ حکم سن کر آپؑ کے تمام ساتھی دُور ہٹ گئے۔ عمر سعد نے اپنے محافظوں کو حکم دیا کہ وہ بھی دُور چلے جائیں۔ یہاں صرف میرا بیٹا حفص اور غلام دریدرہیں۔

جب خلوت میسر ہوئی تو امام علیہ السلام نے عمر سعد سے فرمایا: ابن سعد! تجھے خدا کے حضور پیش ہونا ہے کیا تو اس سے نہیں ڈرتا؟ تو جانتا ہے کہ میں کس کا فرزند ہوں اس کے باوجود بھی مجھ سے جنگ کرنا چاہتا ہے؟ تم ان لوگوں کو چھوڑ دو اور

Presented by www.ziaraat.com

میرے ساتھ الحاق کرلو۔ اس سے تجھے خدا کا قرب حاصل ہوگا۔

عمر سعد نے کہا: اگر میں نے ایسا کیا تو ابن زیاد میرا گھر گرا دے گا۔

حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: اس سے بہتر گھر میں تجھے بنوا کر دوں گا۔

عمر سعد نے کہا: ابن زیاد میری جائیداد پر قبضہ کرلے گا۔

حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: میں اپنے مال حجاز میں سے تجھے اس سے بہتر مال دوں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپؑ نے اس سے فرمایا: میں بغیبغہ کی جاگیر تجھے دوں گا۔

واضح رہے کہ یہ ایک وسیع جائیداد تھی۔ اس میں پانی سے لبریز چشمے تھے اور کھجوروں کے باغات اور شاداب کھیت تھے۔ معاویہ نے اپنے دور حکومت میں اس جائیداد کو دس لاکھ دینار کے عوض خریدنا چاہا تھا لیکن حضرت امام حسینؑ نے قبول نہیں کیا تھا۔

جب عمر سعد کے پاس کوئی بہانہ باقی نہ بچا تو اس وقت اس نے اپنے اندرونی نفاق کا اظہار کیا۔ جس سے اس کا خبث باطن واضح ہوتا تھا۔ اس نے کہا: کوفہ میں میرا خاندان ہے اگر میں نے آپ کا ساتھ دیا تو ابن زیاد ان پر ظلم کرے گا۔

اس کے ان بہانوں سے آپؑ کو یقین ہوگیا کہ وہ اپنی گم راہی سے باز آنے والا نہیں ہے تو آپؑ نے اس سے فرمایا: خدا تجھے تیرے بستر پر جلد قتل کرے اور روز حشر تیری مغفرت نہ کرے۔ خدا کی قسم! میں امید کرتا ہوں کہ تو زیادہ دیر تک عراق کی گندم نہیں کھا سکے گا۔

ابن سعد نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا: کوئی بات نہیں میں گندم کی بجائے جو پر گزارا کرلوں گا۔ چنانچہ اس لعین نے امام حسین علیہ السلام کی پیش کش کو مسترد کردیا

Presented by www.ziaraat.com

جس کی وجہ سے اسے دنیا و آخرت کی بدبختی حاصل ہوئی۔

علم در حفاظتِ عباسؑ

جب روزِ عاشورا ہوا اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے مجاہدین اسلام کی صفیں درست کیں تو آپؑ نے اپنا پرچم حضرت عباسؑ کے سپرد کیا۔ چنانچہ علم دار ہونا آپؑ کی وہ خاصیت ہے جو کہ آپ کے علاوہ اہلِ بیتؑ اور اصحاب کے کسی بھی فرد کو نصیب نہیں ہوئی تھی۔

حضرت امام حسینؑ نے آپؑ کو اپنی فوج کا سالار اور علم دار اس لیے مقرر کیا تھا کہ آپ جانتے تھے کہ اس منصب کے اہل ان سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہے۔

جب صفیں درست ہو گئیں اور علمِ اسلام حضرت ابوالفضلؑ کے ہاتھوں میں آ گیا تو امام حسین علیہ السلام نے اپنی سواری طلب کی۔ آپؑ اس پر سوار ہوئے اور لشکرِ یزید پر اتمامِ حجت کے لیے آپؑ نے بلند آواز سے خطاب کیا۔ آپؑ نے اتنی بلند آواز میں خطاب کیا جسے لشکرِ یزید کے ایک ایک شخص نے سنا، آپؑ نے فرمایا::

لوگو! میری باتوں کو غور سے سنو، جلد بازی نہ کرو۔ تمھیں وعظ و نصیحت کرنا میرا حق ہے اور میں تمھیں اپنی آمد کے مقاصد سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تم نے میری دلیل کو مان لیا اور میری باتوں کی تصدیق کی اور تم نے مجھ سے انصاف کا رویہ اپنایا تو تمھیں اس سے سعادت نصیب ہوگی۔ اور اگر تم نے میری دلیل کو رد کر دیا اور مجھ سے منصفانہ رویہ اختیار نہ کیا تو پھر تم اپنے معاملات اور تمام شریکِ کار افراد کو جمع کر لو اور تمھارا معاملہ تم پر مخفی نہیں ہونا چاہیے اور تمھیں میرے خلاف جو بھی فیصلہ کرنا ہو کر دو اور مجھے مہلت نہ دو۔ میرا سرپرست وہ خدا ہے جس نے کتاب نازل کی اور وہ صالحین کو پسند کرتا ہے۔

جب اہلِ حرم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے یہ جملے سنے تو ان کے

Presented by www.ziaraat.com

رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت عباسؑ اور حضرت علی اکبرؑ سے فرمایا: جاؤ اور انھیں خاموش کراؤ۔ ان کے رونے کے لیے بڑا وقت پڑا ہے۔ چنانچہ حضرت عباسؑ اور حضرت علی اکبرؑ خیام میں آئے اور مخدراتِ عصمت کو خاموش رہنے کی تلقین کی۔

جب خیام سے رونے کی آوازیں رُک گئیں تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے خطبہ دوبارہ جاری کیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے خاندان میں سے مذکورہ افراد کا انتخاب اس لیے کیا تھا کہ آپ جانتے تھے کہ مخدراتِ عصمت کو یقین تھا کہ جب تک یہ دو افراد زندہ ہیں اس وقت تک ہماری چادریں محفوظ رہیں گی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام جانتے تھے کہ مخدراتِ عصمت کو عباسؑ کی وفا پر پورا بھروسا ہے۔ یہی وجہ ہے جیسے ہی بیبیوںؑ نے حضرت عباسؑ کو دیکھا تو انھیں تسکین حاصل ہوئی اور انھوں نے رونا چھوڑ دیا کہ کہیں دشمن ہمارے بھائی کو یہ طعنہ نہ دے کہ تمھاری پردہ دار بیبیاں جوہرِ صبر سے خالی ہیں۔

کربلا کے لیے ذہنی آمادگی

روایات میں بیان کیا گیا ہے: ایک دن امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام مسجد نبوی میں بیٹھے لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک اعرابی آیا۔ اس نے اپنی ناقہ کو مسجد سے باہر بٹھایا اور ایک صندوق اٹھائے ہوئے اندر داخل ہوا۔ اس نے حاضرین کو سلام کیا اور امیرالمومنینؑ کی طرف بڑھا اور آپؑ پر خصوصی سلام کر کے صندوق کو آپؑ کے سامنے رکھا۔ پھر اس نے حضرتؑ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور کہا: امیرالمومنینؑ! میں آپؑ کے لیے ہدیہ لایا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا چیز لائے ہو؟

اس نے کہا: میرا ہدیہ صندوق میں ہے۔ پھر اس نے صندوق کھولی۔ اس

Presented by www.ziaraat.com

میں ایک چیز ملفوف شکل میں رکھی ہوئی تھی۔ اس نے اسے کھولا وہ ایک اعلیٰ درجہ کی تلوار تھی۔ اعرابی نے وہ تلوار حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی۔ امیرالمومنینؑ نے اس سے تلوار لے لی اور اس شخص کا شکریہ ادا کیا۔

بعدازاں آپؑ نے تلوار کو پکڑا اور اُلٹ پلٹ کر اسے دیکھنے لگے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو اس کا حق ادا کرے تو میں یہ تلوار اسے ہدیہ کروں؟

ابھی امیرالمومنینؑ یہ بات کر رہے تھے کہ حضرت عباسؑ مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور ابھی آپ سنِ بلوغت کو نہیں پہنچے تھے۔ آپؑ نے آتے ہی عرض کیا: ابا جان! آپؑ نے کیا فرمایا ہے؟

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے وہ تلوار انھیں دکھائی۔ پھر میں نے یہ کہا ہے کہ تم میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو اس تلوار کا حق ادا کرے تو میں یہ تلوار اسے ہدیہ کروں؟

حضرت عباسؑ نے عرض کیا: بابا جان! اس تلوار کا حق کیا ہے؟

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اس کا حق یہ ہے کہ اس سے اپنے امام بھائی حسینؑ کی حفاظت کرو۔

یہ سنا تو آپؑ نے پورے جوش و جذبہ سے کہا: بابا جان! میں اس تلوار کا حق ادا کروں گا۔

امیرالمومنینؑ نے وہ تلوار حضرت عباسؑ کو دے کر فرمایا: واقعی تو اس کا حق ادا کر سکتا ہے۔ پھر آپؑ نے وہ تلوار حضرت عباسؑ کو حمائل کرائی۔ اس تلوار کا ایک حصّہ آپ کے وجود سے تھوڑا سا بڑا تھا، آپ نے اس حصّہ کو کاٹ دیا۔ پھر جب عباسؑ تلوار حمائل کر کے چلنے لگے تو امیرالمومنینؑ اپنے بیٹے کو غور سے دیکھنے لگے۔

Presented by www.ziaraat.com

آپؑ اپنے بیٹے کو دیکھ رہے تھے اور آپؑ کی آنکھوں سے سیلابِ اشک جاری تھا۔

امیرالمومنینؑ کے اصحاب نے عرض کیا: آپؑ روتے کیوں ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میں گویا اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، جب میرا یہ بیٹا اپنے بھائی حسینؑ کے دفاع کے لیے میدان میں جائے گا تو دشمن اسے چاروں طرف سے گھیر لیں گے اور وہ اس تلوار سے دائیں بائیں حملے کریں گے۔ اس کے بازو کٹ جائیں گے اور اس کے سر پر فولادی گرز لگے گا اور یہ گھوڑے سے گر جائے گا۔ یہ کہا اور خود بھی روئے اور ساتھ والوں کو بھی رُلایا۔

------●------

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

بتیسواں خصیصہ

حضرت ابوالفضلؑ ولایت کے پشت پناہ تھے

حضرت ابوالفضل العباسؑ حضرت امام حسینؑ کا قوت بازو اور ان کے لیے زور کر تھے اور آپؑ سے قبل آپؑ کے والد امیرالمومنین علی علیہ السلام اور آپؑ کے دادا رسولؐ خدا کے زور بازو تھے۔

تاریخ بیان کرتی ہے اور فریقین کے علما روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ کے چچا حضرت ابوطالبؑ ساری زندگی آں حضرتؐ کے پشت پناہ رہے تھے اور انھوں نے قدم قدم پر آں حضرتؐ کی حمایت کی تھی۔ رسول اکرم کو بھی اپنے چچا کی پشت پناہی پر مکمل اعتماد تھا۔ آپؐ نصرت الٰہی کے بعد اپنے شفیق چچا کی حمایت پر یقین رکھتے تھے۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

ابوطالبؑ، مددگار پیغمبرؐ

جب مشرکین نے دیکھا کہ رسولؐ خدا دن رات تبلیغ دین میں مصروف رہتے ہیں اور ہر وقت توحید خداوندی کا پرچار کرتے رہتے ہیں تو انھیں یہ بات بُری محسوس ہوئی۔ انھوں نے دیکھا کہ آں حضرتؐ کی پشت پناہی پر حضرت ابوطالبؑ موجود ہیں اور وہ کسی کو بھی رسولؐ خدا کی بے ادبی کی اجازت دینے پر آمادہ نہیں ہیں۔ چنانچہ مکہ کے سرداروں نے ایک وفد تشکیل دیا اور وہ حضرت ابوطالبؑ کے پاس آئے اور ان سے کہا:

ابوطالب! آپ کا بھتیجا ہمارے خداؤں کو بُرا بھلا کہتا ہے اور ہمارے دین

Presented by www.ziaraat.com

پر اعتراض کرتا ہے اور ہمارے بزرگوں کو احمق کہتا ہے۔ آپ اسے منع کریں۔ اگر باز آجائے تو بہتر ورنہ آپ ہٹ جائیں پھر ہم جانیں اور یہ جانے۔

حضرت ابوطالبؑ نے انھیں محبت سے سمجھایا پھر آپ نے رسولؐ خدا کو اپنے ہاں بلایا۔ رسولؐ خدا تشریف لائے۔ اس وقت مکہ کے سب سردار بیٹھے ہوئے تھے۔

حضرت ابوطالبؑ نے آں حضرتؐ سے کہا:

بھتیجے! یہ تیری قوم کے بزرگ اور سردار ہیں اور ان کا یہ مطالبہ ہے کہ آپؐ ان کے خداؤں کو بُرا بھلا نہ کہیں اور اس کے عوض آپؐ اپنے خدا کی جس طرح سے چاہیں عبادت کرتے رہیں۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: کیا میں انھیں اس سے بہتر چیز کی دعوت نہ دوں؟

ابوطالبؑ نے کہا: آپؐ انھیں کس بہتری کی دعوت دیتے ہیں؟

آں حضرتؐ نے فرمایا: میں انھیں ایک جملہ کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر یہ اس کا اقرار کرلیں تو یہ عرب وعجم کے حاکم بن جائیں گے۔

ابوجہل نے فوراً کہا کہ جلد بتائیں ہم ایک نہیں دس جملے بھی کہنے پر آمادہ ہیں۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: وہ صرف ایک جملہ ہے اور وہ ہے لا الٰہ الا اللہ۔

قریشِ مکہ نے یہ جواب سنا تو انھیں یہ بات ناگوار گزری اور کہا: اس کے علاوہ کوئی اور جملہ ہے تو ہمیں بتاؤ اس جملہ کا اقرار منظور نہیں ہے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: اگر تم میرے ہاتھ پر سورج بھی لاکر رکھ دو تو بھی میں تم سے اس جملہ کے علاوہ اور کسی بات کا مطالبہ نہیں کروں گا۔

آں حضرتؐ کے جواب سے قریش مایوس ہوئے اور اُٹھ کر جانے لگے۔ اسی وقت حضرت ابوطالبؑ نے سب کی موجودگی میں کہا:

بھتیجے! تمھیں جو حکم ملا ہے اس کی تبلیغ کرو۔ پھر آپ نے اشعار پڑھے:

Presented by www.ziaraat.com

والله لن يصلوا اليك بجمعهم حتى أوسد في التراب دفينا
فاصدع بأمرك ما عليك غضاضة وابشر وقر بذاك منك عيونا
ودعوتني وعلمت انك ناصحي ولقد صدقت وكنت ثم امينا
ولقد علمت بان دين محمد من خير اديان البرية دينا

"خدا کی قسم! جب تک میں قبر میں دفن نہ ہو جاؤں اس وقت تک یہ لوگ آپ تک نہ پہنچ سکیں گے۔ جو آپ کو حکم ملا ہے آپؐ اس کی تبلیغ کریں۔ آپ کو اس کے لیے کوئی پریشانی نہیں ہونی چاہیے۔ آپ کو بشارت ہو اور آپؐ اس پیغام سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کریں۔ آپؐ نے مجھے دعوت دی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ میرے خیر خواہ ہیں۔ آپؐ نے ہمیشہ سچ کہا ہے اور آپؐ ہمیشہ سے امین رہے ہیں۔ میں نے جان لیا ہے کہ محمدؐ کا دین کائنات کے تمام ادیان سے بہتر ہے"۔

چنانچہ حضرت ابوطالبؑ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور جب تک آپؑ زندہ رہے کسی مشرک کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ آپ کو اذیت دیتا۔ پھر جب حضرت ابوطالبؑ کی آنکھیں بند ہوئیں تو جبرئیل امینؑ آں حضرتؐ پر نازل ہوئے اور کہا کہ اب مکہ میں آپؐ کا کوئی مددگار باقی نہیں رہا، لہٰذا اب آپ کے لیے مکہ میں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔

ابوطالبؑ کی جرأت

قریش کے سردار دوسری بار حضرت ابوطالبؑ کے پاس آئے اور انھوں نے اُن سے کہا: ابوطالبؑ! آپ قدر و منزلت رکھنے والے انسان ہیں۔ ہمیں آپؑ کے بھتیجے سے شکوہ ہے لیکن آپؑ نے اسے روکا نہیں۔ اب ہم زیادہ دیر تک صبر نہیں کر سکتے۔ آپؑ کا بھتیجا ہمارے خداؤں کو بُرا بھلا کہتا ہے اور ہمارے بزرگوں کی

Presented by www.ziaraat.com

توہین کرتا ہے۔ ہمارے عقائد کا مذاق اُڑاتا ہے۔ آپؑ اسے منع کریں ورنہ آپ بھی بھتیجے کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ جب تک ہم میں سے ایک فریق ہلاک نہ ہوگا اس وقت تک چین نہ آئے گا۔

جب حضرت ابوطالبؑ نے لوگوں کی یہ دھمکیاں سنیں تو آپؑ نے رسولؐ خدا کو بلایا اور ان سے کہا: بھتیجے! قوم کے سردار جمع ہو کر آئے ہیں اور انھوں نے مجھ سے ایسی ایسی باتیں کی ہیں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

رسولؐ خدا نے پورے عزم و ہمت سے جواب دیا: چچا جان! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج رکھ دیں اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں پھر بھی میں دین خداوندی کی تبلیغ سے باز نہیں آؤں گا۔ خدا اس دین کو غلبہ دے گا یا اس راستے میں میں اپنی جان قربان کر دوں گا۔ یہ کہا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے اور آپؐ رونے لگے۔ پھر آپؐ اُٹھے۔ حضرت ابوطالبؑ نے آپؐ کو واپس بلایا۔ جب آپ آئے تو حضرت ابوطالبؑ نے آپ کو تسلی دی اور کہا: آپؐ جو چاہیں کہیں میں آپ کو کسی دشمن کے حوالے نہیں کروں گا۔

حضرت ابوطالبؑ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ آپؑ نے رسولؐ خدا کو کسی دشمن کے حوالے نہ کیا اور حضرت ابوطالبؑ کے خوف سے کسی مشرک کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ آں حضرتؐ پر قاتلانہ حملہ کرتا یا آپؐ کو تبلیغ سے باز رکھتا۔

امیرالمومنینؑ، رسالت مآبؐ کے پشت پناہ

والد کی زندگی اور ان کی وفات کے بعد امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے والد کی سیرت کو اپنایا۔ جس طرح سے ابوطالبؑ رسولؐ خدا کے مددگار تھے، امیرالمومنینؑ بھی اپنے والد کی طرح سے پیغمبر اعظمؐ کے مددگار تھے۔

امیرالمومنین علیؑ نے رسولؐ خدا کی آغوش میں پرورش پائی تھی۔ آپؑ نے

Presented by www.ziaraat.com

آں حضرتؐ سے اخلاقِ عالیہ اور محاسنِ اعمال کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اعلانِ نبوت کے بعد آپؑ رسولؐ خدا کے شاگرد تھے۔ آپؑ اوّل المومنین اور مسلمِ اوّل تھے۔ آپؑ نے ہر مقام پر رسولؐ خدا کی تصدیق کی اور قدم قدم پر آں حضرت کی نصرت کی۔ آپ سائے کی طرح سے رسولؐ خدا کے ساتھ رہے تھے اور آپؑ آں حضرتؐ کے پیچھے یوں چلا کرتے تھے جیسا کہ اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے چلتا ہے۔ آپؑ نورِ وحی کا مشاہدہ کرتے تھے اور ملائکہ کے پروں کی سرسراہٹ سنتے تھے۔ نزولِ وحی کے وقت جب شیطان نے چیخ ماری تھی تو آپؑ نے حرا میں وہ چیخ بھی سنی تھی۔ آپؑ نبوت کی خوش بو سونگھا کرتے تھے۔ رسولؐ خدا نے آپؑ سے فرمایا تھا: جو کچھ میں سنتا ہوں تو بھی سنتا ہے اور جو کچھ میں دیکھتا ہوں تو بھی دیکھتا ہے، البتہ فرق یہی ہے کہ تو نبی نہیں ہے تو وزیر ہے اور نیکی پر ہے۔

اسلام اور رسولؐ اسلام کے تحفظ کے لیے امیر المومنینؑ نے جو کچھ کیا اس سے دنیا کی تاریخیں بھری ہوئی ہیں۔ آپؑ نے قدم قدم پر اسلام اور رسولؐ اسلام کا دفاع کیا تھا۔ یوم الدار ہو یا یوم الانذار ہو، شبِ ہجرت ہو یا بدر و اُحد، احزاب و خیبر کا میدان ہو، آپؑ نے ہر جگہ اپنی بے مثال جرأت سے اسلام کا تحفظ کیا۔ سورۂ برأت کی تبلیغ کا مشکل مرحلہ ہو یا مباہلہ کا دن ہو، ہر جگہ آپؑ نے اپنی عظمت کے پرچم لہرائے۔ غدیرِ خم کا اعلان آپؑ کی خدمات کا صلہ ہے۔

الغرض حضرت علیؑ نے ہر مقام پر قربانی اور ایثار کی لازوال داستانیں رقم کی تھیں۔ اگر آپؑ کی نصرت شامل نہ ہوتی تو نبوت و رسالت کے آثار مٹ جاتے اور آج دنیا میں کہیں بھی اسلام کا نام و نشان باقی نہ رہتا۔

حضرت عباسؑ اپنے والد کے نقشِ قدم پر

حضرت علی علیہ السلام اپنے عظیم والد حضرت ابوطالبؑ کے نقشِ قدم پر چلے

www.ziaraat.com
Soheil-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

تھے اور حضرت عباسؑ اپنے عظیم والد علی علیہ السلام کے نقش قدم پر چلتے رہے تھے۔ آپؑ نے اپنے والد کی سیرت کی پیروی کی تھی اور جس طرح سے حضرت علیؑ نے رسولؐ خدا کی مدد کی تھی اسی طرح سے حضرت ابوالفضلؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی مدد کی۔ آخر ایسا کیوں نہ ہو آپؑ امیرالمومنینؑ کے فرزند تھے اور آپؑ کی والدہ ماجدہ عرب کے مشہور بہادر قبیلہ کی بیٹی تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت علیؑ نے اپنے بھائی عقیلؑ سے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ عرب کے کسی بہادر خاندان میں میرا رشتہ کرا دو۔ میری خواہش ہے کہ بہادر خاندان کی بیٹی کے بطن سے خدا مجھے غیور اور دلیر فرزند عطا کرے جو میرے حسینؑ کا زور کمر اور قوت بازو بن سکے۔

حضرت عقیلؑ نے فاطمہ بنت حزام وحید یہ کلابیہ سے رشتہ کا مشورہ دیا تھا۔ حضرت عباسؑ کی والدہ کی کنیت ام البنینؑ تھی۔ امیرالمومنینؑ نے اس بی بی سے شادی کی۔ خدا نے بی بی کو چار بیٹوں کی ماں بنایا۔ سب سے بڑا بیٹا عباس بن امیرالمومنینؑ تھا۔

امیرالمومنینؑ نے اپنے فرزند کا نام "عباسؑ" رکھا اور عربی زبان میں عباس اس شیر کو کہا جاتا ہے جسے دیکھ کر دوسرے شیر بھاگ کھڑے ہوں۔

امیرالمومنینؑ نے اپنے بیٹے کا یہ نام اس لیے رکھا کہ انھیں ہر وقت اپنے نام کا احساس رہے اور وہ اسم با مسمّٰی ہوں اور ہر مقام پر اپنے بھائی امام حسینؑ کی نصرت پر کمربستہ رہیں بالخصوص کربلا میں امام حسینؑ کے وفادار رہیں۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امیرالمومنینؑ کو اپنے بیٹے امام حسینؑ کی ہمیشہ فکر رہتی تھی اور ام البنین سے شادی بھی آپؑ نے اسی مقصد کے لیے کی تھی۔ حضرت علیؑ کی نظر میں عباسؑ کی پیدائش کا مقصد ہی امام حسینؑ کی محافظت تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

چنانچہ امیرالمومنینؑ نے اپنے اس فرزند کو خصوصی طور پر آداب حرب و ضرب کی تعلیم دی تھی تا کہ وہ وقت آنے پر امام حسینؑ کے مددگار ثابت ہوں۔

امیرالمومنینؑ نے اپنے اس فرزند کی تربیت کچھ اس انداز سے کی کہ وہ حضرت امام حسینؑ کے قوت بازو اور زور کمر ثابت ہوسکیں اور دنیاوی لالچ میں آ کر بھائی کی مدد سے دست کش نہ ہوں۔

حضرت ابوالفضلؑ کائنات کے عظیم استاد کے عظیم القدر شاگرد تھے۔ حضرت علیؑ چاہتے تھے کہ جس طرح سے میں نے پوری زندگی رسولؐ خدا سے وفا کی تھی میرا یہ بیٹا بھی میرے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے پوری زندگی حسینؑ کا وفادار رہے۔

وفا کا معلم بے مثال تھا اور اس کا شاگرد بے نظیر تھا۔ باپ کی تعلیمات کا اثر تھا کہ حضرت عباسؑ نے بچپن سے لے کر بتیس برس تک کی عمر تک امام حسینؑ سے ایسی وفا کی کہ آج جب بھی لفظ وفا لبوں پر آتا ہے تو سب سے پہلے حضرت عباسؑ کا تصور ذہنوں میں آتا ہے۔ جس طرح سے حضرت علیؑ نبوت کے زور بازو اور زور کمر تھے، اسی طرح حضرت عباسؑ امامت کے زور بازو اور زور کمر تھے۔

زُہیرؓ حضرت عباسؑ کو جوش دلاتے ہیں

شمر لعین کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا جس سے حضرت عباسؑ کی والدہ کا تعلق تھا۔ وہ لعین سمجھتا تھا کہ حضرت عباسؑ لالچ میں آ کر اپنے امامؑ کو چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ جب وہ بدبخت کوفہ سے روانہ ہوا تو اس نے ابن زیاد سے حضرت عباسؑ اور اس کے بھائیوں کے لیے امان نامہ لکھوایا۔

اس بدبخت کا خیال تھا کہ عباسؑ دنیا کے مناصب کے لالچ میں آ کر نور پر تاریکی کو اور حق پر باطل کو اور ہدایت پر گمراہی کو ترجیح دیں گے۔ لیکن اس کے تمام خواب اس وقت چکنا چور ہوئے جب اس نے حضرت عباسؑ کو امان کا لالچ دیا۔

Presented by www.ziaraat.com

اس کے جواب میں حضرت عباسؑ نے ایمان راسخ کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا:
تجھ پر اور تیری امان پر اللہ کی لعنت ہو۔ تو ہمیں امان دیتا ہے فرزندِ رسولؐ کے لیے کوئی امان نہیں۔ تو ہمیں ان سے جدا کرنے کا خواہش مند ہے جو ہمارا مقصد تخلیق ہیں۔ تو ہمیں ملعونوں اور ملعونوں کی اولاد کی اطاعت میں لانے کا خواہش مند ہے ایسا کبھی نہیں ہوگا۔

اس کے بعد حضرت عباسؑ نے شمر سے فرمایا: میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ یزید کی اطاعت کو چھوڑ کر حسینیؑ لشکر میں آ جا۔ اس کا بدلہ تجھے رسولِ خداؐ دیں گے۔ حضرت عباسؑ کے اس جواب سے شمر لعین بجھ کر رہ گیا اور اس کی تمام اُمیدوں پر پانی پھر گیا۔

شمر ذلیل و رُسوا ہو کر اپنے لشکر کی طرف چلا گیا اور حضرت عباسؑ اور ان کے بھائی سرخرو اور سربلند ہو کر لشکرِ حسینیؑ میں واپس آئے اور انھوں نے امام حسینؑ کو ساری گفتگو سے آگاہ کیا۔

جب یہ باتیں ہو رہی تھیں تو حضرت زہیرؓ بن القین بھی یہ باتیں سن رہے تھے۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر حضرت عباسؑ کے پاس آئے اور انھوں نے شمر کی پیش کش ٹھکرانے پر حضرت عباسؑ کو خراجِ تحسین پیش کیا، بعدازاں انھوں نے کہا: اگر آپؑ اجازت دیں تو آپ کو ایک بات بتاؤں؟

حضرت عباسؑ نے فرمایا: ہاں اجازت ہے۔

حضرت زہیرؓ نے کہا: آپ کے والد نے اپنے بھائی عقیلؑ سے کہا تھا کہ وہ ان کے لیے عرب کے بہادر خاندان کی بیٹی کا رشتہ تلاش کریں تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے بطن سے مجھے دلیر اور بہادر بیٹا عطا کرے جو میرے حسینؑ کا مددگار ہو۔

عقیلؑ نے تمھاری والدہ کا انتخاب کیا تھا۔ آپؑ کے والد نے آپؑ کی

Presented by www.ziaraat.com

والدہ سے نکاح بھی اسی لیے کیا تھا کہ اس کے بطن سے پیدا ہونے والا بیٹا ان کی شجاعت کا وارث بنے اور امام حسینؑ کا مددگار بنے۔

چنانچہ آپؑ کی ولادت سے آپؑ کے والد کی حسرت پوری ہوئی۔ آپؑ کے والد نے آج کے دن کے لیے آپؑ کی تربیت کی تھی، لہٰذا اپنے بھائی اور اپنے امامؑ کی نصرت سے ایک قدم پیچھے نہ ہٹنا۔

شہزادی زینبؑ کبریٰ کی حضرت عباسؑ سے گفتگو

جس طرح سے حضرت زہیرؓ نے حضرت عباسؑ کو ان کے مقصد تخلیق کی یاد دہانی کرائی تھی۔ روایات بیان کرتی ہیں کہ شہزادی زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا نے بھی روز عاشور ان کی وفاداری کا شکریہ ادا کیا تھا اور اپنے والد کی ام البنینؑ سے شادی کی داستان بھی سنائی تھی اور فرمایا تھا کہ میرے والد نے عرب کے بہادر خاندان میں اس لیے رشتہ کیا تھا کہ ان کی خواہش تھی کہ اس بہادر خاتون کے بطن سے خدا انھیں ایسا بیٹا عطا کرے جو امام حسینؑ کا مددگار اور ان کا زور کمر ہو اور اس شادی کا ثمر آپ ہیں۔

پھر شہزادی نے فرمایا: بھیا ابوالفضلؑ! یہ خیام آپؑ کے خیام ہیں اور یہ مستورات آپؑ کی بہنیں ہیں۔ خدارا ہماری مدد میں کوئی کوتاہی نہ کرنا۔

حضرت عباسؑ کا جواب

روایات میں مذکور ہے کہ جب حضرت زہیرؓ نے آپ کو غیرت دلائی تو اس وقت آپؑ گھوڑے پر سوار تھے۔ آپؑ نے رکابوں پر زور دیا تو رکابیں ٹوٹ گئیں اور پُرجوش لہجے میں زُہیرؓ سے فرمایا: زہیر! اس دن مجھے غیرت دلاتے ہو۔ میں آج تجھے وہ کچھ دکھاؤں گا جو تو نے پہلے کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔

Presented by www.ziaraat.com

آپؑ کے فرمان کا مقصد یہ تھا کہ آج اگر میرے مولا و آقا نے مجھے اجازت دے دی تو میں حیدر کرار کی شجاعت کا ایسا مظاہرہ کروں گا جس کی دنیا میں کہیں مثال موجود نہ ہوگی۔

الغرض آپؑ نے اپنی پریشان حال بہن کو تسلی دی۔ آپؑ نے شجاعت و وفا کی وہ تاریخ رقم کی جس کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ہے۔ جب تک آپ زندہ رہے اہل حرم مطمئن رہے اور یزیدی فوج پر آپ کی وجہ سے کپکپی طاری رہی۔ آپؑ کو اگرچہ مکمل جنگ کی اجازت نہیں ملی تھی۔ سلطان کائنات نے آپ کو صرف پانی لانے کی اجازت دی تھی۔ اس محدود اجازت کے باوجود آپ نے دشمنوں کی فوج سے نہر فرات کا کنارہ خالی کر دیا۔ بعض روایات کے مطابق دریا پر دس ہزار پہرہ دار موجود تھے لیکن حیدر کرار کے فرزند نے تن تنہا دس ہزار افراد کو شکست دی اور گھاٹ پر قبضہ کیا۔

معالی السبطین کے مؤلف نے کیا خوب کہا ہے کہ اگر لوح محفوظ میں روز عاشورہ حضرت عباسؑ کی شہادت لکھی ہوئی نہ ہوتی تو حضرت عباسؑ اپنی شرربار تلوار سے پورے اموی اور یزیدی لشکر کو موت کے گھاٹ اُتار دیتے۔

جوانانِ بنی ہاشم سے حضرت عباسؑ کا خطاب

معالی السبطین میں کچھ کتابوں کے حوالے سے شہزادی زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کی زبانی ایک خوبصورت واقعہ مرقوم ہے:

بی بیؑ فرماتی ہیں: عاشورا کی شب میں اپنے خیمہ سے نکلی، میں اپنے بھائی کو دیکھنا چاہتی تھی۔ اس رات امام حسینؑ کے لیے ایک علیحدہ خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ جب میں نے اس خیمہ میں جھانکا تو میں نے دیکھا کہ اس خیمہ میں میرے بھائی تن تنہا بیٹھے تلاوتِ قرآن کر رہے تھے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ میرے

Presented by www.ziaraat.com

خاندان کے مرد کہاں گئے۔ ان پُرآشوب حالات میں سلطانِ دین اکیلے بیٹھے ہوئے ہیں۔کوئی بھی ان کے ساتھ موجود نہیں ہے۔ میرا خیال تھا کہ جوانانِ بنی ہاشم کو تنبیہ کروں کہ وہ سلطانِ دین سے غافل نہ رہیں۔

اس کے بعد میں اپنے بھائی ابوالفضلؑ کے خیمہ کے قریب آئی۔ خیمہ سے کچھ فاصلہ پر میں رُک گئی اور میں نے خیمہ میں عجیب منظر دیکھا کہ میرے تمام بھائی بھتیجے اور جملہ رشتہ دار اس خیمہ میں جمع تھے اور میرے بھائی ابوالفضلؑ العباس ان کے درمیان یوں بیٹھے تھے جیسے شیر اپنے شکار پر بیٹھتا ہے۔

میرے بھائی عباسؑ نے جوانانِ بنی ہاشم سے خطاب کیا اور ایسا پُرعزم خطاب میں نے اپنے بھائی امام حسینؑ کے علاوہ اور کسی سے نہیں سنا تھا۔ میرے بھائی ابوالفضلؑ نے اپنے خطاب کے آخر میں فرمایا:

میرے جملہ بھائیو، بھتیجو اور میرے چچازاد بھائیو! کل روز عاشورا آپ لوگ کیا کریں گے؟

اس کے جواب میں سب نے کہا: ہم آپ کے اشارہ کے منتظر ہوں گے اور ہم آپ کی قیادت میں ہوں گے۔ معاملات کو آپ نے ہی طے کرنا ہے۔ ہمیں آپ جو بھی حکم دیں گے ہم اس پر حرف بحرف عمل کریں گے۔

حضرت عباسؑ نے تمام جوانوں کا شکریہ ادا کیا اور پھر فرمایا: خیال رکھنا ہم اہلِ بیتؑ ہیں اور یہ ہمارے اصحاب ہیں۔ یہ لوگ مسافر ہیں۔ گھر والوں پر بھاری ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ کل جب صبح ہو تو سب سے پہلے دشمنوں کے مقابلہ پر ہمیں جانا چاہیے تا کہ کل کلاں لوگ یہ نہ کہیں کہ اہلِ بیتؑ خود پیچھے ہٹ گئے تھے اور اصحاب کو آگے کر دیا تھا۔

جب ابوالفضلؑ نے یہ جملے کہے تو بنی ہاشم کے جوانوں نے جوش میں آ کر

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

اپنی تلواروں کو نیاموں سے نکالا اور عباسؑ کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ یہ رائے بہترین رائے ہے۔ ہم سب آپؑ کے فرمان پر عمل کریں گے۔ حضرت عباسؑ نے تمام جوانوں کا شکریہ ادا کیا۔

حضرت حبیب بن مظاہرؓ کا خطاب

کربلا کی شیر دل خاتون شہزادی زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کا بیان ہے: جب میں نے بنی ہاشم کے جوانوں کے اس اجتماع اور ان کے استقلال کو دیکھا تو میرے دل کو تسکین حاصل ہوئی۔ میں نے چاہا کہ اپنے بھائی کے خیمہ میں جاؤں اور انھیں اپنے جوانوں کے جذبات سے آگاہ کروں لیکن جب میں اصحاب کے خیمہ کے پاس سے گزر رہی تھی تو ایک خیمہ سے مجھے حبیب بن مظاہرؓ کی پُررعب آواز سنائی دی۔ میں ان کی باتیں سننے کے لیے رُک گئی۔ میں نے اس خیمہ میں وہی منظر دیکھا جو میں نے ہاشمی جوانوں کے خیمہ میں دیکھا تھا۔ تمام اصحاب جمع تھے ا۔ کے درمیان حبیب بن مظاہر بیٹھے ہوئے تھے اور وہ اصحاب سے کہہ رہے تھے:

پیارے ساتھیو! آپ لوگ یہاں کیوں آئے ہو؟ بولو اور اپنے آنے کا مقصد بیان کرو۔

تمام اصحاب نے بیک زبان ہوکر یہ کہا کہ ہم یہاں فرزندِ رسولؐ غریب فاطمہؑ کی مدد کرنے کے لیے آئے ہیں۔

حبیب بن مظاہرؓ نے کہا: اچھا یہ بتاؤ کہ تم اپنی بیویوں سے جدا ہوکر کیوں آئے ہو اور تم نے اپنی بیویوں کو طلاق کیوں دی ہے؟

اصحاب نے کہا: ہم یوسفِ زہراؑ کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔

حبیبؓ نے کہا: کل صبح عاشورا ہوگی تو تم کیا کروگے؟

سب نے کہا: ہم آپ کی رائے کے پابند ہیں۔ آپ ہمیں جو بھی حکم دیں

Presented by www.ziaraat.com

گے ہم اس پر عمل کریں گے۔

حبیب بن مظاہرؓ نے کہا کہ کل جب جنگ شروع ہو تو سب سے پہلے ہم اپنی جانوں کو اپنے امامؑ پر قربان کریں گے۔ ہم کسی ہاشمی کو اپنے سے پہلے جنگ کے میدان میں قدم نہیں رکھنے دیں گے کیونکہ ہماری غیرت یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ ہم بھی زندہ ہوں اور کوئی ہاشمی خون میں غلطاں ہو۔

خیال رکھنا کل کلاں لوگ یہ نہ کہیں کہ ان لوگوں نے اپنے سرداروں کو جنگ میں آگے کیا تھا اور خود اپنی جانوں کو بچا لیا تھا۔ یہ سنا تو تمام اصحاب جوشِ ایمانی سے معمور ہو کر اٹھے اور سب نے اپنی تلواروں کو نیام سے نکالا اور پُر جوش انداز سے کہا: حبیبؓ! ہم آپ کی رائے کا احترام کرتے ہیں۔

حبیب بن مظاہرؓ نے تمام اصحاب کا شکریہ ادا کیا۔

شہزادی فرماتی ہیں: اپنے اصحاب کا جوشِ ایمان دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی لیکن مستقبل کے حالات کو دیکھ کر مجھے رونا آ گیا۔ میں وہاں سے روتی ہوئی ہٹی۔ راستے میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ میں نے رونا موقوف کیا اور بھائی کو دیکھ کر مسکرائی۔

میرے بھائی نے فرمایا: زینبؑ بہن! ہم نے جب سے مدینہ چھوڑا ہے اس وقت سے لے کر آج تک میں نے آپ کو مسکراتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ آپ کے اس وقت کے تبسم کی کیا وجہ ہے؟

میں نے بھائی سے عرض کیا: میں نے اپنے جوانوں کا جذبہ دیکھا ہے پھر میں نے اپنے اصحاب کے ایمانی جذبات کا مشاہدہ کیا ہے اس سے مجھے خوشی ہوئی ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: پیاری بہن! یہ لوگ "عالمِ ذر" سے میرے اصحاب اور مددگار ہیں۔ میرے نانا جانؐ نے مجھ سے ان کا وعدہ کیا تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

تینتسواں خصیصہ

حضرت عباسؑ سالارِ لشکر ہیں

حضرت عباسؑ کے بزرگ اپنے اپنے دور میں لوگوں کی قیادت کے حوالے سے مشہور تھے۔ ''قصیؒ'' نے مکارمِ اخلاق تقسیم کر کے لوگوں کی قیادت کی تھی۔ عبدِ مناف سالارِ لشکر تھے۔ ان کی وفات کے بعد یہ منصب ان کے فرزند ہاشم کو ملا۔ ہاشم کے بعد عبدالمطلب سالارِ لشکر بنے۔ عبدالمطلبؑ کے بعد لشکر کی سالاری حضرت ابوطالبؑ کے حصّہ میں آئی۔

الخصال میں مرقوم ہے: رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے خطاب کر کے فرمایا: یاعلیؑ! میں نے اپنے رب سے تیرے لیے پانچ چیزوں کی دعا کی ہے۔ میں نے دعا کی ہے کہ اللہ آپ کو میری اُمت کے اہلِ جنت کا قائد بنائے۔

نوادر راوندی میں رسولؐ خدا سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اہلِ جنت کے قائد ہوں گے۔

کتاب الاختصاص میں امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: میں اہلِ ایمان کا جنت کے لیے قائد ہوں۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے اپنے خطبہ میں قرآن کریم کی توصیف کرتے ہوئے فرمایا: ''قرآن کی اتباع خدا کی رضا کی قیادت کرتی ہے''۔

کتاب ''فقہ الزہرا'' میں اس جملہ کی تشریح میں لکھا ہوا ہے: ''قائد وہ ہونا چاہیے جو اپنے پیروں کو سعادت اور رضائے الٰہی کی طرف لے جائے''۔

حضرت عباسؑ علم دار اپنے بزرگوں کی طرف سے قائد تھے۔ آپ حسینیؑ

Presented by www.ziaraat.com

لشکر کے قائد تھے۔ آپؑ نے اپنی خداداد بصیرت و معرفت سے تمام لشکر کی قیادت کی تھی۔ آپ نے اپنے لشکر کی ایسی قیادت کی کہ انھیں جنت الفردوس کی منزل تک پہنچایا اور انھیں دنیا و دین کی سعادت سے ہم کنار کیا۔

حضرت عباسؑ، قائدِ قافلہ اور قائدِ لشکر

روزِ عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام نے نمازِ فجر پڑھائی اور اپنے اصحاب کی صف بندی کی۔ آپؑ نے حضرت عباسؑ کو اپنے لشکر کا علم دار مقرر کیا۔ اس سے قبل جب آپؑ مدینہ سے روانہ ہوئے تو قافلہ کا پرچم بھی آپؑ نے حضرت عباسؑ کے حوالے کیا تھا۔ چنانچہ اٹھائیس رجب سے لے کر صبح عاشور تک آپؑ قافلہ کے علم دار اور قائد تھے اور صبح عاشور کی نمازِ فجر کے بعد آپؑ لشکرِ حسینیؑ کے سالار اور علم دار قرار پائے۔

نمازِ فجر تمام ہوئی، عمر بن سعد جو کہ دنیا کے لالچ میں اپنی آخرت کو فروخت کر چکا تھا اور اس نے حضرت امام حسینؑ کی نصیحت کو قبول نہیں کیا تھا، اس نے جنگ کی ابتدا کی اور پہلا تیر حسینیؑ لشکر کی طرف پھینک کر آغازِ جنگ کا اعلان کیا اور کہا کہ لوگو! گواہ رہنا میں تیر پھینک کر جنگ کی ابتدا کر رہا ہوں۔

اس کے بعد لشکرِ کوفہ نے حسینیؑ لشکر پر تیروں کی برسات کر دی اور اس برسات میں کم و بیش پچاس حسینیؑ سرفروش شہید ہوئے۔ جب تیروں کی بارش تھی تو حضرت عباسؑ کی قیادت کے جوہر سامنے آئے اور آپ نے مثالی سالار کا کردار سرانجام دیا۔

حضرت عباسؑ نے سالاری کا فن اپنے عظیم القدر والد ماجد سے سیکھا تھا۔ آپؑ کے والد ماجد نے آپؑ کو حرب و ضرب کے آداب کی تعلیم دی تھی۔ عظیم والد کی تربیت کا اثر تھا کہ آپؑ نے اپنے لشکر کو دشمنوں کے سامنے یوں کھڑا کیا جیسے

Presented by www.ziaraat.com

بہادر شیر کے سامنے مکار لومڑیوں کا جتھا ہو۔

لشکرِ کوفہ اور لشکرِ حسینیؑ میں ایک اور ایک ہزار کا تناسب تھا لیکن حضرت عباسؑ کی حُسنِ قیادت کی وجہ سے یہ جنگ بڑی دیر تک جاری رہی تھی۔ اگر ابوالفضلؑ جیسا سالار نہ ہوتا تو یزیدی لشکر آدھے گھنٹا میں ہی پورے لشکر کو تباہ کر دیتا۔

عاشورا کے دن حضرت عباسؑ اپنی شہادت تک مسلسل متحرک رہے تھے۔ آپ کو ایک لحظہ بھی سکون نہیں ملا تھا۔ کسی وقت آپؑ اپنے فوجیوں کو دشمنوں کے نرغے سے چھڑاتے اور کسی وقت خیام سے دشمنوں کو ہٹاتے، کسی وقت اپنے لشکرگاہ کی نگرانی کرتے۔ الغرض آپؑ نے اپنے اقدامات سے دشمنوں کا سکون چھین لیا تھا۔

حُسنِ قیادت کے چند اثرات

حضرت عباسؑ جیسا سالار آج تک چشمِ فلک نے نہیں دیکھا۔ آپؑ نے چند پیاسوں کو لاکھوں کی فوج سے عصر تک لڑایا تھا۔ پھر جب آپؑ نے اپنے انصار کی قلت کا مشاہدہ کیا تو آپؑ نے اپنے بیٹوں اور بھائیوں کو میدانِ جنگ میں روانہ کیا۔

جب آپؑ کے سارے فوجی شہید ہوگئے تو آپؑ مظلومِ کربلا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خود جنگ کرنے کی اجازت طلب کی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے آپؑ کو جنگ کی اجازت نہ دی اور فرمایا:

بھیا عباسؑ! آپ میرے علم دار ہیں، آپ میری فوج کے سالار ہیں اور میرے لشکر کی علامت ہیں۔

امام مظلومؑ کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عباسؑ لشکرِ حسینی کے سالار اور نشانِ عظمت تھے۔ حضرت امام حسینؑ جانتے تھے کہ جب تک علم بلند رہے گا دشمن کے حوصلے پست رہیں گے اور رسولؐ خدا کی بہو بیٹیوں کو تسکین حاصل رہے

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

گی نیز جب کسی فوج کا سالار ہی مارا جائے تو دشمنوں کے حوصلے بڑھ جاتے ہیں۔

روایات بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت عباسؑ دونوں بازو کٹوا کر گرے اور حضرت امام حسین علیہ السلام ان کے سرہانے پہنچے۔ آپؑ چاہتے تھے کہ عباسؑ کو اس خیمہ میں لے جائیں جہاں دوسرے شہیدوں کے لاشے رکھے ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت عباسؑ میں رمق حیات باقی تھی۔ انھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو ان کے نانا کا واسطہ دے کر کہا کہ آپؑ میری لاش خیمۂ شہدا میں نہ لے جائیں کیونکہ میں آپؑ کے لشکر کا سالار اور آپؑ کی فوج کا علم دار اور آپؑ کی فوج کی علامت ہوں، لہٰذا مجھے یہاں ہی رہنے دیں۔

حضرت امام حسینؑ نے اپنے پیارے بھائی کو وہاں چھوڑا اور فرمایا: خدا تمھیں جزائے خیر دے۔ آپؑ نے زندگی اور موت میں اپنے بھائی کی مدد کی ہے۔

حضرت عباسؑ جیسا جرنیل آج تک دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔ آپؑ کے پاس چند افراد تھے اور وہ بھی تین دن کے بھوکے پیاسے تھے اور آپؑ کے لشکر میں بوڑھے بھی تھے، پختہ عمر بھی تھے، جوان بھی تھے، لڑکے بھی تھے۔ حد یہ ہے کہ آپؑ کی فوج میں چھ ماہ کا ننھا مجاہد تک موجود تھا، جب کہ مقابلہ پر لاکھوں کی باقاعدہ تربیت یافتہ فوج تھی مگر حضرت عباسؑ نے کچھ اس طرح سے جنگ کی منصوبہ بندی کی کہ دشمن کی فوج حسینی فوج سے لرزہ براندام تھی۔ آپؑ جب تک زندہ رہے آپؑ کا پرچم بلند رہا، آپؑ نے کسی بھی مرحلہ پر اپنے پرچم کو سرنگوں نہیں ہونے دیا اور جب تک آپؑ کے پرچم کا پھریرا ہلتا رہا، زہرا زادیوں کو سکون رہا اور جب آپؑ شہید ہوئے اور علم نیچے گرا تو دشمنوں کے حوصلے بڑھ گئے۔

حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا نے اپنے بھائی ابوالفضلؑ کے مرثیہ میں کیا ہی خوب کہا تھا:

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

اليوم نامت اعين بك لم تنم وسهرت اخرىٰ وعزمنامها

''عباسؑ بھیا! تمہارے ڈر سے جو آنکھیں پہلے نہیں سوتی تھیں
آج وہ سوئیں گی (یعنی دشمن آرام سے سوئیں گے) اور
تمہاری شہادت کی وجہ سے ہماری آنکھوں سے نیند غائب
ہوگئی ہے اور ہمارا سونا محال ہو چکا ہے''۔

حضرت عباسؑ کا علم داری کے عہدہ پر فائز ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام آپؑ کو فوج کا جرنیل سمجھتے تھے اور یہ چیز حضرت عباسؑ کے لیے عظیم اعزاز ہے۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

چونتیسواں خصیصہ

ابوالفضلؑ پناہ گاہ اور سہارا ہیں

حضرت عباسؑ دکھی دلوں کا سہارا اور پریشان لوگوں کے لیے پناہ گاہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ روزِ عاشورا تمام حسینی لشکر آپ کی پناہ میں تھا۔ حد یہ ہے ظاہری طور پر امام حسین علیہ السلام بھی آپؑ کی پناہ میں تھے۔

آپؑ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے آپؑ کا مرثیہ پڑھا تھا اور اس مرثیہ میں آپؑ نے حضرت ابوالفضلؑ کو اپنے لیے رکن وثیق مضبوط سہارے کا لقب دیا تھا۔ حضرتؑ کا مرثیہ حسب ذیل ہے:

اخی یانور عینی یاشقیقی — فلی قد کنت کالرکن الوثیق
ایا ابن ابی نصحت أخاک حتٰی — سقاک اللّٰہ کاسا من رحیق
ایا قمراً منیراً کنت عونی — علٰی کل النوائب فی المضیق
فبعدک لا تطیب لنا حیاۃ — سنجمع فی الغداۃ علی الحقیق
ألا للّٰہ شکوائی وصبری — وما ألقاہ من ظمأ وضیق

”اے میرے نورِ چشم بھائی! آپ میرے لیے مضبوط سہارا تھے۔ اے میرے بھائی! آپ نے جامِ کوثر پینے تک اپنے بھائی کی وفاداری کی۔ اے روشن چاند! آپ تمام مصائب میں میرے مددگار تھے۔ آپ کے بعد زندگی میں کوئی مزہ باقی نہیں رہا۔ کل قیامت کے دن ہم جمع ہوں گے۔ میں اپنی پیاس اور تنگی پر صبر کرتا ہوں اور خدا سے شکایت کرتا ہوں“۔

Presented by www.ziaraat.com

پیاسا سقا

کتاب جلاء العیون میں سید عبداللہ شبر نے حسب ذیل اشعار کو حضرت امام حسین علیہ السلام سے منسوب کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے بھائی کی لاش پر یہ شعر پڑھے:

احق الناس ان یبکی علیه   فتیً أبکی الحسین بکربلاء

أخوه وابن والده علی   أبوالفضل المضرج بالدماء

ومن واساه لایثنیه شیئ   وجاد له علی عطش بماء

''تمام انسانوں میں سے گریہ کیے جانے کے لائق وہ انسان ہے جس نے کربلا میں حسینؑ کو رُلایا ہے۔ وہ حسینؑ کا بھائی اور اس کے والد کا فرزند ابوالفضلؑ ہے جو خون میں غلطان ہے۔ جس نے ہمیشہ حسینؑ کی غم خواری اور ہم دردی کی ہے اور دنیا کی کوئی چیز اسے ہم دردی سے باز نہ رکھ سکی اور وہ ایسا شخص ہے جس نے خود پیاسا ہو کر اہلِ خیام کو پانی پلانے کی کوشش کی تھی''۔

www.ziaraat.com Sebeel-e-Sakina

ابوالفضلؑ اور پناہ گاہ کا تمغہ

معالی السبطین میں منتخب التواریخ کے حوالے سے مرقوم ہے کہ شیخ ازری آلِ محمدؐ کے مشہور مرثیہ نگار گزرے ہیں۔ انھوں نے حضرت ابوالفضلؑ کی شان میں اپنا مشہور قصیدہ ''ہائیہ'' لکھا اور اس میں یہ بیت بھی لکھی:

یوم ابوالفضل استجار به الهدی

''یعنی روزِ عاشورا حضرت امام حسینؑ نے ابوالفضلؑ سے پناہ حاصل کی تھی''۔

Presented by www.ziaraat.com

جب شیخ یہ مصرعہ لکھ چکے تو سوچا کہ شاید اس مصرعہ میں مجھ سے مبالغہ آرائی ہوئی ہے اور یہ مصرعہ امام عالی مقام کے حق میں نامناسب ہے اور عین ممکن ہے کہ مظلوم کربلا اس مصرعہ کی وجہ سے میری نظم کو شرف قبولیت نہ بخشیں۔ یہ سوچ کر انھوں نے نظم کو نامکمل چھوڑ دیا۔

رات ہوئی تو عالمِ خواب میں انھیں حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؑ نے شیخ اُزری سے فرمایا: تم نے بہت عمدہ نظم لکھی ہے۔ تم نے "یوم ابوالفضل استجار به الهدیٰ" کا مصرعہ لکھ کر کوئی غلطی نہیں کی۔ میں نے روزِ عاشورا اپنے بھائی کی پناہ حاصل کی تھی۔ تمھیں چاہیے کہ اپنے بیت کو مکمل کرو۔ اس بیت کا دوسرا مصرعہ میں دیتا ہوں:

والشمس من كدر العجاج لثامها

مقصد بیت یہ ہے کہ امام الہدیٰ مظلومِ کربلاؑ نے ابوالفضل العباسؑ کی اس دن پناہ حاصل کی تھی جب گھوڑوں کی ٹاپوں سے اتنا گردوغبار اڑا تھا کہ اس نے سورج کو ڈھانپ دیا تھا۔

اگر ہم الفاظ بدل دیں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ امام مظلومؑ نے روزِ عاشورا اپنے بھائی کی پناہ اس غرض سے حاصل کی تھی کہ انھیں "مجیر و مستجار" پناہ دہندہ اور پناہ گاہ کا تمغہ حاصل ہو سکے۔

رسولؐ خدا اور پناہ کا حصول

اسلام کی تاریخ بتاتی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطالبؑ کی وفات کے بعد مکہ کی ایک شخصیت مطعم بن عدی سے پناہ طلب کی تھی۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ رسولؐ خدا اپنے مددگار چچا کی وفات کے بعد پریشان رہتے تھے۔ اہلِ مکہ آپؐ کی مخالفت پر کمربستہ تھے اور پورے مکہ میں آپؐ کا محافظ

Presented by www.ziaraat.com

کوئی نہیں تھا۔

آپؐ نے سوچا کہ مجھے طائف جانا چاہیے اور وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینی چاہیے ممکن ہے وہاں اسلام کو پذیرائی حاصل ہو جائے۔

آپؐ نے یہ سوچ کر طائف کا سفر کیا۔ آپؐ کے ساتھ اس سفر میں زید بن حارثہ تھے۔ آپؐ طائف آئے وہاں ایک محفل میں آپؐ نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی لیکن کسی نے بھی اسلام قبول نہ کیا اور آں حضرتؐ کو اذیتیں دیں۔ آپؐ نے طائف میں دس دن قیام کیا اور فرداً فرداً وہاں کے ہر بااثر شخص سے ملے اور اسے دین خداوندی کی دعوت دی لیکن ہر ایک نے آپؐ کی دعوت کو مسترد کر دیا اور مزید ستم یہ ڈھایا کہ شہر کے لڑکوں سے کہا کہ انھیں پتھر مارو۔

شہر طائف کے اوباشوں نے آپ کو پتھر مارے۔ جس سے آپ کا سرِ اطہر پھٹ گیا اور خون جاری ہوا۔ خون اتنی مقدار میں بہا کہ آپؐ کی نعلین خون سے بھر گئی۔ طائف سے مایوس ہو کر آپؐ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں کچھ دن تک آپؐ نے مقامِ نخلہ میں قیام کیا۔

زید بن حارثہ نے کہا: یا رسولؐ اللہ! مکہ والوں نے تو آپ کو شہر بدر کر دیا ہے اب آپ مکہ کیسے جائیں گے؟

رسولؐ خدا نے فرمایا: پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ ہماری مدد کرے گا اور اپنے نبی کے لیے کشائش کا دروازہ کھول دے گا۔

پھر آپؐ وہاں سے چلے اور حدودِ مکہ سے باہر آ کر رک گئے۔ آپؐ نے بنی خزاعہ کے ایک شخص کو پیغام دیا کہ ہماری طرف سے مطعم بن عدی کو جا کر یہ پیغام پہنچاؤ کہ وہ ہمیں پناہ دے اور ہم اس کی پناہ میں مکہ آنا چاہتے ہیں۔

مطعم بن عدی کو آں حضرتؐ کا پیغام ملا تو اس نے اپنے بیٹوں اور افرادِ قوم

Presented by www.ziaraat.com

کو بلا کر ان سے کہا: تم لوگ ہتھیار سجا لو اور بیت اللہ کے کناروں پر کھڑے ہو جاؤ۔ میں نے محمدؐ کو پناہ دی ہے۔

آں حضرتؐ کو مطعم بن عدی کی پناہ کی اطلاع ہوئی تو آپؐ زید بن حارثہ کو ساتھ لے کر مکہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کے حرم میں تشریف لائے۔

مطعم بن عدی اپنی سواری پر بیٹھا اور اس نے بلند آواز سے یہ اعلان کیا: لوگو! میں نے محمدؐ کو پناہ دی ہے کوئی بھی انھیں اذیت دینے کا خیال دل میں نہ لائے۔

الغرض، رسولِ خدا رکنِ کعبہ کے پاس آئے اور حجرِ اسود کا بوسہ لیا اور وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد آپ اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ اس اثناء میں مطعم اور اس کے بیٹے اور اس کی قوم کے افراد آں حضرتؐ کی حفاظت کے لیے حضرت محمدؐ کے اردگرد چل رہے تھے۔ آپؐ ان کی معیت میں اپنے گھر تشریف لائے اور اس کے بعد آپؐ نے دوبارہ اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔

اگر رسولِ اکرمؐ مطعم بن عدی سے پناہ حاصل کریں تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر روزِ عاشورا حضرت امام حسینؑ اپنے بھائی ابوالفضلؑ کی پناہ حاصل کریں تو اس میں تعجب کیوں ہے؟

حضرتِ ابوالفضلؑ ہر پناہ کے متلاشی کو پناہ دیتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوالفضلؑ کو اتنا بڑا درجہ دیا کہ وہ سلطانِ دین کے لیے پناہ گاہ بنے تھے اور امام عالی مقامؑ نے انھیں "مستجار" (پناہ گاہ) کا تمغہ عنایت کیا تھا۔

آپؑ کا وہ فیض شہادت کے وقت سے لے کر آج تک جاری و ساری ہے۔ آپؑ ہر دکھی شخص کے لیے پناہ گاہ ہیں۔ آپؑ ہر مصیبت زدہ اور تکلیف زدہ کے لیے پناہ گاہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ جس نے بھی کسی مصیبت میں آپؑ کو پکارا تو

Presented by www.ziaraat.com

آپؑ کی برکت سے اس کی مصیبت دُور ہوئی اور جس نے کسی مشکل وقت میں آپؑ سے استغاثہ کیا تو اس کی مشکلات آسان ہوئیں اور جس حاجت مند نے خدا کو آپؑ کا واسطہ دیا تو اس کی حاجات پوری ہوئیں۔

حضرت عباس علمدارؑ کے روضۂ مبارکہ کی تاریخ اس طرح کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ شعرا نے اس فیض عام پر قصیدے لکھے ہیں۔

سعید نامی ایک مومن بیمار ہوا، اسے دل کی تکلیف تھی۔ ڈاکٹروں نے اسے لاعلاج کر دیا تو وہ حضرت ابوالفضلؑ کے روضہ پر آیا اور اس نے حضرتؑ کا واسطہ دے کر خدا سے شفا طلب کی۔ خدا نے اسے صحت عطا فرمائی اور اس کی تمام بیماری دُور ہوگئی۔ اس واقعہ سے متاثر ہوکر صالح حلی نے ایک نظم لکھی تھی جس کے کچھ اشعار حسب ذیل ہیں:

بابی الفضل استجرنا فحبانا منه منحه
وطلبنا ان یداوی الم القلب وجرحه
فکسا الله سعیداً بعد سقم ثوب صحّه
بدل الرحمٰن منه قرحة القلب بفرحة

''ہم نے حضرت عباسؑ سے پناہ طلب کی، انھوں نے ہم پر کرم نوازی کی۔ ہم نے دل کی تکلیف اور اس کے زخموں کے دوا کی التجا کی تھی۔ بیماری کے بعد اللہ نے ''سعید'' کو عافیت کا لباس پہنایا۔ خدا نے دل کے زخموں کو خوشی میں تبدیل کردیا''۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

پینتیسواں خصیصہ

آپؐ بچانے والے محافظ ہیں

اہلِ ایمان کی مدد کرنا اور انھیں مصائب سے باہر نکالنا بہت بڑی عبادت ہے۔ اس کی فضیلت میں بہت سی روایات وارد ہیں۔ ان میں سے ہم چند روایات بطورِ نمونہ نقل کرتے ہیں:

(۱) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

من اغاث اخاہ المؤمن حتٰی یخرجہ من ھم وکربۃ وورطۃ کتب اللّٰہ لہ عشر حسنات ورفع لہ عشر درجات واعطاہ ثواب عتق عشر نسمات ودفع عنہ عشر نقمات واعد لہ یوم القیامۃ عشر شفاعات

''جو مومن اپنے مومن بھائی کی مدد کرے اور اسے پریشانی، تکلیف اور سرگردانی سے نجات عطا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے دس درجات بلند کرتا ہے اور اسے دس غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب عطا کرتا ہے اور اس سے دس مصیبتیں دُور کرتا ہے اور قیامت کے دن اسے دس افراد کی شفاعت کا حق عطا کرے گا''۔

(۲) آں حضرتؐ کا فرمان ہے:

عونک الضعیف من افضل الصدقۃ

''تیری طرف سے کمزور شخص کی مدد کرنا افضل ترین صدقہ میں

Presented by www.ziaraat.com

سے ہے"۔

③ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

مامن مؤمن یعین مؤمنا مظلوما الا کان افضل من صیام شهر واعتکافه فی المسجد الحرام وما من مؤمن ینصر اخاه وهو یقدر علی نصرته الّا نصره اللّٰه فی الدّنیا والاخرة

"جو بھی مومن کسی دوسرے مظلوم مومن کی مدد کرے تو اس کا یہ عمل ایک ماہ کے روزوں اور مسجد الحرام کے اعتکاف سے افضل ہے اور جو بھی مومن دوسرے مومن کی مدد کی قدرت رکھتا ہو اور مدد کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی مدد کرے گا"۔

④ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

نزعك القذاة عن وجه اخيك عشر حسنات تبسمك فی وجهه حسنة واوّل من یدخل الجنة اهل المعروف

"اپنے مومن بھائی کے چہرے سے تنکا ہٹانے پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور مومن کے سامنے تبسم کے ساتھ پیش آنا بھی نیکی ہے اور جنت میں سب سے پہلے بھلائی کرنے والے لوگ ہی جائیں گے"۔

⑤ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

من اغاث اخاه المؤمن اللهفان اللهثان عند جهده فنفس کربته او اعانه علی نجاح حاجته کانت له بذلك

Presented by www.ziaraat.com

اثنتان وسبعون رحمة لأفزاع يوم القيامة واهو اله

''جو مشکل کے وقت اپنے پریشان حال مومن بھائی کی مدد کرے اور اس سے اس کی پریشانی کو دُور کرے یا اس کی حاجت پوری کرنے کے لیے اس کی مدد کرے تو روزِ قیامت کی ہولناکیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے خدا اسے بہتر رحمتیں عطا کرے گا''۔

مذکورہ بالا روایات میں جو اعانتِ مومن کا اجر وثواب بیان کیا گیا ہے یقیناً حضرت ابوالفضلؑ نے وہ اجر وثواب حاصل کیا تھا۔ آپؑ نے اپنے بھائی اور اپنے آقا و مولاؑ کی محافظت کے لیے اپنی جان تک قربان کی تھی۔

ایسی جاں نثاری کی مثال اگر ملتی ہے تو وہ حضرت علی علیہ السلام کی ہے۔ انھوں نے شبِ ہجرت بسترِ رسولؐ پر تلواروں کے سائے میں سو کر اللہ کی رضا خرید کی تھی اور اللہ کو ان کی جاں نثاری کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ خدا نے ان پر اپنی مرضات نثار کر دیں اور فرمایا:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ (البقرہ، آیہ ۲۰۷)

حضرت عباس علمدارؑ نے حسینی لشکرگاہ اور خیامِ حسینی اور ذُریتِ رسولؐ کی مثالی محافظت کی تھی۔ اس محافظت کی وجہ سے ائمہ ہدیٰؑ کی طرف سے آپ کو ''واقی'' (محافظ) کا اعزاز نصیب ہوا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے ابوالفضلؑ کی زیارت کے متعلق دریافت کیا کہ مجھے ان کی قبر پر کیا کہنا چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا: جب ہمارے وفادار چچا کی قبر پر پہنچو تو قبرِ اطہر کے پاس

Presented by www.ziaraat.com

کھڑے ہو جاؤ اور انھیں ان کلمات سے سلام کرو:

السلام علیك ایها الولی الصالح الناصح الصدیق اشهد انك امنت بالله ونصرت ابن رسول الله ودعوت الی سبیل الله وواسیت بنفسك وبذلت مهجتك فعلیك من الله السلام التام

"اے ولی صالح اور خیر خواہ صدیق! آپؑ پر سلام ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ اللہ پر ایمان رکھتے تھے اور آپؑ نے فرزندِ رسولؐ کی مدد کی اور آپؑ نے اللہ کے راستے کی دعوت دی اور آپؑ نے اپنی جان دے کر ہمدردی کی مثال قائم کی۔ آپؑ نے اپنی جان قربان کی۔ اللہ کی طرف سے آپؑ پر کامل سلام ہو"۔

بعدازاں آپؑ نے فرمایا: اس کے بعد قبر مطہر پر جھک جاؤ اور یہ کلمات کہو:

بابی وامی یاناصر دین الله السلام علیك یابن امیر المؤمنین السلام علیك یا ناصر الحسین الصدیق السلام علیك یاشهید بن الشهید السلام علیك منی ابداً ما بقیت وصلی الله علی محمد وآله وسلم

"اے دینِ خداوندی کے مددگار! آپ پر میرے ماں باپ قربان، اے فرزند امیرالمومنین! آپؑ پر سلام، حسینؑ صدیق کے مددگار آپؑ پر سلام، شہید بن شہید آپؑ پر سلام۔ جب تک میں زندہ رہوں میری طرف سے آپؑ پر سلام ہوں۔ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر خدا کی طرف سے درود و سلام ہو"۔

Presented by www.ziaraat.com

زیارت کے الفاظ میں حضرت عباسؑ کو کئی اعزازات سے نوازا گیا ہے اور
یہ تمام اعزازات آپؑ کے محافظ ہونے کی تشریح ہیں۔

امام ہادی علیہ السلام کی جانب سے ۲۵۲ ہجری میں جو زیارت صادر ہوئی اسے علامہ مجلسیؒ نے سید ابن طاؤسؒ کی کتاب "الاقبال" سے نقل کیا ہے۔ اس زیارت میں شہدائے کربلا کے نام لے کر سلام کیا گیا ہے اور کچھ کے احوال بھی بیان کیے گئے ہیں۔ اس زیارت میں حضرت عباسؑ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا گیا ہوگا:

السلام علی أبی الفضل العباس بن امیر المؤمنین المواسی أخاہ بنفسه الاخذ لغدہ من امسه الفادی له الواقی......

"ابوالفضل العباسؑ بن امیرالمومنینؑ پر سلام جس نے اپنے بھائی پر جان قربان کی تھی۔ جس نے آنے والے کل کے لیے گزشتہ کل سے اپنا زادِراہ حاصل کیا تھا جو حضرت امام حسینؑ کے فداکار محافظ تھے"۔

زیارت ناحیہ کے مذکورہ کلمات میں حضرت ابوالفضلؑ کو "واقی" (محافظ) کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ یہ لفظ آپ کی بے مثال وفاداری پر دلالت کرتا ہے۔ آپ کو آپ کی جدوجہد کی وجہ سے بہت سے القاب ملے۔ ایسے ہی القاب میں "الساعی، المستعجل، المصلی" جیسے القاب شامل ہیں۔ ذیل میں ہم مذکورہ الفاظ کی کچھ تشریح پیش کرتے ہیں:

الساعی

لفظ "ساعی" سعی مصدر سے اسم فاعل ہے جس کا مطلب ہے کہ کسی کام

Presented by www.ziaraat.com

کے لیے سعی و مشقت کرنا۔ اور سعی و مشقت کرنے والے کو عربی زبان میں "ساعی" کہا جاتا ہے۔

حضرت عباسؑ بھی "ساعی" تھے۔ آپؑ نے پیاسوں کو پانی پلانے کے لیے بڑی سعی کی تھی۔ آپؑ نے اولادِ پیغمبر کی حفاظت کے لیے قدم قدم پر جدوجہد کی۔ آپؑ نے اپنے بھائی اور اپنے آقا و مولاؑ کی حفاظت کے لیے انتہائی سعی کا مظاہرہ کیا تھا۔

آپؑ نے نصرتِ حق اور حفاظتِ دین کے لیے بڑی جدوجہد کی تھی اور آپؑ کی اسی جدوجہد کی وجہ سے زیارتِ ناحیہ میں آپ کو "الساعی" کہہ کر سلام کیا گیا۔ جیسا کہ زیارتِ ناحیہ میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں:

السلام علی أبی الفضل العباس بن امیر المؤمنین المواسی أخاه بنفسه الآخذ لغده من أمسهٔ الفادی له الواقعی، الساعی

زیارتِ ناحیہ سے قبل حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے حضرت ابوالفضل العباسؑ کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا تھا:

اشهد انك لم تهن ولم تنكل وانك مضيت على بصيرة من امرك

"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ نے کسی طرح کی کمزوری نہیں دکھائی تھی اور آپؑ نے اپنی بصیرت پر عمل کیا تھا"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ان الفاظ سے حضرت عباسؑ کی جہدِ مسلسل کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے اور ان الفاظ سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ حضرت ابوالفضلؑ نے اپنے امامؑ سے وفا کی انتہا کی تھی اور آپؑ نے ہر مقام پر

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

اپنی بے مثال بصیرت پر عمل کیا تھا۔ لفظ "الساعی" کا یہ اعزاز آپ کو مبارک ہو۔

سعی کرنے والے کا اجر وثواب

لوگوں کی ضروریات وحوائج کے لیے سعی کرنے کے متعلق اسلامی روایات میں بڑا زور دیا گیا ہے۔ جب عام انسانوں کی حاجات کے لیے سعی کرنے والوں کا بڑا رتبہ ہے تو جس شخصیت نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے سعی کی ہو اس کے رتبہ کا اندازہ صرف خدا ہی کرسکتا ہے۔

ایک مسلمان کی حاجت کے لیے سعی کرنے کے متعلق کچھ اسلامی روایات ملاحظہ فرمائیں:

① الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

> من سعی فی حاجۃ اخیہ المسلم طلب وجہ اللّٰہ کتب اللّٰہ عزوجل لہ الف الف حسنۃ یغفر فیھا لاقاربہ وجیرانہ واخوانہ ومعارفہ......
>
> "جو بھی اللہ کی رضامندی کے حصول کے لیے اپنے مسلمان بھائی کی حاجت برآری کے لیے جدوجہد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو دس لاکھ نیکیاں عطا کرے گا۔ اللہ اس کے قرابت داروں، ہمسائیوں، بھائیوں اور جان پہچان کے لوگوں کو بخش دے گا"۔

② الکافی میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

> ان اللّٰہ عبادا فی الارض یسعون فی حوائج الناس ھم الآمنون یوم القیامۃ ومن ادخل علی مؤمن سرورا

Presented by www.ziaraat.com

فرح اللّٰہ قلبہ یوم القیامۃ

''زمین پر اللہ کے کچھ ایسے بندے موجود ہیں جو لوگوں کی حاجات پوری کرنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ ایسے لوگ قیامت کے دن امن میں ہوں گے جس نے مومن کو خوشی دی تو قیامت کے دن اللہ اس کے دل کو خوش کرے گا''۔

۳ الکافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

من مشٰی فی حاجۃ اخیہ المسلم اظلہ اللّٰہ بخمسۃ وسبعین الف ملک ولم یرفع قدما الا کتب اللّٰہ لہ حسنۃ وحط عنہ بھا سیئۃ ویرفع لھا بھا درجۃ فاذا فرغ من حاجتہ کتب اللّٰہ عزوجل لہ بھا اجر حاج ومعتمر

''جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے کے لیے لے چلے تو اللہ اس پر پچھتر ہزار فرشتوں کا سایہ کرتا ہے اور ہر قدم کے عوض اس کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور اس کی ایک برائی مٹائی جاتی ہے اور اس کے لیے ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اور جب وہ اپنے بھائی کی حاجت سے فارغ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں حج وعمرہ کا ثواب لکھتا ہے''۔

ایک مسلمان کی حاجت براری کے لیے کوشش کرنے کا کتنا ثواب ہے؟ اس کا اندازہ حسب ذیل حدیث سے لگایا جاسکتا ہے۔

۴ الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

Presented by www.ziaraat.com

لأن أمشي في حاجة أخ لي مسلم أحبّ إليّ من أن أعتق
الف نسمة ، وأحمل في سبيل الله على ألف فرس
مسرجة ملجمة

(حدیث کا اجمالی ترجمہ یہ ہے کہ) ''اگر میں اپنے ایک
مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے کے لیے چلوں تو یہ عمل
مجھے ایک ہزار غلام آزاد کرنے اور ایک ہزار شاہسواروں کے
مقابلہ پر جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے''۔

۵ اختصاص میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

مشي المسلم في حاجة المسلم خير من سبعين طوافا
بالبيت الحرام

''ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کی حاجت برآری کے لیے
جانا بیت اللہ کا ستر مرتبہ طواف کرنے سے افضل ہے''۔

۶ الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے
فرمایا:

ما من مؤمن يمشي لاخيه المسلم في حاجة الا كتب الله
عزوجل له بكل خطوة حسنة وحط بها عنه سيئة
ورفع له بها درجة وزيد بعد ذلك عشر حسنات ، وشفع
في عشر حاجات

''جو بھی مومن اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے کے
لیے چلے تو اللہ اس کے ہر قدم پر ایک نیکی لکھتا ہے اور ایک
برائی مٹاتا ہے اور اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے۔ اس کے بعد

Presented by www.ziaraat.com

اسے اضافی دس نیکیاں عطا کی جاتی ہیں اور دس حاجات کے پورا ہونے کے لیے اس کی شفاعت کو قبول کیا جاتا ہے"۔

حاجات کے جلد پورا ہونے کا دروازہ

حضرت ابوالفضل العباسؑ کو "مستعجل" کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے لفظی معنٰی ہیں: جلد بازی کو چاہنے والا۔

آپؑ کو اس لقب سے اس لیے یاد کیا جاتا ہے کہ آپؑ ہر کمزور اور ہر مظلوم کی مدد کو جلدی سے پہنچتے ہیں۔ جو بھی اپنی دعا کے لیے بارگاہِ خداوندی میں آپؑ کو وسیلہ بناتا ہے تو اس کی حاجت بہت جلد پوری ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپؑ کی شفاعت قبول کرتا ہے۔ چنانچہ جلدی سے مدد کو پہنچنے کی وجہ سے حضرتؑ کو اس لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

صاف صاف فیصلہ کرنے والا

آپ کا ایک لقب مُصفّی بھی ہے۔ یہ لفظ تصفیہ مصدر سے اسم فاعل ہے اور تصفیہ کا معنی ہے خالص اور غیر خالص کو جدا کرنا۔ آپ مُصفّی ہیں، آپ خالص و غیر خالص کو جدا کرنے والے ہیں۔

عراق میں لوگوں کا دستور ہے کہ جب بھی دو افراد میں تنازعہ واقع ہو جائے اور مقامی سطح پر ظالم و مظلوم کی پہچان نہ ہو سکے تو لوگ فیصلہ کرانے کے لیے حضرت عباس علم دارؑ کے مزار پر آتے ہیں۔

وہاں پہنچ کر مدعی ملزم سے کہتا ہے کہ اگر تو بے گناہ ہے تو قبر عباسؑ پر کھڑا ہو کر ان کے نام کی قسم کھا کر بیان دے کہ میں بے گناہ ہوں۔

جو ملزم بے گناہ ہوتا ہے وہ قسم کھاتا ہے کہ مجھے صاحب قبر حضرت ابوالفضل

Presented by www.ziaraat.com

العباسؑ کی قسم ہے کہ میں بے گناہ ہوں۔

اس قسم سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور اگر ملزم واقعی مجرم ہو تو ان میں سے اکثر افراد اپنے جرم کا اقرار کر لیتے ہیں اور حضرت عباسؑ کے نام کی قسم نہیں کھاتے اور اگر کوئی بدبخت مجرم آپؑ کے حرم میں آپؑ کی ناجائز قسم کھائے تو بہت جلد اس پر خدا کی طرف سے عذاب آجاتا ہے۔

جو فیصلے عدالتوں، منصفوں اور وکیلوں کے ذریعے سے حل نہیں ہو سکتے وہ آپؑ کے مزار پر چند لمحات میں ہو جاتے ہیں۔

آپؑ کی اسی صفت کی وجہ سے آپؑ کو "مُصَفّی" کہا جاتا ہے اور اگر اس لفظ کو اسم مفعول کی شکل میں مُصَفّٰی پڑھا جائے تو پھر اس کے معنٰی یہ ہیں کہ آپ خدا کے خالص و مخلص بندے ہیں۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

چھتیسواں خصیصہ

آپؑ حضرت امام حسینؑ کے سفیر ہیں

دو گروہوں یا دو ممالک کے درمیان سفارت کاری ایک اہم لیکن مشکل ترین امر ہے۔ ایک سفیر پر دونوں گروہوں کے تعلقات کو بنانے یا بگاڑنے کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ہر شخص اور ہر مملکت سفارت کاری کے لیے امین، باکردار، بلند نگاہ اور دل نواز سخن رکھنے والے شخص کا انتخاب کرتی ہے۔

حضرت ابوالفضل العباسؑ میں سفارت کاری کی جملہ خصوصیات بدرجۂ اتم موجود تھیں اور میدانِ کربلا میں آپؑ سے بہتر سفیر اور کوئی نہیں ہوسکتا تھا۔ آپؑ کی انہی خصوصیات کے پیشِ نظر سلطانِ دین فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی سفارت کاری کے لیے انہیں منتخب کیا تھا۔

نو محرم کے دن جب ابنِ سعد کا لشکر خیامِ حسینیؑ پر یورش کرنے کے لیے آگے بڑھا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت عباسؑ کو اپنا سفیر بنا کر اُموی لشکر کے پاس بھیجا تھا۔

نو محرم الحرام کا اہم واقعہ

نو محرم الحرام کو اصطلاحی طور پر "تاسوعا" اور دس محرم کو "عاشورا" کہا جاتا ہے۔ اس نام کی وجہ یہ ہے کہ محرم الحرام قمری سال کا پہلا مہینہ ہے اور نو محرم کا دن سال کا نواں دن اور دس محرم کا دن نئے سال کا دسواں ہوتا ہے۔ اسی لیے نو محرم کو تاسوعا اور دس محرم کو عاشورا کہا جاتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

اوراقِ تاریخ میں اس دن کے واقعات لکھے ہوئے ہیں اور یہ دن حضرت عباسؑ کی عظمت کا مظہر ہے۔ اسی دن لشکرِ یزید نے عصر کے وقت جنگ کا ارادہ کرلیا تھا اور ان کا مصمم ارادہ تھا کہ دن کے بچے ہوئے مختصر سے حصّہ میں خاندانِ مصطفیؐ کا قلع قمع کردیا جائے۔ چنانچہ لشکر روانہ ہوا تو امام عالی مقامؑ نے حضرت عباسؑ سے فرمایا:

یاعباس! ارکب بنفسی أنت یا أخی، حتی تلقاهم وتقول لهم ما لکم؟ وما بدا لکم؟ وتسألهم عمّا جآء بهم

''عباسؑ بھیا! میں آپؑ پر قربان، آپؑ گھوڑے پر سوار ہوجائیں اور ان کے سامنے جائیں اور ان سے کہیں کہ تمھیں کیا ہوا ہے کیا نیا واقعہ پیش آیا ہے اور ان سے پوچھیں کہ وہ کیوں آگے آئے ہیں؟''

الغرض سلطانِ کائنات حضرت امام حسین علیہ السلام نے آپ کو اپنا سفیر مقرر کیا اور آپؑ نے اپنی بہترین سفارت کاری سے جنگ کو ایک رات کے لیے ملتوی کرایا۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ نو محرم تک یزیدی فوج پوری طرح سے کربلا میں پہنچ چکی تھی اور اس دن حضرت امام حسین علیہ السلام پوری طرح سے محصور ہوچکے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے نو محرم کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: اس دن شامی لشکر جمع ہوگیا اور ابنِ مرجانہ اور ابنِ سعد اپنے لشکر کی کثرت پر خوش تھے، جب کہ حضرت امام حسینؑ کے لشکر کی تعداد انتہائی کم تھی۔ شامی لشکر کو یقین ہوگیا تھا کہ اب حضرت امام حسینؑ کے پاس کسی طرف سے کمک نہیں آئے گی۔

www.ziaraat.com
Saheefe-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

یہ کہہ کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام رونے لگے اور رو رو کر فرمایا: میں غریب کمزور دادا پر قربان ہو جاؤں"۔

شیخ صدوقؒ لکھتے ہیں: اس دن شمر لعین کربلا میں وارد ہوا۔ وہ اپنے ساتھ چار ہزار کا لشکر لایا تھا اور اس کے پاس ابن زیاد کا خط تھا۔

مقتل ابی مخنف میں مرقوم ہے: سعد بن عبیدہ کا بیان ہے کہ نو محرم کو شدید گرمی تھی۔ ہم ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے عمر بن سعد کے ہمراہ پانی میں داخل ہوئے۔ ہم نہانے میں مصروف تھے کہ اچانک ایک شخص ابن سعد کے پاس آیا اور اس نے اس کے کان میں کھسر پھسر کی۔ اس کی بے جا مداخلت سے ہماری تفریح غارت ہوگئی۔ اس شخص کی باتیں سننے کے بعد ابن سعد دریا سے باہر نکلا اور اس کی دیکھا دیکھی ہمیں بھی نکلنا پڑا۔

ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ اس شخص نے ابن سعد کو یہ خبر دی تھی کہ ابن زیاد نے شمر بن ذی الجوشن کو روانہ کیا ہے اور وہ یہ دیکھے گا کہ تم حسینؑ کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ اگر شمر نے دیکھا کہ تم جنگ سے کنارہ کشی کر رہے ہو تو وہ تمہیں قتل کر کے فوج کی کمان خود سنبھال لے گا۔ اب تم اپنے لیے لائحہ عمل خود تیار کرو۔

عمر سعد نے جب حالات کی تبدیلی کا مشاہدہ کیا تو اس نے اپنے لشکر میں یہ اعلان کیا:

یاخیل اللہ ارکبی وبالجنۃ ابشری

"اے خدائی فوج! سوار ہو جاؤ، تمہیں جنت کی بشارت ہو"۔

اس لعین نے جیسے ہی یہ اعلان کیا تو تمام فوجی تیار ہو گئے۔ پھر لشکر خیام حسینؑ کی طرف چل پڑا۔

خطیبۂ کربلا حضرت زینب کبریٰؑ فرماتی ہیں: گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں بلند ہوئیں جو کہ لحظہ بہ لحظہ خیام کے قریب آ رہی تھیں۔ میں حضرت امام حسین علیہ السلام

Presented by www.ziaraat.com

کے خیمہ کی طرف بڑھی۔ وہاں میں نے یہ دیکھا کہ حضرت امام حسینؑ اُونگھ میں تھے۔ میں ان کے قریب گئی اور عرض کیا: بھائی جان! کیا آپ یہ آوازیں نہیں سن رہے جو ہمارے قریب آرہی ہیں۔

اس وقت آپؑ نے سر اُٹھایا اور سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: پیاری بہن! یہاں بیٹھے بیٹھے مجھے اونگھ آ گئی۔ خواب میں مجھے رسولؐ خدا کی زیارت نصیب ہوئی۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا: اے حسینؑ! تم ہمارے پاس آنے والے ہو۔

لہوف میں مذکور ہے کہ آپؑ نے اپنی بہن سے یہ فرمایا: میں نے ابھی خواب میں اپنے نانا محمد مصطفیٰؐ، اپنے والد علی مرتضیٰؑ، اپنی والدہ فاطمہ زہراؑ اور اپنے بھائی حسن مجتبیٰؑ کو دیکھا۔ انھوں نے یہ کہا کہ تم بہت جلد ہمارے پاس آنے والے ہو۔

جب بی بی نے اپنے بھائی کا خواب سنا تو بی بی کی چیخیں نکل گئیں اور اپنے چہرے پر تمانچے مارنے لگیں اور واویلا کرنے لگیں۔

حضرت امام حسینؑ نے بڑی شفقت اور محبت سے بہن سے فرمایا: تم پر کوئی افسوس نہیں ہے، تمھارے دشمن کے لیے بربادی ہے۔ خدا آپؑ پر رحم کرے خاموش ہو جائیں دشمن کو خوش ہونے کا موقع نہ دیں۔

یہ سنا تو بی بی خاموش ہو گئیں۔ اس وقت حضرت عباسؑ اپنے بھائی کے پاس آئے اور عرض کیا: اُموی لشکر ہماری طرف بڑھ رہا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اُٹھے اور آپؑ نے ان سے فرمایا: آپ ان کے پاس جائیں اور ان سے کہیں کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو اور کیوں آگے بڑھ رہے ہو؟

حضرت عباسؑ نے بیس سواروں کو اپنے ساتھ لیا، ان میں زُہیر بن قینؓ اور حبیب بن مظاہرؓ بھی شامل تھے۔ آپؑ یزیدی لشکر کے سامنے آئے اور ان سے کہا: تم لوگ کیا چاہتے ہو؟

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

اہلِ لشکر نے جواب دیا: ہمارے پاس حاکم کا حکم آیا ہے کہ آپ لوگ یزید کی اطاعت کے سامنے گردن جھکا دیں ورنہ ہم تم سے جنگ کریں گے۔

حضرت ابوالفضلؑ نے فرمایا: یہیں رُک جاؤ میں اپنے آقا و مولا ابوعبداللہ کی خدمت میں جاتا ہوں اور تمھارا پیغام ان تک پہنچاتا ہوں۔

خدا جانے حضرت عباسؑ کے فرمان میں کتنا رُعب تھا کہ فوج دریا کی طرح سے ٹھاٹھیں مارتا ہوا لشکر اسی جگہ رُک گیا۔ کسی کو بھی خیمہ گاہ کی طرف قدم بڑھانے کا یارا نہ رہا۔

اہلِ لشکر نے کہا: ٹھیک ہے آپ جا کر ہمارا پیغام پہنچائیں اور ہمیں ان کے جواب سے مطلع کریں۔

حضرت عباسؑ اپنے بھائی کی طرف چلے۔ آپ کے اصحاب وہاں ٹھہرے رہے۔ حضرت حبیبؓ نے زُہیر بن قینؓ سے فرمایا کہ آپ ان لوگوں کو نصیحت کریں۔

حضرت زہیرؓ نے کہا: آپ بزرگ ہیں آپ گفتگو کریں۔

اس کے بعد حضرت حبیبؓ لشکرِ یزید کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: لوگو! خدا کا خوف کرو جن کو تم قتل کرنا چاہتے ہو، یہ رسولِؐ خدا کا خاندان ہے۔ یہ آپ کی اہلِ بیتؑ کے افراد ہیں۔ یہ لوگ بہت بڑے عابد و زاہد اور شب زندہ دار ہیں۔ یہ اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے ہیں۔ تم انھیں قتل کر کے خدا کو کیا جواب دو گے۔

یزیدی لشکر میں سے عزرہ بن قیس نے کہا: حبیب! آپ تو ہمیشہ اپنی ہی تعریف کرنے کے عادی ہیں۔

حضرت زہیرؓ نے کہا: پھر اس میں کیا قباحت ہے خدا نے میرے نفس کا تزکیہ کیا ہے اور ہدایت کی ہے۔ اے عزرہ! خدا سے ڈر، میں تیرا خیرخواہ ہوں، پاکیزہ نفوس کو قتل کر کے گمراہوں کی مدد نہ کر۔

Presented by www.ziaraat.com

عزرہ نے حضرت زہیرؓ کو طعنہ دیتے ہوئے کہا: زہیر! تو تو اہلِ بیتؑ کا شیعہ نہیں تھا، ہم تو تجھے عثمانی سمجھتے تھے۔

حضرت زہیرؓ نے فرمایا: مجھے یہاں دیکھ کر بھی تجھے علم نہیں ہوا کہ میں کس جماعت سے تعلق رکھتا ہوں۔ میں نے امامؑ کو خط نہیں لکھے تھے۔ راستے میں اتفاق سے ہم جمع ہو گئے۔ جب میں نے انھیں دیکھا تو مجھے رسولؐ خدا سے ان کا رشتہ یاد آیا۔ اسی لیے میں نے فیصلہ کیا کہ میں ان کی جماعت میں شامل ہو کر ان کی مدد کروں اور اپنی جان کو ان کی جان پر نچھاور کروں۔ جب کہ تم لوگوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے حق کو ضائع کیا ہے۔

کامیاب سفیر اور کامیاب سفارت کاری

ابھی حضرت زہیرؓ عزرہ سے گفتگو کر رہے تھے اور حضرت حبیبؓ لوگوں کو نصیحت کرنے میں مصروف تھے کہ حضرت عباسؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے اہلِ لشکر کا موقف بیان کیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: بھیا! آپؑ ان کے پاس واپس جائیں اور کوشش کریں کہ ہمیں آج رات کی مہلت مل جائے۔ ہم آج رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس سے دعا اور استغفار کریں گے۔ خدا جانتا ہے کہ مجھے نماز، تلاوتِ قرآن اور کثرتِ دعا و استغفار سے بڑی محبت ہے۔

حضرت ابوالفضلؑ امامؑ کا جواب لے کر اہلِ لشکر کے پاس آئے اور فرمایا: میں آج رات کی مہلت چاہتا ہوں۔

عمر سعد نے مہلت دینے میں پس و پیش کی۔ پھر اس نے شمر سے کہا: تیری رائے کیا ہے؟

شمر نے کہا: میں فوج کا سالار ہوتا تو میں انھیں ایک رات تو بڑی بات ہے

Presented by www.ziaraat.com

ایک گھنٹے کی مہلت بھی نہ دیتا۔

یزیدی لشکر میں سے عمرو بن الحجاج زبیدی نے کہا: تم پر ہلاکت ہو۔ اگر ترک و دیلم کے لوگ بھی ہم سے ایک رات کی مہلت مانگتے تو ہم انھیں ضرور مہلت دیتے، یہ تو محمدؐ کا خاندان ہے۔

آخرکار کافی بحث و تمحیص کے بعد ایک رات کی مہلت دی گئی۔ حضرت ابوالفضلؑ وہاں سے واپس آئے۔ آپؑ کے ساتھ عمر بن سعد کا ایک قاصد بھی تھا۔ اس نے حسینی لشکرگاہ کے سامنے یہ اعلان کیا: ہم نے تمھیں آج رات کی مہلت دی ہے۔ اگر تم نے اطاعت قبول کرلی تو ہم تمھیں ابن زیاد کے پاس لے جائیں گے اور اگر تم نے انکار کیا تو پھر ہم تمھیں نہیں چھوڑیں گے۔ یہ کہہ کر وہ واپس چلا گیا۔

امالی صدوق میں مرقوم ہے: ابن سعد کی طرف سے منادی نے یہ ندا دی:

> "ہم نے حسینؑ اور اس کے ساتھیوں کو آج دن اور رات کی مہلت دی ہے"۔

اس کے بعد دونوں لشکر اپنے اپنے مقامات پر چلے گئے۔ حضرت عباسؑ کی کامیاب سفارت کاری کی وجہ سے ایک رات کے لیے جنگ ٹل گئی۔

شب عاشورا

نو محرم کا سورج ڈوب گیا۔ شب عاشور کی تاریکی کربلا میں چھا گئی۔ ہر جگہ اندھیرے کا راج ہوگیا۔ ہر کوئی نیند کی وادی میں چلا گیا۔ لیکن اس رات فرزندِ رسولؐ، خاندانِ عصمت اور اصحابِ حسینیؑ کو کوئی آرام نہ ملا۔ حضرت امام حسینؑ نے اس رات کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ آپؑ نے رات کا ایک حصہ اپنے اصحاب کے لیے مخصوص کیا۔ آپ نے اس رات ان پر پھر حجت تمام کی اور آپؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

"لوگو! تم میرے ساتھ یہ سوچ کر آئے ہو کہ ہم حسینؑ کی معیت میں ان لوگوں کے پاس جا رہے ہیں جو اپنی زبان اور دل سے بیعت کر چکے ہیں۔ اب حالات اُلٹ چکے ہیں۔ ان لوگوں پر شیطان نے قبضہ جما لیا ہے اور ذکرِ خداوندی فراموش کرا دیا ہے۔ ان کا مقصد مجھے قتل کرنا ہے اور جو بھی میرے ساتھ ہوگا اسے بھی یہ قتل کریں گے اور میری شہادت کے بعد میرے خیام کو لوٹ لیں گے اور اہلِ پردہ کو گرفتار کر لیں گے۔ میں تم سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتا۔ ہم اہلِ بیتؑ دھوکا دینے کو حرام سمجھتے ہیں۔ تم میں سے جو جانے کا خواہش مند ہو وہ واپس چلا جائے۔ اس وقت رات کے پردے پڑے ہوئے ہیں اور جانے کا راستہ بھی کھلا ہوا ہے اور وقت تنگ بھی نہیں ہے۔ البتہ جو ہماری ہمدردی کرے گا وہ جنت میں ہمارے ساتھ ہوگا اور اللہ کے غضب سے محفوظ ہوگا۔ میرے نانا حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا تھا:

"میرا فرزند حسینؑ میدانِ کربلا میں حالتِ مسافرت میں تنہا پیاسا قتل کیا جائے گا۔ جس نے اس کی مدد کی اُس نے درحقیقت میری اور اس کے فرزند حجتؑ کی مدد کی، اور جو زبان کے ساتھ ہماری مدد کرے تو وہ قیامت کے دن ہمارے گروہ میں ہوگا"۔

آپؑ کے اس خطبہ کے بعد دنیا طلب افراد آپؑ کو چھوڑ کر چلے گئے اور آپؑ کے پاس ستر سے کچھ زیادہ بچ گئے۔ ان کے علاوہ آپؑ کے اہلِ بیتؑ، بھائی اور جوانانِ بنی ہاشم آپؑ کے پاس رہ گئے۔

Presented by www.ziaraat.com

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے شب عاشور اپنے خاندان اور بچے ہوئے اصحاب میں خطبہ ارشاد فرمایا:

''امابعد! میں نے اپنے اصحاب سے زیادہ وفادار اور زیادہ بہتر کسی کے اصحاب کو نہیں دیکھا اور میں نے اپنے اہلِ بیتؑ سے بڑھ کر کسی خاندان کو نہیں دیکھا جو اتنی بھلائی اور صلہ رحم کرنے والا ہو۔ تم سب کو خدا میری طرف سے جزائے خیر دے۔ میں تم سب کو رخصت دے رہا ہوں اور میری طرف سے تمھارے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہے اس وقت رات کا پردہ پڑا ہوا ہے، لہٰذا جس نے جانا ہو وہ چلا جائے''۔

جب آپؑ نے گفتگو تمام کی تو بنی ہاشم کھڑے ہوئے جن کی قیادت حضرت ابوالفضلؑ کر رہے تھے۔ آپؑ نے سلطانِ دین سے عرض کیا: آخر ہم ایسا کیوں کریں؟ صرف اس لیے کہ ہم آپؑ کے بعد زندہ رہیں۔ خدا ہمیں وہ دن ہی نہ دکھائے۔ اس کے بعد آپؑ کے اصحاب اُٹھے اور انھوں نے اپنی وفاداری کا آپ کو یقین دلایا۔ آپؑ نے سب کے حق میں جزائے خیر کی دعا کی۔ اس کے بعد آپؑ اپنے مخصوص خیمے میں چلے گئے۔

الغرض امام عالی مقام اپنے جوانوں اور اصحاب کی وفاداری سے پوری طرح مطمئن ہو گئے۔ کچھ دیر بعد عقیلہ بنی ہاشم حضرت زینب کبریٰؑ بھائی کے پاس آئیں اور عرض کیا: بھیا! جو افراد باقی بچ گئے ہیں کیا آپ کو ان کی وفا پر اعتماد ہے کہیں نیزوں اور تلواروں کے چلنے کے وقت آپ کو چھوڑ کر تو نہ چلے جائیں گے؟

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: پیاری بہن! میں نے سب کو آزما لیا ہے یہ سب لوگ موت کے خواہش مند ہیں۔ یہ موت سے اتنے مانوس ہیں جتنا کہ

Presented by www.ziaraat.com

بچہ ماں کے دودھ سے مانوس ہوتا ہے۔

دفاعی اقدامات

شب عاشور امام عالی مقامؑ دفاعی اقدامات سے غافل نہیں تھے۔ اس رات آپؑ نے دفاعی اقدامات کو آخری شکل دی۔ آپؑ نے پہلا اقدام یہ کیا کہ اپنے اصحاب کو بلا کر فرمایا: اپنے خیمے ایک دوسرے کے ساتھ ملالو اور خیام کی طنابوں کو ایک دوسرے سے پیوست کر دو۔ اس طرح سے آپؑ چاہتے تھے کہ آپؑ کا لشکر یکجا ہو جائے اور آپؑ کے سپاہی ایک دوسرے سے دُور نہ ہوں۔

بعد ازاں آپؑ نے حکم دیا کہ خیام اور لشکرگاہ کے اردگرد خندق کھود کر اس میں لکڑیاں ڈال دی جائیں اور جیسے ہی صبح ہو انھیں آگ لگا دی جائے۔ اس طرح سے آپؑ نے اپنے خیام اور لشکرگاہ کو دشمنوں سے محفوظ کیا۔ آپؑ نے آمدورفت کے لیے صرف ایک طرف کا حصہ خالی رکھا باقی ہر طرف خندق کھدوا دی۔

صبح ہوئی، جنگ کا آغاز ہوا۔ یزیدی لشکر نے چاہا کہ خیام اہلِ بیتؑ پر حملہ کریں لیکن جب وہ قریب آئے تو انھیں وہاں آگ کے شعلے دکھائی دیے اور وہ ناکام و نامراد ہو کر واپس پلٹنے پر مجبور ہو گئے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے لشکرگاہ اور خیام کی نگہبانی اپنے قوتِ بازو بھائی حضرت ابوالفضلؑ کے سپرد کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپؑ جانتے تھے کہ عباسؑ کے رُعب سے دشمن کانپتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوالفضلؑ نے پوری رات خیام اور لشکرگاہ کی نگرانی کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ امیرالمومنین حضرت امام حسینؑ نے عاشورا کی رات اور عاشورا کے دن کے لیے حضرت عباسؑ کی تربیت کی تھی۔

اس رات مخدراتِ عصمت آنے والے دن کے لیے اپنے بچوں کو تیار کرتی رہیں اور امامؑ کے اصحاب اپنے ہتھیاروں کو صیقل کرتے رہے۔

Presented by www.ziaraat.com

امام حسین علیہ السلام اس رات اپنی تلوار صیقل کر رہے تھے اور اپنے آپ کو شہادت کی خبر بھی دے رہے تھے۔ آپؑ نے یہ اشعار پڑھے:

یادھر اُف لك من خلیل   کم لك بالاشراق والأصیل

من صاحب وطالب قتیل   والدھر لا یقنع بالبدیل

وانما الأمر الی الجلیل   وکلّ حی سالك سبیل

''اے خائن زمانہ! تیرے ہر وقت ساتھی بدلتے رہتے ہیں۔ صبح کو کچھ ہوتے ہیں اور شام کو کچھ ہوتے ہیں۔ کچھ مر رہے ہیں اور کچھ قتل ہو رہے ہیں۔ تمام معاملات خدا کے ہاتھ میں ہیں اور ہر زندہ شخص موت کی راہ پر چل رہا ہے''۔

شب عاشور کا تیسرا حصّہ

امام عالی مقامؑ نے شب عاشور کا تیسرا اور آخری حصّہ عبادت خداوندی کے لیے مخصوص کیا تھا۔ اس حصّہ میں آپؑ نماز، تلاوت، دعا اور استغفار میں مصروف رہے۔ آپؑ کے اہلِ بیتؑ اور آپؑ کے اصحاب نے بھی یہ حصّہ عبادت الٰہی میں بسر کیا۔ آپؑ کی پیروی میں حضرت عباسؑ سب سے ممتاز تھے۔

امامؑ اور آپؑ کے اصحاب کے خیام سے دعاؤں کی آوازیں یوں سنائی دیتی تھیں جیسا کہ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی آواز ہو۔ چنانچہ سید ابن طاؤس لہوف میں لکھتے ہیں:

''امامؑ اور آپؑ کے اصحابؓ نے وہ رات رکوع و سجود، قیام و قعود میں بسر کی اور آپؑ کے خیمہ سے تسبیح و تہلیل کی آوازیں یوں لگتی تھیں جیسا کہ شہد کی مکھیوں کی آواز آ رہی ہو''۔

اس رات عمر سعد کے لشکر سے بتیس نوجوان نکل کر لشکرِ حسینیؑ میں آ کر شامل ہوئے۔

Presented by www.ziaraat.com

سینتیسواں خصیصہ

آپ عصمت صغریٰ کے مالک ہیں

''عصمت'' عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی روکنے کے ہیں اور اللہ کی طرف سے بندہ کو عصمت عطا کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ خدا اپنے بندے کو ہر طرح کی معصیت و ہلاکت سے محفوظ رکھے۔

قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام سے یہ الفاظ منقول ہیں کہ جب آپؑ کے نااہل بیٹے نے کشتی میں بیٹھنے سے انکار کیا اور کہا کہ میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا اور سیلاب سے بچ جاؤں گا۔ اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا:

لا عاصم الیوم من امر اللہ الا من رحم

''آج اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہے ماسوائے اس کے کہ خدا کسی پر رحم کرے''۔

اس آیت میں لفظ ''عاصم'' روکنے اور بچانے والے کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔ لفظ ''عصمت'' حفظ، وقایت، ممانعت اور رکاوٹ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

اصطلاح میں عصمت ایک معنوی قوت اور روحانی ملکہ ہے۔ خدا اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے یہ ملکہ عطا کر دیتا ہے اور اس سے انسان عیوب، گناہوں، خطا ولغزش، سہو و نسیان اور شہوات سے بچ جاتا ہے۔ لیکن اللہ گناہ کا اختیار سلب نہیں کرتا۔ گناہ کی قدرت رکھتے ہوئے بھی انسان گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔

اختیار کا تسلیم کرنا اس لیے ضروری ہے کہ تکلیف شرعی کے لیے اختیار کا ہونا ضروری ہے۔ اور اگر اختیار ہی سلب ہو جائے تو اس سے تکلیف شرعی کا سقوط لازم

Presented by www.ziaraat.com

آتا ہے، جب کہ معصومین علیہم السلام تکالیف شرعی کے مکلف تھے۔ ان کا مکلف ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ خدا نے انھیں جس عصمت سے نوازا ہے اس کے ساتھ ان سے اختیار کو سلب نہیں کیا ہے۔

جب ہم نے عصمت کا مفہوم سمجھ لیا تو اس کے بعد یہ سمجھنا ضروری ہے کہ عصمت کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم ذاتی اور واجب عصمت کی ہے اور دوسری قسم کسبی اور عرضی عصمت کی ہے۔

عصمتِ کبریٰ کے حاملین

عصمت کی پہلی قسم ذاتی اور واجب عصمت کی ہے۔ اسے "عصمتِ کبریٰ" کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عصمت کا وارث انبیا اور ان کے اوصیا کو قرار دیا ہے۔ خدا نے انھیں معصوم پیدا کیا اور انھیں عصمت کے لیے مخصوص کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمدؐ اور حضرت فاطمہ زہراءؑ، حضرت علیؑ، حسنین کریمینؑ اور ذریتِ طاہرہ کے آئمہ کی عصمت کو آیتِ تطہیر میں بیان کیا اور فرمایا:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝ (احزاب، آیہ ۳۳)

"اے اہلِ بیتؑ! اللہ کا بس یہی ارادہ ہے کہ وہ تم سے ہر طرح کی ناپاکی کو دُور رکھے اور تمھیں ایسی پاکیزگی دے جیسا کہ پاکیزگی کا حق ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرامؑ اور چودہ معصومینؑ کو عصمت کا اعلیٰ ترین رُتبہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ولایت کا عہدہ جلیلہ عطا کیا اور انھیں اہلِ ایمان کی جانوں پر متصرف قرار دیا اور لوگوں کو ان کی اطاعت اور فرماں برداری کا حکم دیا۔ اور اگر ان ذواتِ عالیہ سے غلطی کا صدور جائز مان لیا جائے تو اس سے لوگ خطا و اشتباہ میں

Presented by www.ziaraat.com

جا پڑیں گے۔ اگر ہادی ہی غیر معصوم ہو تو پیرو گم راہ ہو جائیں گے اور یہ بات خدا کی حکمت کے منافی ہے۔ اور وہ حکیم مطلق کوئی ایسا فعل سرانجام نہیں دیتا جو حکمت کے تقاضوں کے خلاف ہو۔

اللہ نے نبی اکرمؐ کو معصوم بنایا اور انھیں رسالت کی ادائیگی اور تبلیغِ احکام تفویض فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے آئمہ ہدیٰؑ کو عصمت کا درجہ عطا کیا اور ان کی یہ ذمہ داری قرار دی کہ وہ پیغامِ نبوت کی حفاظت کریں۔

اگر نبی اکرمؐ اور آئمہ ہدیٰؑ کو خدا معصوم نہ بناتا تو پوری اُمت اشتباہ اور کمی بیشی میں مبتلا ہو جاتی اور اگر ہادیانِ دین معصوم نہ ہوتے تو ان پر اعتماد ختم ہو جاتا۔ اور اعتماد کے فقدان کی وجہ سے شریعت و دین باطل ہو جاتا اور اس سے نبوت و امامت کا نسخ لازم آتا جو کہ حکمتِ الٰہی کے سراسر خلاف ہے۔ اسی لیے نبی اکرمؐ اور آپؐ کے اوصیا کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ البتہ اس عصمت کا ادراک ہر کس و ناکس کو نہیں ہو سکتا۔

عصمتِ صغریٰ کے حاملین

عصمت کی دوسری قسم اکتسابی اور عرضی عصمت ہے اور یہ وہ عصمت ہے جسے خدا کے اولیا اپنی جدوجہد سے حاصل کرتے ہیں اور مشقت و تکالیف جھیل کر اس مقام کو حاصل کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں خدا کی مکمل معرفت حاصل ہوتی ہے اور وہ یقین کے بلند ترین مقام پر فائز ہوتے ہیں اور ان کے وجود کی نس نس یقین کی لذت سے سرشار ہوتی ہے۔ اور ان کے قلوب و اَرواح میں ایمان کی خوشبو رچی بسی ہوئی ہوتی ہے۔ ان کا ایمان اخلاص کے بلند ترین درجہ کا حامل ہوتا ہے اور وہ تسلیم و رضا اور توکل کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہوتے ہیں۔

انھیں دل کی گہرائیوں سے یقین ہوتا ہے کہ خدا انھیں دیکھ رہا ہے اسی لیے

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

وہ اس کی نافرمانی سے گریز کرتے ہیں اور انھیں خدا کی قدرت کا یقین ہوتا ہے اسی لیے وہ اس کے احکام کی مخالفت سے پرہیز کرتے ہیں۔ انھیں محاسبہ پر اطمینان ہوتا ہے اسی لیے وہ بھلائی کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کرتے۔ انھیں معلوم ہے کہ ہر بات کا حساب ہونا ہے۔ اسی لیے وہ اپنی زبان کو غلط باتوں سے آلودہ نہیں کرتے۔ وہ واجبات و فرائض کے ساتھ مستحبات کا بھی مکمل خیال رکھتے ہیں اور حرام تو درکنار وہ مکروہات سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ خدا کی عظمت و کبریائی، عزت و قدرت، علم و حکمت، حلم و غضب، رأفت و رحمت ہی ان کے افکار کا محور ہوتی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے خدا کو عبادت کے اہل سمجھ کر اس کی عبادت کی اور اس ذاتِ واحد کو شکر کے قابل سمجھ کر اس کا شکر ادا کیا اور اسے تعظیم و تقدیس کا حق دار سمجھ کر اس کی تعظیم و تقدیس کی۔

انھیں یہ علم ہے کہ حُبِ دنیا، خواہشات اور نفس و شیطان ان کے دشمن ہیں اسی لیے انھوں نے ان سے دشمنی رکھی اور دنیا سے کراہت کی اور خواہشات کی مخالفت کی اور انھوں نے اپنے آپ کو تقویٰ کا عادی بنایا۔ شیطان کی ہر قدم پر مخالفت کی اور ہر مقام پر رحمٰن کی اطاعت کی اور بندگانِ خدا کو فائدہ پہنچایا۔ مخلوقِ خدا کی خدمت کی اور یوں انھوں نے رحمٰن کو راضی کیا اور ابلیس کو رُسوا کیا۔

یہ وہ خوش بخت ہیں جنھوں نے خدا کو طبیب سمجھا اور اس کے نسخہ کی پیروی کی۔ ان لوگوں نے خدا کو حکیم جانا تو اس کی بیان کردہ حکمت کے موتیوں کو تلاش کیا۔ ان لوگوں نے خدا کو اپنا رب اور خالق مانا تو اس کی رضا پر عمل کیا اور اس کی ناراضگی سے اپنے آپ کو بچایا۔

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کو اپنا رازق اور ہادی مانا تو اس سے ٹوٹ کر محبت کی اور خدا نے جن کی محبت کا حکم دیا تھا ان سے محبت کی اور خدا نے جن سے

Presented by www.ziaraat.com

بغض رکھنے کا حکم دیا تھا تو اس سے بغض رکھا۔ خدا نے جن کی اطاعت کو واجب قرار دیا تھا ان کی اطاعت کی اور مخالفت کو فرض قرار دیا تھا ان کی مخالفت کی۔

یہ وہ سعادت مند ہیں جنھوں نے خدا اور اس کے دین کی مدد کی اور ان کی پوری زندگی رسولؐ مقبول اور ان کی اہلِ بیتؑ کے ساتھ بسر ہوئی اور انھوں نے ان ذواتِ طاہرہ کو اپنے نفوس پر مقدم رکھا اور ان کی حفاظت کے لیے اپنے وجود کو قربان کیا اور ان کے سامنے شہادت کا جام نوش کیا۔

حضرت عباسؑ اور تمغۂ عصمت

ہم نے جتنے اوصاف کا ذکر کیا ہے یہ سب عصمت کے لوازم میں سے ہیں اور ہم پورے ایقان سے کہتے ہیں کہ حضرت ابوالفضل العباسؑ میں تمام مذکورہ صفات بدرجہ اتم موجود تھیں۔ اس مقام کو آپؑ نے اپنی ذاتی کدوکاوش سے حاصل کیا تھا۔

ابن زیاد کی طرف سے شمرلعین آپؑ کے لیے امان نامہ لایا اور آپ کو اعلیٰ ترین سرکاری عہدوں کا لالچ دیا گیا مگر آپؑ نے کمالِ عصمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی امان اور اس کے عہدوں پر لعنت کی اور فرزندِ رسولؐ کو بے یارومددگار نہ چھوڑا۔

آپؑ نے اپنے نفس کو تقویٰ کا اتنا عادی بنایا تھا کہ دریا میں اُترے۔ اس وقت خود بھی پیاسے تھے مگر آپؑ نے فرزندِ رسولؐ اور ان کے اطفال کی پیاس کو مدنظر رکھتے ہوئے پانی نہیں پیا تھا اور گھاٹ سے پیاسے نکل آئے تھے۔

ائمہ معصومینؑ نے آپؑ کو ''مواسی'' ہمدرد کا اعزاز عطا کیا جیسا کہ آپ کی زیارت میں یہ الفاظ وارد ہیں: فنعم الاخ المواسی۔ ''آپ بہترین ہمدرد بھائی تھے''۔

Presented by www.ziaraat.com

آپؑ کی قربانی کی مثال ہی نہیں ملتی۔ آپ نے اللہ، کتاب اللہ، رسولؐ اللہ اور اطاعتِ امامؑ کے لیے اپنی جان کی قربانی دی اور آپ شہید ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنی زیارت میں آپ کو خطاب کر کے یہ جملے ارشاد فرمائے:

فلعن اللّٰہ امۃ قتلتک ولعن اللّٰہ امۃ ظلمتک ولعن اللّٰہ امۃ استحلت منک المحارم وانتہکت حرمۃ الاسلام

"اللہ اس گروہ پر لعنت کرے جس نے آپ کو شہید کیا، اللہ اس گروہ پر لعنت کرے جس نے آپ پر ظلم کیا، اللہ اس گروہ پر لعنت کرے جس نے آپ کی حرمت کا خیال نہ رکھا اور اس طرح سے اسلام کی حُرمت کو پامال کیا"۔

سوال یہ ہے کہ کیا اسلام کی حُرمت اتنی عام ہے کہ کسی شخص کے قتل سے وہ پامال ہو جاتی ہے۔

ہرگز نہیں، البتہ اسلام کی حُرمت تب پامال ہوتی ہے جب کسی معصوم کو قتل کیا جائے۔ اگر حضرت عباسؑ اکتسابی طور پر درجۂ عصمت کے حامل نہ ہوتے تو معصوم امامؑ یہ کبھی نہ کہتے کہ آپ کے قتل سے اسلام کی حرمت کو پامال کیا گیا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ عصمتِ صغریٰ کے حامل تھے۔ چنانچہ آپؑ کو عصمتِ صغریٰ کا یہ اعزاز مبارک ہو۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

اڑتیسواں خصیصہ

آپؑ عالم، فاضل اور فقیہ کامل تھے

حدیث میں وارد ہے:

ان العباس بن علی زق العلم زقًا

''عباس بن علیؑ کو گھٹی میں علم ملا تھا''۔

آپؑ کے متعلق علما کا متفقہ فیصلہ ہے:

انه کان من فقهاء اولاد الائمة

''آپؑ کا تعلق ائمہ کی فقیہ اولاد سے تھا''۔

حضرت عباسؑ کی یہ خصوصیت آپؑ کو آپؑ کے ہم عصر دیگر بنی ہاشم سے ممتاز کرتی ہے۔ آپؑ علم و معرفت، فضل و کمال میں فوقیت رکھتے تھے اور اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ آپؑ نے تین معصوم اماموں سے کسب فیض کیا تھا اور آپؑ نے تین آئمہؑ سے علم حاصل کیا تھا۔

آپؑ نے سب سے پہلے اپنے شفیق والد حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے علم لیا تھا۔ آپؑ سے حضرت علیؑ کا یہ فرمان منقول ہے:

''بچے کو سات سال تک کھیل کود کی اجازت دینی چاہیے پھر سات سال تک اسے ادب و تہذیب سکھانی چاہیے اور سات سال تک اس سے خدمت لینی چاہیے۔ بچے کا قد تیس برس کی عمر میں مکمل ہو جاتا ہے اور اس کی عقل پینتیس برس کی عمر میں پختہ ہوتی ہے۔ اس کے بعد تجربات سے وہ بہت کچھ سیکھتا ہے''۔

Presented by www.ziaraat.com

مندرجہ بالا روایت کی تائید حضرت رسولؐ خدا کے اس فرمان سے ہوتی ہے:

''بچہ ابتدائی سات سال تک سردار ہے۔ پھر سات سال تک غلام ہے، پھر سات سال تک وزیر ہے۔ اگر اکیس برس کی عمر تک اس کا کردار و اخلاق اچھا ہو جائے تو بہتر ورنہ اس کو ٹھوکر مار کر اپنے سے جدا کر دو۔ تم خدا کی نظر میں معذور ہو''۔

اسی فرمان کی ترجمانی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان الفاظ سے فرمائی:

''سات برس کی عمر تک اپنے بچے کو کھیل کود کی اجازت دو۔ پھر سات سال تک اسے علم و ادب سکھاؤ۔ پھر سات سال تک اسے اپنے ساتھ رکھو اگر وہ ٹھیک رہے تو بہتر ورنہ اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے''۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ مذکور ہیں:

''اپنے بچے کو چھے برس کی عمر تک کھیل کود میں مصروف رہنے کی اجازت دو۔ پھر اسے چھے سال تک کتاب کی تعلیم دو۔ پھر اسے سات سال تک اپنے ساتھ رکھو اور اسے اپنے آداب سکھاؤ۔ اگر وہ قبول کرلے اور اچھا ہو جائے تو بہتر ورنہ اس سے دست بردار ہو جاؤ''۔

ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ صغر سنی میں پڑھا جانے والا (علم) پتھر میں نقش کی طرح سے پختہ ہوتا ہے۔ جب کہ بڑی عمر میں پڑھا جانے والا اتنا مؤثر نہیں ہوتا۔

ابوالفضل حضرت عباس علیہ السلام کے والد ماجد علم النفس (نفسیات) اور

www.ziaraat.com
Soheb-e-Sarina

Presented by www.ziaraat.com

علمِ اجتماع (عمرانیات) کے ماہر تھے اور آپ عظیم القدر ماہر تعلیم و تربیت بھی تھے۔
حضرت عباسؑ نے چودہ برس تک والد ماجد کے زیر سایہ زندگی بسر کی تھی۔ حدیث کی رُو سے آپ سات سال کی عمر تک کھیلے کودے ہوں گے۔ پھر امیر المومنین حضرت علیؑ نے پورے سات سال تک آپؑ کو تعلیم دی ہوگی اور یہ سات سال آپؑ کی زندگی کے اہم سال ہیں۔

جب معلم علیؑ ہو اور متعلم ابوالفضلؑ ہو تو خدا جانے اس معلمِ قدس نے اپنے لائق ترین متعلم کو کیا کچھ پڑھایا ہوگا۔ باپ کے تعلیم دینے میں کمی نہ تھی اور بیٹے کی تحصیل علم میں کمی نہ تھی۔ چنانچہ عظیم القدر باپ نے جی بھر کر بیٹے کو علم دیا۔

سات سے چودہ سال تک عمر کی اہمیت

سات سے چودہ برس تک کا عرصہ ہر انسان کی زندگی میں فیصلہ کن عرصہ شمار کیا جاتا ہے۔ یہ عرصہ حصولِ علم و ادب کا عرصہ ہے۔ اسی عرصہ میں ایک لڑکا اپنے علمی کیریئر کا آغاز کرتا ہے اور وہ ادب و ثقافت حاصل کرتا ہے۔ احادیث میں بھی عمر کے اس حصّہ کو انتہائی اہم قرار دیا گیا ہے۔ اگر کوئی لڑکا عمر کے اس حصّہ میں علم حاصل کرتا ہے تو پھر اس کا مستقبل روشن ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی لڑکا زندگی کے اس حصّہ سے فائدہ حاصل نہیں کرتا اور اس وقت کو کھیل کود اور آوارہ گردی میں تباہ کرتا ہے تو اس کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے اور وہ پوری زندگی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔

سات سے چودہ پندرہ سال تک کی عمر حقائق کی اطلاع حاصل کرنے کی عمر ہے۔ پندرہ برس کے بعد پڑھنے کی عمر نہیں ہے۔ اور جو لڑکا پندرہ برس کے بعد پڑھائی کا آغاز کرے تو وہ اکثر ناکام ہی رہتا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو ابتدائی عمر ہی سے تعلیم و تربیت کا عادی بنائیں۔

معصومینؑ نے فرمایا: اپنے بچوں کو دین سکھاؤ قبل اس کے کہ ان پر "مرجئہ"

Presented by www.ziaraat.com

قبضہ کرلیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو بچہ علم وعبادت میں پرورش پائے یہاں تک کہ بڑا ہوجائے اللہ تعالیٰ اسے بہتر صدیقوں کا ثواب عطا کرے گا''۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

''ایک نوخیز کا دل خالی زمین کے مانند ہوتا ہے۔ اس میں جو کچھ ڈالا جائے وہ اسے قبول کرتا ہے۔ تمھارا دل سخت ہونے اور تمھاری عقل معروف ہونے سے پہلے میں نے تمھیں ادب سکھانے میں جلدی کی ہے''۔

اگر انسان عمر کے ابتدائی حصہ میں نبی اکرمؐ اور ہادیانِ دین کی تعلیمات سے آراستہ نہ ہو اور عمر کے سات سالوں میں اپنے آپ کو اسلامی ثقافت سے مزین نہ کرے تو اس پر دوسری ثقافتیں حملہ کردیں گی اور غیر مسلم ثقافتیں اسے قبولِ حق سے روک دیں گی اور اس کا ذہن دین کی طرف راغب نہ ہوگا۔

آج کے اسلامی معاشرہ کا یہی المیہ ہے کہ نوجوان اسلامی ثقافت سے عاری ہوچکے ہیں اور یورپ کی غیر اسلامی ثقافت کے گرویدہ بن چکے ہیں جس کی وجہ سے ان کے دل معرفتِ حق سے خالی ہوچکے ہیں۔

جب بچہ سات سال کا ہوجائے تو والدین کو اس کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرنا چاہیے۔ اگر اس کی تعلیم وتربیت کی طرف توجہ نہ دی گئی تو وہ باطل اُمور اور جنسی لذات میں منہمک ہوجائے گا۔ عمر کے اس حصہ میں جنس کے خیلات بیدار ہونے لگ جاتے ہیں۔ اگر اس وقت اس کی مناسب تربیت نہ کی جائے تو وہ گم راہ ہوجائے گا۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نوخیز لڑکوں کی تعلیم و تربیت پر بڑا زور دیتے تھے، لہٰذا آپؑ سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ آپؑ نے اپنے فرزند ابوالفضل العباسؑ کی تربیت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت کیا ہو۔ چنانچہ حضرت عباسؑ نے اپنے شفیق معلم اور مربی کی آغوش میں تعلیم و تربیت کے مراحل کی تکمیل کی۔

حضرت عباسؑ اپنے والد امیرالمومنین حضرت علیؑ کے شاگرد تھے اور حضرت علیؑ رسولؐ خدا کے شاگرد تھے اور رسولؐ خدا براہِ راست رب العالمین کے شاگرد تھے۔ اس لحاظ سے آپؑ بالواسطہ طور پر اللہ تعالیٰ کے شاگرد تھے۔

حضرت عباسؑ نے مسلسل سات سال تک امیرالمومنینؑ سے تعلیم حاصل کی۔ امیرالمومنین حضرت علیؑ کی شہادت کے وقت آپؑ کی عمر چودہ برس تھی۔ اس کے بعد حضرت عباسؑ نے اپنے شفیق اور اپنے امام بھائی حضرت حسن مجتبیٰؑ سے تعلیم حاصل کی۔ امام حسنؑ اپنے والد اور اپنے نانا کے شاگرد تھے اور آپؑ کی علمیت کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ علمائے اہلِ سنت نے آپؑ کے متعلق یہ جملے لکھے:

كان يطالع اللوح المحفوظ في صغر سنه

"آپؑ کم سنی میں لوحِ محفوظ کا مطالعہ کیا کرتے تھے"۔

حضرت ابوالفضلؑ کتنے خوش نصیب ہیں کہ آپ کو خدا نے وہ استاد دیا جو لوحِ محفوظ کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ آپؑ حضرت امام حسنؑ کی زندگی میں ان کے وزیر اور مشیر تھے اور ہر امر میں ان کے شریکِ کار تھے۔

الغرض، شفیق والد کے بعد آپؑ نے زندگی کا ایک طویل عرصہ اپنے بڑے بھائی اور شفیق معلم کے زیرِ سایہ ان کا قوتِ بازو بن کر بسر کیا۔ حضرت امام حسن مجتبیٰؑ کی زیرِ نگرانی آپؑ نے علم و ادب کے زینے طے کیے۔

حضرت امام حسن مجتبیٰؑ کی شہادت کے وقت آپؑ کی عمر چوبیس برس کی تھی۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امام حسنؑ کی غمناک شہادت کے بعد آپؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے کسب فیض حاصل کیا اور زندگی کے آخری لمحہ تک حضرت امام حسین علیہ السلام کے فیوضات سے مستفید ہوتے رہے۔

خدا جانے تین معصومینؑ سے کسب فیض حاصل کرنے کے بعد آپؑ علم و ادب کے کتنے بڑے درجات پر فائز ہوں گے۔ آپؑ کی زندگی کا اختتام شہادت پر ہوا۔ آپؑ نے اپنے خون کے پاکیزہ قطروں سے اور اپنے کٹے ہوئے بازوؤں سے دین کی نصرت اور اپنے امامؑ کی حفاظت کی تھی۔

آپؑ کی فصاحت و بلاغت

فصاحت و بلاغت میں آپؑ اپنے والد کے شاگرد تھے۔ حضرت علیؑ کی فصاحت و بلاغت محتاج بیان ہی نہیں ہے جس کے خطبوں کے مجموعہ کو دنیا "نہج البلاغہ" کے نام سے یاد کرتی ہو، اس کی بلاغت کو انسان بیان کرے تو کیا کرے۔

حضرت عباس علمدارؑ نے بلاغت اپنے والد سے میراث میں پائی تھی۔ آپؑ کا کلام حسن تعبیر اور سلاست کا شہ پارہ ہوتا تھا۔ فاضل دربندی اسرار الشہادۃ میں لکھتے ہیں: روز عاشورا ایک شخص حضرت ابوالفضلؑ کے مقابلہ پر آیا۔ اسے اپنی دلیری اور بلاغت پر بڑا ناز تھا۔ اس نے ابوالفضلؑ کے سامنے گیدڑ بھبکیوں کا اظہار کیا اور کہا: میں بہت دلیر، جری اور نڈر انسان ہوں۔ اگر آپ کو سلامتی مطلوب ہے تو آپ میرے سامنے ہتھیار ڈال دیں۔

شیر خدا کے فرزند نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے پوری دلجمعی اور دلیری سے جواب دیا:

"اے شخص! تیری لاف گزاف سے میں ڈرنے والا نہیں ہوں۔ تیری ساری گفتگو سراب کے مانند ہے جو دُور سے پانی

Presented by www.ziaraat.com

معلوم ہوتا ہے وہاں جانے پر پتا چلتا ہے کہ ریت چمک رہی تھی۔ تو یہ سمجھتا ہے کہ میں تیرے سامنے ہتھیار ڈال دوں گا۔ تیری اس خواہش کا پورا ہونا ناممکن اور محال ہے۔

اے خدا اور رسولؐ خدا کے دشمن! اچھی طرح سے سُن لے میں جری اور بہادروں سے مقابلہ کرنے کا عادی ہوں۔ میں جنگ کی تکالیف پر صبر کرنے والا ہوں اور جس میں یہ صفات کامل ہوں وہ کسی بھی مد مقابل سے نہیں ڈرا کرتا۔ میں رسولؐ خدا سے اتصال رکھتا ہوں۔ میں شجرۂ نبوت کا ثمر ہوں اور جو شجرۂ نبوت کا پھل ہو وہ کبھی بھی عار اور ملامت کو برداشت نہیں کرسکتا۔

میں علی بن ابی طالبؑ کا فرزند ہوں، میں مقابلہ کرنے والوں کے مقابلہ سے عاجز ہونے والا نہیں ہوں اور میں شمشیر و سناں کی ضربوں سے ملول خاطر ہونے والا نہیں ہوں۔ میں نے چشم زدن کے لیے بھی کسی کو اللہ کا شریک نہیں بنایا اور میں نے آج تک فرمانِ رسولؐ کی کبھی مخالفت نہیں کی۔ میں اسی درخت کا ایک پتا ہوں اور پتے ہمیشہ ٹہنیوں پر ہی لگا کرتے ہیں۔ میں نے زندگی سے کبھی پیار نہیں کیا اور موت سے کبھی پریشان نہیں ہوا۔ تجھ سے جو بھی ممکن ہو کرلے"۔

الغرض آپؑ کی اس سے لڑائی ہوئی اور فریقین نے ایک دوسرے پر تابڑ توڑ حملے کیے۔ آخرکار آپؑ نے اس پر ایسا کاری وار کیا کہ وہ واصلِ جہنم ہوا۔

چمکتے سورج کا انکار ناممکن ہے

ہمارے سابقہ بیانات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو چکی ہے کہ آپؑ علم کے

Presented by www.ziaraat.com

شمس الضحیٰ تھے اور آپؑ کے وجود مقدس سے علم و فضل، حکمت و دانش کی کرنیں دنیا کو روشن کرتی تھیں۔ آپؑ نے علم کی سب سے اعلیٰ ڈگری حاصل کی تھی۔ آپ حیدری، حسنی، اور حسینی یونی ورسٹیوں کے فارغ التحصیل تھے۔ آپؑ جامعۂ رسولؐ اللہ کے فارغ التحصیل تھے۔ آپؑ بیک وقت تین اماموں کے شاگرد تھے۔ دنیا میں کچھ شپرہ چشم افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں سورج دکھائی نہیں دیتا اور وہ اپنی حقیر موم بتیوں پر ہی ناز کرتے ہیں۔

چنانچہ علما نے اس طرح کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ کربلائے معلی کے حوزہ علمیہ میں ایک شخص اپنے آپ کو علم و فضل کے آخری درجہ پر سمجھتا تھا۔ ایک مرتبہ چند علما کے سامنے حضرت عباس علمدارؑ اور ان کے معارف الٰہیہ اور ان کی دینی ثقافت کا ذکر چھڑا تو اپنے علم پر ناز کرنے والے مغرور شخص نے اپنے علم و عمل پر ناز کرتے ہوئے کہا کہ بھلا میں ابوالفضلؑ سے کیا کم ہوں۔

اگر وہ صاحب علم تھے تو میں بھی عالم ہوں۔ اگر وہ قاری قرآن اور شب زندہ دار تھے تو یہ صفات مجھ میں بھی تو موجود ہیں البتہ انہیں شہادت کا اضافی درجہ ملا تھا۔

تمام علما نے لاحول ولا قوۃ کا ورد کیا اور اس سے کہا کہ اس طرح کی شیخی بگھارنا صحیح نہیں ہے۔ آپ نے علما سے علم حاصل کیا جب کہ حضرت عباسؑ نے آئمہؑ سے علم حاصل کیا۔ آپ کا علم ظنی ہے اور ابوالفضل کا علم یقینی ہے۔

لیکن وہ مغرور شخص اپنے دعویٰ پر قائم رہا۔ محفل برخاست ہوئی اور ہر شخص اپنے اپنے گھر چلا گیا اور ہر شخص کو اس کے دعویٰ پر تعجب تھا۔ صبح ہوئی تو گزشتہ شب کے تمام شرکا اس کے گھر یہ دیکھنے کے لیے گئے کہ جا کر دیکھیں کہ اس شیخی باز کا کیا انجام ہوا؟

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

دروازے پر دستک دی تو اس کے اہلِ خانہ نے بتایا کہ وہ صبح سویرے اُٹھ کر حضرت ابوالفضلؑ کے روضہ پر گیا ہے۔ یہ سنا تو سب دوست حضرتؑ کے روضہ پر آئے اور وہاں پہنچ کر انھوں نے یہ منظر دیکھا کہ اس نے اپنے گلے میں رسی باندھ رکھی ہے جب کہ رسی کا دوسرا سرا حضرتؑ کی ضریح مطہر کے ساتھ بندھا ہوا ہے اور رُو رُو کر اپنے گناہوں اور بے ادبی کی معافی مانگ رہا ہے۔

دوستوں نے اس سے اس کا حال معلوم کیا تو اس نے بتایا: جب میں تم سے جدا ہو کر اپنے گھر میں آیا اور بستر پر سویا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ اہلِ علم کی بہت بڑی محفل لگی ہوئی ہے۔ اتنے میں ایک بزرگوار تشریف لائے۔ تمام علما نے اُٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ آنے والے کے چہرے سے خدائی نور ٹپک رہا تھا۔ چنانچہ وہ بزرگوار سکون سے چلتے ہوئے آ رہے تھے۔ صدر مجلس میں ان کے لیے ایک کرسی رکھی گئی تھی۔ وہ آ کر اس کرسی پر بیٹھ گئے۔

آنے والا اتنا جلالت مآب تھا کہ پوری محفل پر سناٹا چھا گیا اور یوں لگا کہ لوگوں کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے حاضرین میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ یہ بزرگوار کون ہیں؟ مجھے جواب دیا گیا کہ یہ حضرت ابوالفضلؑ العباس بن امیر المومنینؑ ہیں۔

جب میں نے آپؑ کا نام سنا اور آپؑ کے جلال کو دیکھا تو میں کانپنے لگا کیونکہ میں ان کے حق میں بے ادبی کر چکا تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ آپؑ نے محفل میں شریک ایک ایک فرد کو سلام کیا اور جب میری باری آئی تو آپؑ نے میرا نام لے کر فرمایا تو کیا کہتا ہے؟

قریب تھا کہ میں غش کر جاتا لیکن خدا کا فضل میرے شاملِ حال ہوا اور جو کچھ میں نے محفل میں کہا تھا وہ سب بلاکم و کاست ان سے بھی کہہ دیا اور ان سے

Presented by www.ziaraat.com

معافی بھی مانگی۔ اس وقت آپ مسکرا دیے اور میری معذرت قبول کرتے ہوئے فرمایا: اگر تو اپنی باتوں پر نادم ہے اور توبہ کرتا ہے تو خدا تجھے معاف کردے گا۔ لیکن یہ سمجھ لے کہ تو نے میرے متعلق غلط اندازے قائم کیے ہیں۔ تو نے اپنے اور میرے علم کا موازنہ کیا ہے۔ میں نے اصل منبع سے علم حاصل کیا ہے اور میں نے معدن و سرچشمہ سے فضیلت حاصل کی ہے۔ میں نے رسولؐ خدا کے شاگرد نفسِ رسولؐ سے تعلیم حاصل کی ہے۔ ان کے بعد میں نے اپنے دو امامؑ بھائیوں سے علم حاصل کیا ہے۔ میرے ان بھائیوں کو جانتے ہو وہ جوانانِ جنت کے سردار اور گلشن پیغمبرؐ کے پھول ہیں۔ میں نے اپنے آئمہؑ اور اپنے آقاؤں سے معارفِ الٰہیہ اور تعلیماتِ اسلام حاصل کی ہیں۔ اسی لیے مجھے یقین اور بصیرت کا مقام حاصل ہے۔

اس کے برعکس تو نے ان لوگوں سے علم حاصل کیا ہے جو یقین کی دولت سے خالی تھے۔ ان کی طرح تُو بھی یقین کی دولت سے خالی ہے۔ تیرا سارا دارومدار اصول و قواعد پر ہے اور یہ اصول و قواعد احکام سے جاہل افراد کے لیے مقرر کیے گئے ہیں اور جب تو واقعیت تک نہیں پہنچ سکتا تو تُو ان اصول و قواعد کا سہارا لیتا ہے۔ جب کہ مجھے اپنے علم کے لیے ان اصول و قواعد کی ضرورت نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے احکام کا علم مصدرِ وحی اور معدنِ نبوت و رسالت سے حاصل کیا ہے۔

علاوہ ازیں میں نے ان سے تزکیۂ نفس کی تعلیم حاصل کی ہے جو خدا کے شاگرد تھے اور ان کے نفوس کا براہِ راست خدا نے تزکیہ کیا تھا اور انھیں ہر ناپاکی سے دُور رکھ کر تطہیر کا مالک بنایا تھا اور میں ان سے تعلیم حاصل کر کے مہذب و مؤدب بنا ہوں اور میں اتنے اخلاقِ عالیہ کا مالک ہوں کہ اگر میں انھیں تم لوگوں میں تقسیم کروں تو تم انھیں اُٹھا نہ سکو گے۔

Presented by www.ziaraat.com

اس کے برعکس تیرا نفس ابھی تک پاک نہیں ہے۔ تیرے اندر ابھی تک ایسی صفات رذیلہ موجود ہیں جو خدا کو ناپسند ہیں۔ تیرے اندر غرور، ریا اور ناحق بحث جیسی خراب صفات موجود ہیں۔

بعدازاں حضرت ابوالفضلؑ نے میرے منہ پر ہاتھ مار کر کہا کہ اُٹھ اور خدا سے توبہ کر اور ان صفات رذیلہ کو اپنے دل سے نکال دے جو خدا کو ناپسند ہیں۔

چنانچہ جیسے ہی خواب ختم ہوا میں خوف زدہ ہو کر بیدار ہوا اور توبہ کرنے کے لیے حضرت عباسؑ کے روضۂ اطہر پر آیا اور حضرتؑ کے توسل سے خدا سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کر رہا ہوں کہ خدا مجھ سے راضی ہو جائے اور میری لغزشات پر میرا مؤاخذہ نہ کرے۔ میں حضرت ابوالفضلؑ سے معافی کا خواستگار ہوں اور خدا کے حضور توبہ کرتا ہوں۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

ان دو میں سے بڑا عالم کون تھا؟

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیں: ایک مرتبہ اہلِ علم کی ایک محفل میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ ان دو شخصیات میں سے بڑے عالم کون تھے؟ کیا حضرت ابوالفضل العباسؑ بڑے عالم تھے یا حضرت سلمان فارسیؓ؟

محفل میں موجود ایک صاحب علم نے کہا: میرے خیال میں حضرت سلمان فارسیؓ بڑے عالم تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے ان کے متعلق فرمایا تھا: سلمان منا اهل البيت ''سلمانؓ ہمارے اہلِ بیتؑ میں سے ہے''۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے سلمانؓ کے متعلق یہ الفاظ فرمائے تھے:

ادرك سلمان العلم الاوّل والآخر وهو بحر لا ينزح وهو منا اهل البيت

''سلمانؓ نے اوّلین و آخرین کا علم پایا ہے اور وہ نہ ختم ہونے

Presented by www.ziaraat.com

والا سمندر ہے اور وہ ہم اہل بیتؑ میں سے ہے"۔

معصومینؑ نے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ سلمانؓ لقمان حکیم کے مانند تھے۔

جس صاحب علم نے یہ رائے دی تھی اس نے چند ہی روز میں اپنی رائے بدل دی۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ آپ نے اپنی رائے کیوں تبدیل کی ہے؟ اس نے کہا: خدا نے مجھے اس لغزش سے بچانا تھا جس دن میں نے اپنا یہ نظریہ پیش کیا تو اس رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑی عالی شان محفل جمی ہوئی ہے۔ حضرت ابوالفضل العباسؑ صدر محفل میں پورے جلال کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ میں نے دیکھا کہ حضرت سلمان فارسیؓ ایک غلام کی طرح ان کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں اور ان کے احکام پر عمل کر رہے ہیں۔

میں یہ منظر دیکھ کر حیران ہوا تو حضرت سلمانؓ نے ہاتھ کے اشارہ سے مجھے اپنے پاس بلایا اور انھوں نے مجھ سے فرمایا: "تمھیں میرے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ سچ ہے کہ میں نہ ختم ہونے والا سمندر ہوں مگر اپنے ہی جیسے افراد کے لیے میں ایسا ہوں۔ میں ابوذرؓ، حذیفہؓ، عمارؓ اور ابن مسعودؓ کے لیے نہ ختم ہونے والا سمندر ہوں اور جہاں تک فرزندِ امیرالمومنین حضرت ابوالفضل العباسؑ کے ساتھ موازنہ کا تعلق ہے تو میں ان کے خادم ہونے اور ان کا ادنیٰ شاگرد ہونے پر فخر کرتا ہوں۔ میں ان سے علم و فضل کی خیرات حاصل کرنے والا ہوں۔

.......●.......

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

انتالیسواں خصیصہ

آپؑ عالمِ باعمل تھے

اسلام دین علم ہے اور ہادیانِ دین سے یہ الفاظ منقول ہیں:

طلب العلم فریضة علی کلّ مسلم ومُسلمة

"طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے"۔

علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر واجب عینی ہے۔ جس طرح سے ہر مسلمان پر نماز، روزہ فرض ہے اسی طرح سے ہر مسلمان پر علم حاصل کرنا واجب ہے اور علم کا تارک نماز کے تارک کے مانند ہے۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

حضرت رسول اکرمؐ کا فرمان ہے:

انما العلم ثلاثة آیة محکمة او فریضة عادلة او سنة قائمة وما خلاهن فضل

"مفید علم میں تین چیزیں شامل ہیں: ① آیت محکمہ کا علم ② فریضۂ عادلہ کا علم ③ سنتِ قائمہ کا علم۔ اس کے علاوہ باقی علم اضافی ہے"۔

حضرت امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

ثلاث بهن یکمل المسلم التفقه فی الدین والتقدیر فی المعیشة والصبر علی النوائب

"ایک مسلمان تین چیزوں سے کامل ہوتا ہے: ① دین کی سمجھ بوجھ ② معیشت کی صحیح منصوبہ بندی ③ مصائب پر صبر کرنا"۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

وجدت علوم الناس کلها فی اربع اولها ان تعرف ربك والثانیة ان تعرف ما صنع بك والثالثة ان تعرف ما اراد منك والرابعة ان تعرف ما یخرجك من دینك

''لوگوں کے جملہ علوم کا خلاصہ چار باتوں میں مضمر ہے: پہلی بات یہ ہے کہ تمھیں اپنے رب کی معرفت ہونی چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ تمھیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ خدا نے تم سے کیا سلوک کیا ہے؟ تیسری بات یہ ہے کہ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمھارا رب تم سے کیا چاہتا ہے؟ چوتھی بات یہ ہے کہ تمھیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کون سے اقدامات تمھیں دین سے خارج کر سکتے ہیں''۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''علم ہر قیمتی مال کی بنیاد ہے اور ہر بلند مقام کی انتہا ہے''۔

علم کی اسی اہمیت کے پیش نظر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے''۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ اس سے تقویٰ اور یقین کا علم مراد ہے۔ یہ تین اشیا کا علم ہے:

① وہ چیزیں جنھیں دلیل سے جاننا ضروری ہے

اُصولِ دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ اصولِ دین پانچ ہیں۔ انھیں دلیل و برہان سے جاننا ضروری ہے۔ ہر انسان کے لیے فرض ہے کہ وہ یہ جانے کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے اور وہ عالم، قادر، مرید، مدرک، حی و قیوم،

Presented by www.ziaraat.com

غنی و متکلم اور صادق و سرمدی ہے۔ اسے نہ تو اُونگھ آتی ہے اور نہ ہی اس پر نیند طاری ہوتی ہے۔ اور یہ کہ وہ عادل ہے کسی پر ذرّہ برابر ظلم نہیں کرتا۔

اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے انبیاؑ و رسلؑ کو روانہ کیا۔ اللہ نے لوگوں کی رہنمائی کے لیے انبیاؑ پر کتابیں نازل کیں۔ نبوت کا سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوا اور حضرت خاتم الانبیا محمد مصطفیؐ پر ختم ہوا۔

اللہ نے انبیا کے لیے معصوم اوصیا مقرر کیے۔ ہمارے نبیؐ کے اوصیا کی تعداد بارہ ہے۔ آں حضرتؐ کے پہلے وصی حضرت علیؑ اور آخری وصی مہدیؑ منتظر ہیں۔ آپ ہی کے ذریعہ سے ظلم و جور سے بھری دنیا عدل و انصاف سے بھر جائے گی۔ بارہ آئمہ کے ساتھ حضرت سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا بھی معصوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی پاکیزگی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ○ (احزاب، آیہ ۳۳)

"اے اہل بیتؑ! اللہ تو بس یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر طرح کی ناپاکی کو دُور رکھے اور تمھیں ایسی پاکی عطا کرے جیسا کہ طہارت کا حق ہے"۔

رسول اکرمؐ سمیت اس اُمت میں معصومینؑ کی تعداد چودہ ہے۔ اس کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جزا و سزا کے لیے ایک دن مقرر کیا ہے جسے روزِ قیامت کہا جاتا ہے۔ اس دن نیک افراد کو جزا اور بدکار افراد کو سزا دی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ إِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ

Presented by www.ziaraat.com

الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنۡ زُحۡزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدۡخِلَ الۡجَنَّةَ فَقَدۡ فَازَ ؕ وَ مَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ (آل عمران، آیہ ۱۸۵)

''ہر جان نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ قیامت کے دن تمھیں تمھارا پورا پورا اجر دیا جائے گا جسے دوزخ سے بچا لیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے تو وہ کامیاب ہے۔ دنیاوی زندگی بس دھوکے کا ساز وسامان ہے''۔

ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ توحید، عدل، نبوت، امامت اور قیامت کا تعلق اُن اصول وعقائد سے ہے جہاں تقلید غیر ضروری ہے۔ ان عقائد کے لیے دلیل و برہان کی ضرورت ہے۔

۲ وہ چیزیں جن پر عمل ضروری ہے

ہر مسلمان کو اپنے شرعی احکام کا علم ہونا چاہیے اور فروع دین کی تعداد دس ہے: ① نماز ② روزہ ③ حج ④ زکوٰۃ ⑤ خمس ⑥ جہاد ⑦ نیکی کا حکم دینا ⑧ برائیوں سے روکنا ⑨ اللہ کے پیاروں سے محبت رکھنا ⑩ اللہ کے دشمنوں سے بیزاری۔

الغرض اصول دین کے علاوہ دین کے باقی مسائل کا تعلق فروع سے ہے اور ہر مسلمان کا اپنے شرعی مسائل سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ اس مقام پر یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ فروع دین میں تقلید کرنا جائز ہے اور تقلید کے لیے کسی جامع الشرائط مرجع کا انتخاب کرنا چاہیے اور اس سے مسائل واحکام حاصل کرنے چاہئیں۔

فروع دین میں ہر شخص پر اجتہاد واجب نہیں ہے اور ان کی دلیل و برہان کو تلاش کرنا ضروری نہیں ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے خصوصی رعایت ہے کیونکہ فروع دین زیادہ ہیں اور ان سب کو دلیل و برہان سے حاصل کرنا انسان کے لیے مشکل

Presented by www.ziaraat.com

ہے۔ اسی میں ان کے لیے جامع الشرائط مرجع کی تقلید کی اجازت دی گئی ہے۔

④ وہ چیزیں جن کا جاننا ضروری ہے

انفرادی اور اجتماعی اخلاق کے لیے ہر مسلمان کے لیے حسبِ ذیل چیزوں کا جاننا ضروری ہے:

① اللہ سے رابطہ کا طریقہ کیا ہو اور کتاب، دین، رسل اور اولیا سے کس طرح کا سلوک روا رکھنا چاہیے۔

② ہر انسان کو یہ جاننا چاہیے کہ اس کا خود اس کی ذات، روح، فکر و عقل، جذبات و ضروریات، اعضا و جوارح سے کس طرح کا ارتباط ہونا چاہیے؟

③ والدین، رشتہ داروں، بھائی بہنوں، بیوی، اولاد، احباب اور شریکِ کار افراد، معلم و استاد، حاکم و سلطان اور معاشرے کے دیگر افراد سے کس طرح کا سلوک روا رکھنا ہے؟ اس کا علم ہر مسلمان کو ہونا چاہیے۔

④ خرید و فروخت، صنعت و حرفت، لین دین اور سفر و حضر کے لیے کیا طریق کار ہونا چاہیے؟ انسان کو اس کا بھی علم ہونا چاہیے۔

ہمیں اس حقیقت کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ہادیانِ دین نے ہمیں انفرادی اور اجتماعی آداب کی تعلیم دی ہے جن میں اعلیٰ اخلاق اور محاسنِ آداب کی پاسداری کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم اپنے اجتماعی و معاشرتی اخلاق و آداب کے لیے خود کفیل ہیں۔ ہمیں فصیلِ اسلام سے باہر جھانکنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ معاشرتی حقوق جاننے کے لیے حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام کا رسالۃ الحقوق ایک اہم اور بنیادی دستاویز ہے۔ ہر مسلمان کو پوری گہرائی اور دلجمعی کے ساتھ اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ یقیناً یہ رسالہ انفرادی اور اجتماعی سعادت کا ضامن ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

میری تجویز ہے کہ ہمیں جدید تعلیمی ادارے قائم کرنے چاہئیں جہاں نوجوانوں کی تربیت "رسالۃ الحقوق" کی اساس پر کی جائے۔ ہمیں اپنے جوانوں کی زندگی میں اس کی مکمل تطبیق دکھائی دینی چاہیے۔ اگر ہماری زندگیاں "رسالۃ الحقوق" کے مطابق بن جائیں تو یقین کریں کہ ہم دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

حضرت ابوالفضلؑ اور مذکورہ تین علوم

ہم سابقہ صفحات میں یہ لکھ چکے ہیں کہ حضرت ابوالفضل العباسؑ مذکورہ تینوں علوم اصولِ دین، فروعِ دین اور اخلاق و آداب میں رسولؐ خدا کے قائم کردہ ادارے اور اہلِ بیتؑ طاہرین کی قائم کردہ یونی ورسٹی کے فارغ التحصیل تھے۔ آپؑ نے تین آئمہ ہدیٰؑ سے کسبِ فیض کیا تھا۔ آپؑ عالمِ کامل، فقیہہ فاضل اور عالی قدر استاد اور جملہ علوم اسلامی کے حامل تھے۔ یہ علم و عمل کی جہت ہے اور جہاں تک عمل اور تطبیق خارجی کا تعلق ہے تو یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ نے پوری زندگی اپنے علم پر عمل کیا تھا۔ آپؑ کا کوئی بھی قول و فعل آپؑ کے علم کے خلاف نہیں تھا۔

علم کے لیے عمل کی اہمیت

علم کے لیے عمل انتہائی ضروری ہے۔ ہادیانِ دین کا فرمان ہے:

علم، عمل سے متصل ہے، جس نے علم حاصل کیا اس نے عمل کیا، جس نے عمل کیا اُسے علم حاصل ہوا۔ علم عمل کی دعوت دیتا ہے۔ اگر کوئی اس دعوت کو قبول کرتا ہے تو علم اس کے پاس ٹھہرتا ہے ورنہ رخصت ہو جاتا ہے۔

ائمہ ہدیٰؑ کا فرمان ہے: عالم بے عمل اس درخت کے مانند ہے جس پر ثمر نہ ہو۔ ایک اور حدیث میں یہ کہا گیا کہ انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ جب تک سابقہ علم پر

Presented by www.ziaraat.com

عمل نہ کرلو اس وقت تک نیا علم حاصل نہ کرو۔ جس علم پر عمل نہ کیا جائے وہ اپنے حامل کے کفر میں اضافہ کرتا ہے اور ایسا علم خدا سے دُور کرتا ہے۔

معصومینؑ سے مروی ہے کہ عالم دو طرح کے ہیں: ایک عالم وہ ہے جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے۔ ایسا شخص ناجی ہے۔ ایک عالم وہ ہے جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا تو یہ ہلاک ہونے والا ہے۔ اہل دوزخ بے عمل عالم کی بدبو سے اذیت محسوس کریں گے اور اہلِ دوزخ میں سے سب سے زیادہ حسرت و ندامت میں وہ عالم مبتلا ہوگا جس نے کسی کو اللہ کی دعوت دی ہوگی اور اس نے اس دعوت کو قبول کیا ہوگا اور اللہ کی اطاعت کر کے جنت میں چلا گیا ہو، جب کہ خود دعوت دینے والا اپنی بے عملی کی وجہ سے جہنم میں ہو۔

یاد رکھو خواہشات کی پیروی حق سے روک دیتی ہے اور اُمیدوں کا پھیلاؤ آخرت کو فراموش کرا دیتا ہے۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے منبر کوفہ پر فرمایا: لوگو! جب علم آ جائے تو اپنے علم پر عمل کرو تا کہ تمھیں ہدایت مل سکے۔ بے عمل عالم اس سرگردان جاہل کی طرح سے ہوتا ہے جسے اپنی جہالت سے فرصت نصیب نہ ہو۔ ایسے شخص پر حجت زیادہ ہے اور اس کی حسرت دائمی ہے۔

اضطراب سے بچو ورنہ شک کرنے لگو گے اور شک سے بچو ورنہ کافر بن جاؤ گے۔ اپنے آپ کو چھوٹ مت دو ورنہ سُستی میں مبتلا ہو جاؤ گے اور حق میں سُستی نہ کرو ورنہ خسارے میں پڑ جاؤ گے۔ حق کا تقاضا یہ ہے کہ دین میں سمجھ بوجھ پیدا کرو۔ اور سمجھ بوجھ کا تقاضا یہ ہے کہ دھوکے میں نہ رہو۔ تم میں سے اپنا سب سے بڑا بہی خواہ وہ ہے جو تم میں سے اپنے رب کا زیادہ اطاعت گزار ہے اور تم میں سے اپنے آپ کو سب سے زیادہ دھوکا دینے والا وہ ہے جو اپنے رب کا زیادہ نافرمان

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

ہے۔ جو اللہ کی اطاعت کرے گا اسے امن ملے گا اور خوشی نصیب ہوگی اور جو کوئی اللہ کی نافرمانی کرے وہ ناکام ہوگا اور ندامت اُٹھائے گا۔

رہبرانِ دین کا فرمان ہے کہ اللہ معرفت کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں کرتا اور معرفت عمل کے بغیر ممکن نہیں ہے جسے معرفت حاصل ہوگی تو وہ معرفت اسے عمل کی ترغیب دے گی اور جو عمل نہ کرے وہ بے معرفت ہے۔ آگاہ رہو کہ ایمان کے اجزاء کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے۔

معصومینؑ سے منقول ہے کہ جس نے اپنے علم پر عمل کیا تو جو کچھ وہ نہیں جان سکا وہ اسے کوئی نقصان نہ دے گا۔

روایت میں ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا: مجھے ایک پتھر دکھائی دیا جس پر لکھا ہوا تھا: مجھے اُلٹ دو۔ میں نے پتھر کو اُٹھایا تو وہاں یہ لکھا ہوا دیکھا: جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا اس کے لیے باقی علم کی طلب باعثِ نحوست ہے اور جو علم وہ حاصل کر چکا ہے وہ قبول نہیں ہے۔

آئمہ ہدیٰؑ سے مروی ہے کہ جس نے علم حاصل کر کے عمل کیا تو آسمانی ملکوت میں اسے "عظیم" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی:

"بے عمل عالم کو میں ستر قسم کی سزائیں دوں گا، میں اس کے دل سے اپنے ذکر کی لذت خارج کر دیتا ہوں اور صحیح عالم وہ ہے جس کی زبان نہ بولے اس کے نیک اعمال اور پاکیزہ اوراد اُس کی صداقت اور پرہیزگاری کی خبر دیں"۔

رہبرانِ دین کا فرمان ہے: علم زمین پر اللہ کی ودیعت ہے اور علما اس امانت کے امین ہیں جس نے اپنے علم پر عمل کیا تو اس نے امانت کی ادائیگی کی اور جس نے

Presented by www.ziaraat.com

علم پر عمل نہ کیا تو اس کا نام خیانت کاروں میں لکھا جاتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

لا تجعلوا علمکم جھلا ویقینکم شکا اذا علمتم فاعملوا واذا تیقنتم فاقدموا

''اپنے علم کو جہالت اور اپنے یقین کو شک میں تبدیل نہ کرو جب علم آجائے تو عمل کرو اور جب یقین آجائے تو اقدام کرو''۔

حدیث میں وارد ہے:

''تمام لوگوں میں سے زیادہ عذاب اُس عالم کو دیا جائے گا جو اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھاتا''۔

جس علم پر عمل نہ کیا جائے وہ اس خزانے کے مانند ہے جسے انسان بڑی محنت سے حاصل کرے پھر اس سے فائدہ نہ اٹھائے۔ جو عالم علم رکھنے کے باوجود عمل نہیں کرتا اس کی مثال اس شمع کی سی ہے جو لوگوں کو روشنی دیتی ہے لیکن اپنے آپ کو جلا دیتی ہے۔ جو بھی شخص علم حاصل کر کے دنیا کی رغبت میں ڈوب جائے وہ خدا سے بہت دُور ہو جاتا ہے۔

ہر علم اپنے حامل کے لیے وبال ہے سوائے اس کے جس پر عمل کیا جائے۔ تمام لوگوں میں سب سے بڑا بدنصیب شخص وہ ہے جس کے علم کی تو شہرت ہو لیکن اس کا عمل غیر معروف ہو۔

الغرض، حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام مذکورہ بالا احادیث سے بخوبی واقف تھے۔ آپؑ نے امامت کی یونی ورسٹی سے علم حاصل کیا تھا۔ اسی لیے آپؑ کی پوری زندگی عمل سے عبارت تھی۔ آپؑ کی پوری زندگی اس امر کی شاہد ہے کہ

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

آپؑ نے قدم قدم پر اپنے علم کے مطابق کیا تھا اور آپؑ کی پوری زندگی حریم امامت کے تحفظ میں بسر ہوئی تھی۔ آپؑ نے امامِ حق کی حفاظت کے لیے اپنا پورا کنبہ قربان کیا۔ آپؑ نے امامِ زمانہؑ کے تحفظ کے لیے اپنے بیٹوں اور بھائیوں کی قربانی دی تھی اور جب دیکھا کہ امامؑ کی حفاظت کے لیے یہ قربانی بھی ناکافی ہے تو آپؑ نے اپنی جان راہِ حق میں قربان کر دی اور رہتی دنیا تک حرفِ وفا کو سربلندی دی۔

آپؑ اگر چاہتے تو اموی حکومت کی مخالفت میں ابن زبیر کی طرح اپنی الگ حکومت بھی قائم کر سکتے تھے۔ اگر ابن زبیر حکومت بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا تو آپ اس سے کہیں زیادہ حکومت کی صلاحیت رکھتے تھے لیکن آپؑ نے حکومت اور سربراہی کی کبھی کوشش ہی نہ کی تھی۔

اس وقت کی لعین حکومت کی طرف سے آپؑ کو امان کی پیش کش ہوئی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ عہدہ و منصب کا وعدہ بھی کیا گیا تھا لیکن آپؑ نے امان اور منصب کو پائے حقارت سے ٹھکرا کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت کو ترجیح دی تھی اور امامؑ کے سامنے اپنی جان قربان کر کے آپؑ نے شہادت کا افتخار حاصل کیا تھا۔

آپؑ نے اپنے عمل سے کائنات کو وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (ہو جاؤ سچوں کے ساتھ) کی آیت پر عمل کرنے کا سلیقہ سکھایا۔ آپؑ نے علم کے تقاضوں پر عمل کر کے اس وقت کے تمام لوگوں سے امتیاز حاصل کیا اور رسولؐ خدا، بی بی فاطمہ زہراؑ اور ائمہ اہلِ بیتؑ سے کئی اعزاز حاصل کیے۔

آپؑ اگرچہ نہ تو نبی تھے اور نہ ہی امام، اس کے باوجود آپؑ نے اپنے عظیم کردار سے عظیم مقامات کو حاصل کیا اور ائمہ طاہرینؑ سے اپنی عظمت کا سکہ منوایا۔

Presented by www.ziaraat.com

آپ کے عظیم کردار کے بعد کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نبی و امام تو نہیں ہوں، میں بھلا اللہ کے ہاں عظیم رتبہ کیسے پا سکتا ہوں۔

حضرت ابوالفضلؑ نے زبانِ حال سے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ لوگو! مجھے دیکھو میری مثال تمہارے سامنے موجود ہے۔ میں نہ تو نبی ہوں اور نہ ہی امام، پھر بھی میں نے خدا کے ہاں عظیم رُتبہ حاصل کیا ہے۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

چالیسواں خصیصہ

آپؑ اللہ، رسولؐ اور ائمہؑ کی نظر میں صاحب وجاہت ہیں

حضرت ابوالفضل العباسؑ نے اپنے راسخ ایمان، مضبوط عقیدے، اخلاق کریمہ اور اپنے معارف پر حرف بہ حرف عمل کر کے خدا، رسولؐ اور آئمہؑ کی نظر میں مقام عظمت حاصل کیا۔ چنانچہ آپؑ اللہ، رسولؐ اور خاتونؑ جنت اور ائمہ طاہرینؑ کی نظر میں صاحب وجاہت ہیں۔

حضرت ابوالفضلؑ کو وجاہت کا وہ درجہ ملا ہے جو آج تک نبی و وصی کے علاوہ اور کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ اس وجاہت کے چند نمونے ہم ذیل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

حضرت عباسؑ کا خدا کی نظر میں مقام

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ لَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِيْتًا ○ وَّ اِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ وَّ لَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ○ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ

Presented by www.ziaraat.com

اللّٰہِ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ عَلِیۡمًا (النساء، آیات ۶۶ تا ۷۰)

"اور اگر ہم ان پر فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر ڈالو یا اپنا وطن چھوڑ دو تو چند افراد کے علاوہ ان میں سے کوئی بھی اس پر عمل نہ کرتا حالانکہ اگر یہ اس نصیحت پر عمل کرتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور ان کو زیادہ ثبات حاصل ہوتا۔

ہم انھیں اپنی طرف سے اس پر عظیم اجر عطا کرتے اور ہم انھیں صراطِ مستقیم کی ہدایت کرتے۔ جو بھی اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر خدا نے انعام کیا ہے۔ انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین اور یہی بہترین ساتھی ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے فضل ہے اور خدا ہر ایک کے حالات کے علم کے لیے کافی ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے دو بڑے امتحانات کا ان آیات میں تذکرہ کیا ہے۔ پہلا امتحان جان کی قربانی اور دوسرا امتحان وطن سے ہجرت کا ہے۔ پھر اس کے بعد کی چار آیات ہیں۔ اس کے انعام کا ذکر کیا گیا ہے۔ پہلا انعام یہ ہے کہ ہم انھیں اجرِ عظیم عطا کریں گے اور دوسرا انعام یہ ہے کہ انھیں صراطِ مستقیم کی ہدایت دیں گے۔ تیسرا انعام یہ ہے کہ خدا و رسولؐ کی اطاعت کرنے والے افراد انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین کے رفیق ہوں گے۔ پھر آخر میں یہ اعلان کیا گیا کہ یہ خدا کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہے عطا کر دے اور اللہ سب کے حالات سے باخبر ہے۔

ان آیات پر جس طرح فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے جاں نثار بھائی حضرت ابوالفضلؑ نے عمل کیا اس کی نظیر تاریخ کے اوراق میں کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرزندِ رسولؐ پر ہجرت اور قتال فرض کیا۔ اس

Presented by www.ziaraat.com

فرض کو حبیبؐ خدا نے جبرئیل امینؑ کی زبانی بیان کیا تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم پر عمل کیا اور قرآنی وعدہ کے مطابق چند مخصوص افراد نے ہی آپ کی مدد کی تھی اور ان محدود خوش نصیب افراد میں حضرت عباسؑ سب سے پیش پیش تھے۔ آپؑ نے خدائی نصیحت پر عمل کیا اور یہ عمل آپ کی بہتری اور زیادہ ثبات کا ذریعہ بن گیا اور وعدہ الٰہی کے مطابق آپؑ اللہ کی طرف سے اجرِ عظیم اور صراطِ مستقیم کے حق دار قرار پائے اور آپؑ انبیا وصدیقین، شہدا اور صالحین کے گروہ کے رفیق بنے اور یوں آپؑ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا کی آیت کے مصداق قرار پائے۔ چنانچہ آپؑ کو یہ عظیم اعزاز مبارک ہو۔

حضرت عباسؑ کی چار زیارت گاہیں

حضرت عباس علم دارؑ کو آخرت میں خدا کی طرف سے جو جزا ملے گی اس کا ہم دنیا میں رہ کر تصور تک نہیں کر سکتے۔ دنیا میں اللہ کی طرف سے آپ کو جو جزا ملی ہے ذرا اس پر نظر دوڑاتے ہیں۔

آپؑ کا روضۂ مبارکہ زائرین کی منزلِ مقصود اور کعبہ اہلِ دل قرار پایا اور آپؑ کے روضہ سے کرامات کا ظہور ہوا، اور آج تک ان کرامات کا سلسلہ جاری و ساری ہے۔ بیمار آتے ہیں، شفا حاصل کرتے ہیں۔ مصیبت زدگان آتے ہیں تو مصائب سے رہائی نصیب ہوتی ہے۔ بے اولاد آتے ہیں تو نعمت اولاد سے جھولیاں بھر کر جاتے ہیں۔ گم نام آتے ہیں تو شہرت کی بلندیاں حاصل کرتے ہیں۔ نامراد آتے ہیں تو بامراد ہو کر پلٹتے ہیں۔

آپؑ کے اس روضہ مبارک کے علاوہ آپؑ کی نسبت سے تین اور زیارت گاہیں بھی ہیں۔ ان میں سے ایک شام میں ہے اور دو آپؑ کے روضہ کے قریب کربلا میں ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

رؤوس الشہدا شام میں

کتبِ مقاتل میں مذکور ہے: ابنِ سعد لعین نے شہدائے کربلا کے سر قطع کیے اور انھیں ابن زیاد کے پاس بھیجا۔ بعدازاں وہ سر اسیرانِ کربلا کے ساتھ شام بھیجے گئے تھے۔

جب یہ سر شام پہنچے تو ان سے بہت سی کرامات صادر ہوئی تھیں۔ ان کرامات کی وجہ سے یزید، ابن زیاد اور جملہ اُموی حکومت کو سخت رُسوائی نصیب ہوئی۔ آخرکار یزید شہدا کے سروں کی کرامات سے عاجز آ گیا اور جب اس نے حضرت امام سجادؑ کو قید سے رہا کیا تو مجبور ہوکر شہدائے کربلا کے سر بھی ان کے حوالے کیے۔

حضرت امام سجادؑ ان سروں کو واپس کربلا لائے تھے اور ابدان کے ساتھ دفن کیا تھا۔ اس کے باوجود دمشق میں باب الصغیر کے پاس رؤوس الشہدا کے نام سے ایک زیارت گاہ موجود ہے۔ یہ عمارت پہلے سادہ سی تھی۔ بعدازاں اس عمارت کی جگہ خوب صورت روضہ بنوایا گیا اور اس کے اندر شہدا کے سروں کا مزار بنایا گیا ہے۔ اس میں حضرت ابوالفضلؑ کے سرِ اقدس کے علاوہ اور بھی شہدا کے سروں کی نشان دہی کی گئی ہے۔

اعیانِ الشیعہ کے مؤلف کی تحقیق یہ ہے کہ یہاں شہدا کے سر دفن نہیں ہیں، البتہ یہاں کچھ عرصہ تک ان کے سرہائے مبارک رکھے گئے تھے۔

مودّتِ آلِ محمدؐ سے سرشار افراد وہاں دن رات حاضری دیتے ہیں اور سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو شہدائے کربلا کے سروں بالخصوص حضرت ابوالفضلؑ کے سرِ اطہر کا واسطہ دے کر دعائیں مانگتے ہیں اور ان کی دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

دایاں بازو قلم ہونے کا مقام

روزِ عاشور کسی کو حضرت عباسؑ کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ جب آپؑ نہر علقمہ سے مشکیزہ بھر کر خیام کی طرف چلے تو وہاں بزدل دشمن ایک کھجور کے درخت کی آڑ میں گھات لگا کر بیٹھا۔ جب آپؑ کا وہاں سے گزر ہوا تو بزدل دشمن نے چھپ کر وار کیا جس سے آپؑ کا دایاں بازو قلم ہوا۔

یہ جگہ آپؑ کے روضۂ اطہر کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ اس جگہ ایک مکان کی دیوار پر کٹے ہوئے بازو کی تصویر بنی ہوئی ہے اور اس کے نیچے فارسی زبان میں مرثیہ لکھا ہوا ہے۔ آپؑ کی قبرِ اطہر کے زائرین اس جگہ کی بھی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔

بایاں بازو قلم ہونے کا مقام

ایک اور بدبخت کمین گاہ میں چھپا ہوا تھا۔ اس نے آپؑ پر حملہ کیا۔ جس سے آپ کا بایاں بازو شہید ہوا۔ جہاں آپؑ کا بایاں بازو قلم ہوا تھا۔ وہ جگہ بھی زیارت گاہ بن چکی ہے اور اس زیارت گاہ پر مشهد الكف السيرى کا بورڈ آویزاں ہے۔ یہ جگہ حضرت عباسؑ کے روضۂ اطہر کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔

اس زیارت گاہ پر ایک جالی لگی ہوئی ہے اور جالی پر یہ اشعار لکھے ہوئے ہیں:

سل اذا ما شئت واسمع واعلم ثم خذ منى جواب المفهم

ان فى هذا المقام انقطعت سيرة العباس بحر المكرم

هاهنا ياصاح طاحت بعدما طاحت اليمنى بجنب العلقمى

اجر دمع العين وابكيه اسأ حق ان يبكى بدمع من دم

''اس مقام کے متعلق سوال کرنے والے تمھیں اچھی طرح

سے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت عباسؑ کا

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

بایاں بازو قلم ہوا تھا۔ اس سے قبل ان کا دایاں بازو نہر علقمہ
کے کنارے قلم ہوا تھا۔ ان پر اشک برسا اور ان کے غم میں
گریہ کیا۔ یہ اس بات کے حق دار ہیں کہ ان پر خون کے آنسو
بہائے جائیں"۔

حضرت عباسؑ کے روضۂ مبارکہ کے علاوہ مذکورہ تین مقامات بھی آپؑ کی زیارت گاہ ہیں۔ زائرین ان مقامات پر جاتے ہیں اور وہاں رُک کر خدا سے اپنی حاجات طلب کرتے ہیں۔

الغرض، حضرت ابوالفضلؑ نے اپنے علم پر حرف بہ حرف عمل کیا تھا۔ اس کے عوض خدا نے انھیں یہ عزت و عظمت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان کے سبط اصغر حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر دی تھی اور حضرت امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہونے والوں کی بھی خبر دی تھی۔

اس حقیقت میں شک نہیں ہے کہ جب جبرئیلؑ نے آں حضرتؐ کو مظلومِ کربلا کے مددگاروں کی خبر دی ہوگی تو انھوں نے سرفہرست امام حسینؑ کے محافظِ اعظم حضرت ابوالفضلؑ اور ان کی وفا کی ضرور خبر دی ہوگی۔

آپؑ کے مقام کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپؑ کی ولادت سے قبل جبرئیلؑ نے آں حضرتؐ کو آپؑ کی وفا اور ایثار کی خبر دی تھی اور اس سے رسولِ مقبولؐ کی نظر میں آپؑ کی منزلت بلند و برتر ہوئی تھی۔

ہمیں افسوس ہے ہم تک آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ احادیث نہیں پہنچیں جو آپؐ نے حضرت ابوالفضلؑ کی عظمت کے متعلق ارشاد فرمائی ہوں گی۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

شیخ صدوق نے الخصال میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے، آپؑ نے فرمایا: ''اللہ نے میرے چچا عباسؑ کو ان کے کٹے ہوئے بازوؤں کے عوض دو پَر عطا کیے ہیں اور وہ جعفر طیارؑ کی طرح سے جنت میں پرواز کرتے ہیں''۔

اس کے بعد شیخ صدوق لکھتے ہیں: یہ حدیث کافی طویل ہے میں نے یہاں بقدر ضرورت اس کے ایک حصّہ کو نقل کیا ہے۔ حضرت عباسؑ کے فضائل کی روایات کو میں نے اپنی دوسری کتاب ''مقتل الحسین'' میں جمع کیا ہے۔

ہم افسوس سے کہتے ہیں کہ شیخ صدوق کی کتاب ''مقتل الحسین'' شاید مرورِ زمانہ کی وجہ سے تلف ہوگئی ہے اور تلاشِ بسیار کے باوجود یہ کتاب ہمیں کہیں نہیں ملی۔ کاش اگر وہ کتاب مل جاتی تو امکان تھا کہ اس میں حضرت عباسؑ کے متعلق رسول اکرمؐ کی بھی کوئی حدیث ہو۔

حضرت عباسؑ علمائے عاملین میں سرفہرست ہیں

احادیث نبویؐ میں ہمیں حضرت ابوالفضلؑ کی شان کی مخصوص حدیث نہیں مل سکی جب کہ آں حضرتؐ سے باعمل علما کی تعریف میں بہت سی احادیث منقول ہیں اور حضرت عباسؑ بھی اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالمِ باعمل تھے۔ لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عباسؑ ان احادیث کے مصداق کامل تھے۔ اسی لیے ان احادیث میں بالواسطہ اور بالعموم آپؑ کی شان بیان کی گئی ہے۔

باعمل علما کی شان کی چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

① فقیہ واحد اشد علی ابلیس من الف عابد

''ایک فقیہ ابلیس پر ایک ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ بھاری ہے''۔

Presented by www.ziaraat.com

۲ المتقون سادة والفقهآء قادة والجلوس اليهم عبادة

''پرہیزگار (معاشرے کے) سردار ہیں اور فقہا رہبر ہیں اور ان کے ساتھ بیٹھنا عبادت ہے''۔

۳ من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین

''خدا جس کی بھلائی چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ بوجھ کر دیتا ہے''۔

۴ نعم الرجل الفقیه فی الدین ان احتیج الیه نفع وان لم یحتج الیه نفع نفسه

''دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والا انسان کتنا ہی اچھا ہے اگر لوگوں کو اس کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے اور اگر لوگوں کو اس کی احتیاج نہ پڑے تو وہ اپنے آپ کو فائدہ پہنچاتا ہے''۔

۵ الفقهاء اُمناء الرسل

''فقہا رسولوں کے امین ہوتے ہیں''۔

۶ ان علما شیعتنا یحشرون فیخلع علیهم من خلع الکرامات علی قدر کثرة علومهم وجدهم فی ارشاد عباد الله حتّٰی یخلع علی الواحد منهم الف الف حلة من نور......

''ہمارے علمائے شیعہ قیامت کے دن محشور ہوں گے تو ان کو ان کے کثرتِ علوم اور بندگانِ خدا کی ہدایت کے مطابق خلعتیں پہنائی جائیں گی یہاں تک کہ ایک عالم کو ایک لاکھ خلعتیں عطا کی جائیں گی''۔

Presented by www.ziaraat.com

(۷) علما اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل

"میری اُمت کے علما بنی اسرائیل کے انبیا کی مانند ہیں"۔

ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ "علمائے اُمت بنی اسرائیل کے انبیا سے افضل ہیں"۔

(۸) ان مثل العلما فی الارض کمثل النجوم فی السماء یهتدی بها فی ظلمات البر والبحر

"زمین پر علما کی مثال آسمان کے ستاروں کی مانند ہے جن سے بروبحر کی تاریکیوں میں راستہ کی ہدایت ملتی ہے"۔

(۹) وان خیر الخیر خیار العلما

"سب بہتر لوگوں سے بہتر علما ہیں"۔

(۱۰) ان فضل العالم علی العابد کفضل الشمس علی الکواکب

"عالم عابد سے اتنا ہی افضل ہے جتنا کہ سورج ستارے سے افضل ہے"۔

(۱۱) آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمھیں ایسے لوگوں کے متعلق نہ بتاؤں جو نہ تو انبیا ہیں اور نہ ہی شہدا ہیں لیکن قیامت کے دن انبیا و شہدا ان پر رشک کریں گے، وہ لوگ خدا کے حضور نورانی منبروں پر جلوہ فگن ہوں گے۔

لوگوں نے پوچھا: یارسولؐ اللہ! وہ کون ہوں گے؟

آپؐ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے بندوں کو اللہ کا اور میرا محبوب بناتے ہیں۔ وہ لوگوں کو ان چیزوں کا حکم دیتے ہیں جو اللہ کو پسند ہیں اور ان چیزوں سے منع کرتے ہیں جو اسے ناپسند ہیں اور جب لوگ ان کی باتوں پر عمل کرتے ہیں تو

Presented by www.ziaraat.com

وہ خدا کے اور میرے محبوب بن جاتے ہیں۔

جب علما کا اتنا بڑا مقام ہے تو حضرت ابوالفضل العباسؑ جیسے عالم باعمل مجاہد وشہید کا خدا جانے کتنا بڑا مقام ہوگا۔

نگاہِ پیغمبرؐ میں حضرت عباسؑ کا مقام

نگاہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت عباسؑ کا کتنا مقام ہے؟

اس کا اندازہ معالی السبطین کی اس روایت سے لگایا جاسکتا ہے۔ مؤلف لکھتے ہیں:

میں نے اپنے ایک باوثوق استاد سے یہ واقعہ سنا، انھوں نے بیان کیا کہ کربلا میں ایک صالح اور دیندار مومن رہتا تھا۔ اس کا ایک نیک سیرت بیٹا تھا۔ بیٹا بیمار ہوا۔ باپ نے اس کا علاج کرایا لیکن کہیں سے بھی صحت حاصل نہ ہوسکی۔ جب وہ مومن بیٹے کی شفایابی سے مایوس ہوا تو وہ اپنے بیمار بیٹے کو لے کر حضرت ابوالفضلؑ کی قبر اطہر پر آیا اور حضرتؑ کا واسطہ دے کر اللہ سے بیٹے کی شفایابی کی دعا کی۔ چنانچہ وہ ساری رات اپنے بیمار بیٹے کو لے کر گریہ و التجا کرتا رہا اور شفایابی کی دعا مانگتا رہا۔ صبح ہوئی اس مومن کا ایک دوست اس کے پاس آیا اور کہا: میں تجھے خوش خبری دیتا ہوں، تیرا بیٹا صحت یاب ہوجائے گا۔

آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ابوالفضلؑ نے اللہ سے تیرے بیٹے کی شفایابی کی دعا کی۔ کچھ دیر بعد میں نے دیکھا کہ ایک فرشتہ ان کے پاس آیا اور اس نے کہا: میں ایک فرشتہ ہوں اور آپؑ کے پاس رسولؐ خدا کا ایک پیغام لے کر آیا ہوں۔ رسولؐ اکرم نے آپؑ پر سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے: آپؑ اس نوجوان کی شفایابی کی دعا نہ کریں، اس کی زندگی کے لمحات ختم ہونے کو ہیں۔

حضرت ابوالفضلؑ نے اس فرشتہ سے کہا: آپ حبیبؐ خدا کی خدمت میں جائیں اور ان سے کہیں کہ میں آپ کو خدا کے حضور شفیع مقرر کرتا ہوں اور آپؐ کے

Presented by www.ziaraat.com

حق کا واسطہ دے کر خدا سے اس جوان کی شفایابی کے لیے دعا کرتا ہوں۔ وہ فرشتہ چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آیا اور آں حضرتؐ کا سابقہ فرمان دہرایا۔ حضرت عباسؑ نے پھر اس فرشتے کو بھیجا۔ وہ پھر آں حضرتؐ کا وہی جواب لے کر آیا۔ الغرض آپؑ نے تین بار فرشتے کو روانہ کیا اور ہر بار وہ آں حضرتؐ سے سابقہ جواب لے کر واپس آیا۔ اس کے بعد حضرت ابوالفضلؑ رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ جب اجازت ملی تو آپؑ آں حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؑ نے عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! آپؐ پر زمین و آسمان کے مالک کی طرف سے درود و سلام ہو، کیا یہ بات صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے "باب الحوائج" کا لقب عنایت کیا ہے اور لوگوں کو اس لقب کا علم ہے اور وہ مجھے باب الحوائج سمجھ کر میرے پاس اپنی حاجات کے لیے آتے ہیں اور اگر حاجات نے پورا ہی نہیں ہونا تو مجھے یہ لقب کیوں دیا گیا ہے۔ بہتر ہے کہ آپ مجھ سے میرا لقب ہی چھین لیں تا کہ کوئی سائل سرے سے میرے دروازے پر ہی نہ آئے۔

یہ سنا تو رسولؐ خدا مسکرا پڑے اور فرمایا: واپس جاؤ خدا تمھاری آنکھوں کو ٹھنڈک عطا کرے۔ آپ واقعی باب الحوائج ہیں جس کے لیے چاہیں سفارش کریں۔

جیسے ہی اس مومن نے اپنے مومن بھائی سے یہ خواب بیان کیا تو اس کا بیٹا جو کہ رسی سے حضرتؑ کی جالی کے ساتھ بندھا پڑا تھا تندرست ہو کر اُٹھ بیٹھا۔

اس واقعہ کے بعد کئی سال تک وہ جوان زندہ سلامت رہا۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ خواب سچا تھا۔ اگر خواب جھوٹا ہوتا تو جوان شفایاب ہو کر نہ اُٹھتا۔ ویسے بھی حدیثِ پاک کے مطابق مومن کا خواب نبوت کی سترویں جزو ہوتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امیر المومنین علیؑ کی نظر میں حضرت عباسؑ کا مقام

کتاب "قمر بنی ہاشم" میں مرقوم ہے: حضرت عباسؑ ابھی بچے تھے کہ ایک دن حضرت اُم البنینؑ نے دیکھا کہ امیر المومنینؑ نے اپنے شہزادے کو گود میں بٹھایا ہوا ہے اور آپؑ نے ان کے بازوؤں سے کرتے کو ہٹایا۔ پھر آپؑ نے اپنے بیٹے کی کلائیوں اور ہتھیلیوں کو چومنا شروع کیا۔ آپؑ اپنے بیٹے کی کلائیوں اور ہتھیلیوں کو چوم بھی رہے تھے اور رو بھی رہے تھے۔

یہ منظر دیکھ کر بی بیؑ پریشان ہو گئیں اور انھوں نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے عرض کیا:

خدا آپؑ کی آنکھوں کو کبھی نہ رُلائے کیا میرے فرزند کی ہتھیلیوں اور کلائیوں میں کوئی نقص ہے جسے آپؑ دیکھ کر رو رہے ہیں؟

امیر المومنینؑ نے انھیں اپنے فرزند کی عظمت و رفعت سے آگاہ کیا اور فرمایا: روزِ عاشورا یہ اپنے امامؑ کی حفاظت کریں گے اور امامؑ کی حفاظت میں ان کے دونوں بازو کٹ جائیں گے۔

یہ سنا تو بی بی اپنے غم پر قابو نہ رکھ سکیں اور دھاڑیں مار مار کر روئیں۔ گھر کی دوسری بیبیوں نے بھی خوب گریہ کیا۔ پھر امیر المومنین حضرت علیؑ نے سب کو دلاسا دیا اور اپنے فرزند کی عظمت و رفعت کو بیان فرمایا اور اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کے کٹے ہوئے بازوؤں کے عوض اسے دو پَر دے گا جن کے ساتھ وہ میرے بھائی جعفرؑ کی طرح سے جنت میں پرواز کرے گا۔

یہ بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ امیر المومنینؑ نے اپنے فرزند کی کلائیوں اور ہتھیلیوں کو جو بوسے دیے تھے اس کی بنیاد صرف پدری شفقت و محبت نہیں تھی، اس سے آپؑ نے اپنے فرزند کے مقام و منزلت کو واضح کیا تھا۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

میری آنکھوں کو تجھ سے ٹھنڈک ملے گی

معالی السبطین اور دیگر کتب میں مرقوم ہے: امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنی شہادت کی شب اپنے تمام خاندان کو جمع کیا اور سب کو وصیتیں فرمائیں۔ آپؑ حضرت عباسؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور انھیں سینے سے لگا کر فرمایا:

میرے فرزند عباسؑ! قیامت کے دن میری آنکھیں تیری وجہ سے ٹھنڈی ہوں گی۔ میرے فرزند! جب عاشورا کا دن آ جائے اور تو پانی لینے جائے اور گھاٹ پر تیرا قبضہ ہو جائے تو خبردار! پانی نہ پینا کیونکہ حسینؑ پیاسا ہوگا۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کا یہ فرمانا: ''تمھاری وجہ سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک ملے گی'' اس سے حضرت عباسؑ کی قدر و منزلت واضح ہوتی ہے۔

حضرت زہراءؑ کی نظر میں حضرت عباسؑ کا مقام

اسرار الشہادۃ میں کچھ کتب مقاتل کے حوالے سے لکھا ہے: جب قیامت کا دن ہوگا اور لوگ سخت مصیبت میں گرفتار ہوں گے تو اللہ کے حکم سے رسولؐ خدا حضرت علیؑ کو حضرت خاتون جنت سلام اللہ علیہا کے پاس بھیجیں گے تاکہ بی بی مقامِ شفاعت پر آئیں۔

حضرت امیرالمومنینؑ جائیں گے اور صدیقہ کبریٰؑ کو ان کے والد کا پیغام پہنچائیں گے۔ اس وقت حضرت علیؑ صدیقہ کبریٰؑ سے فرمائیں گے: فاطمہؑ! اس سخت ترین دن کے لیے آپؑ نے کون سے اسبابِ شفاعت کو اپنے لیے ذخیرہ کیا ہے؟

حضرت فاطمہؑ یہ جواب دیں گی:

یا امیرالمومنین! کفانا لاجل ھذا المقام الیدان المقطوعتان من ابنی العباس

''امیرالمومنینؑ! مقامِ شفاعت پر کھڑا ہونے کے لیے ہمارے

Presented by www.ziaraat.com

لیے میرے فرزند عباسؑ کے دو کٹے ہوئے بازو کافی ہیں"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی نظر میں حضرتؑ کے کٹے ہوئے بازوؤں کی بہت زیادہ ہے۔ آپؑ کے کٹے ہوئے بازو اتنی عظمت کے حامل ہیں کہ حضرت سیدہؑ شفاعت اور نجات اُمت کے لیے ان پر انحصار کرتی ہیں۔

حضرت امام حسن مجتبیٰؑ کی نظر میں حضرت عباسؑ کا مقام

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے شیعوں کو زیارت عباسؑ کی تعلیم دی تھی۔ اس زیارت میں امام علیہ السلام نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے:

السلام علیك ایها العبد الصالح المطیع لله ولرسوله
ولامیر المومنین والحسن والحسین

"اے عبد صالح! آپؑ پر سلام۔ اللہ، رسولؐ، امیرالمومنینؑ،
حسنؑ وحسینؑ کے اطاعت گزار آپؑ پر سلام"۔

زیارت کے ان جملوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عباسؑ نے حضرت امام حسن مجتبیٰؑ کی زندگی میں پوری پوری اطاعت کی تھی۔ حضرت امام حسن مجتبیٰؑ کی شہادت کے بعد آپؑ نے حضرت امام حسینؑ کی مکمل اطاعت کی تھی۔

جب حضرت امام حسنؑ کی شہادت ہوئی تو امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی کو غسل وکفن دیا تھا اور ان امور میں آپؑ نے اپنے بھائی حضرت عباسؑ کو شریک کیا تھا۔

شریعت کا قاعدہ ہے کہ معصوم کو غسل وکفن معصوم ہی دیتا ہے اور معصوم جسے اس امر کے لائق سمجھے تو وہ اسے اپنے ساتھ شریک کر لیتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام حسن مجتبیٰؑ نے حضرت امام حسینؑ کو یہ وصیت کی تھی کہ جب مجھے غسل دینا تو میرے بھائی عباسؑ کو اس میں شریک کرنا۔

Presented by www.ziaraat.com

جب رسولؐ خدا کی وفات ہوئی تو وصیتِ رسولؐ کے مطابق امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے آپ کو غسل دیا تھا اور آپ نے اپنے ابنِ عم فضل بن عباس کو بھی شامل کیا تھا لیکن آپؑ نے اسے یہ نصیحت کی تھی کہ وہ آنکھوں پر پٹی باندھ لے اور یہ فرمایا تھا کہ اگر تیری نگاہ جسمِ رسولؐ پر پڑی تو تو اندھا ہو جائے گا۔

چنانچہ فضل بن عباس کی آنکھوں پر دورانِ غسل پٹی چڑھی رہی تھی جب کہ حضرت ابوالفضل العباسؑ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپؑ معصوم امامؑ کے غسل و کفن میں حجتِ خدا کے ساتھ شریک تھے لیکن آپؑ کی آنکھوں پر پٹی نہیں تھی۔ اس سے آپؑ کی عظمت و رفعت کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت امام حسینؑ کی نظر میں حضرت عباسؑ کا مقام

حضرت امام حسین علیہ السلام نے کئی مقامات پر اپنے بھائی کی عظمت کو ظاہر کیا تھا۔ بطور نمونہ چند ایک واقعات کو یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ نو محرم کے دن جب یزیدی لشکر جنگ کا ارادہ لے کر خیام اور لشکرگاہ کی طرف بڑھا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی کو مخاطب کر کے فرمایا:

ارکب بنفسی انت یا اخی حتٰی تلقاھم وتسألھم عما جآء
ھم وما الذی یریدون

"بھائی! میری جان تم پر قربان، سوار ہوں اور ان سے جا کر ملیں اور ان سے پوچھیں کہ وہ کیوں آئے ہیں اور وہ کیا چاہتے ہیں؟"

امام عالی مقامؑ کا حضرت عباسؑ سے یہ کہنا: بھائی! "میری جان تم پر قربان" ان الفاظ سے حضرت ابوالفضلؑ کی شان کا اظہار ہوتا ہے۔ اور جب روزِ عاشورا حضرت عباسؑ نے امام حسین علیہ السلام سے جنگ کی اجازت چاہی تو آپؑ

Presented by www.ziaraat.com

نے ان سے یہ الفاظ فرمائے تھے:

انت صاحب لوائی واذا مضیت تفرق عسکری

"آپؑ میرے علم دار ہیں اور جب آپؑ چلے گئے تو میرا لشکر متفرق ہو جائے گا"۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے آپؑ سے یہ الفاظ فرمائے:

انت العلامة من عسکری وانت مجمع عددنا فاذا مضیت

یؤول جمعنا الی الشتات وعمارتنا تنبعث الی الخراب

"آپؑ تو میرے لشکر کی علامت ہیں اور آپؑ ہماری تعداد کو جمع رکھنے والے ہیں۔ جب آپؑ چلے گئے تو ہماری جمعیت کا شیرازہ منتشر ہو جائے گا اور ہماری آبادی ویرانے میں بدل جائے گی"۔

جب آپؑ گھوڑے سے گرے اور حضرت امام حسین علیہ السلام آپؑ کو اٹھانے کے لیے آئے تو آپؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو ان کے نانا کی قسم دے کر کہا: مجھے خیمے میں نہ لے جائیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھائی سے یہ فرمایا:

جزیت عن اخیك خیرا فلقد نصرته حیًا ومیّتا

"خدا آپ کو آپ کے بھائی کی طرف سے جزائے خیر دے، آپ نے زندگی اور موت میں اس کی مدد کی"۔

حضرت امام حسین علیہ السلام بھائی کی لاش پر آئے تو آنکھوں سے سیلِ اشک رواں تھا۔ آپؑ نے یہ جملے کہے:

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

الآن انکسر ظهری وقلت حیلتی وشمت بی عدوی

''اب میری کمر ٹوٹ گئی اور میری تدبیر کم ہوگئی اور دشمن کو خوش ہونے کا موقع ملا''۔

حضرت امام زین العابدینؑ کی نظر میں حضرت عباسؑ کا مقام

معالی السبطین میں لکھا ہے: جب حضرت امام حسین علیہ السلام تن تنہا رہ گئے اور سلام آخر کے لیے خیام میں آئے تو آپؑ اپنے فرزند حضرت زین العابدینؑ کی عیادت اور خبر لینے کے لیے ان کے خیمہ میں آئے۔ جب امام زین العابدینؑ نے اپنے والد کو زخمی حالت میں دیکھا تو انھوں نے اپنے والد سے پہلا سوال یہی کیا کہ میرے چچا عباسؑ کہاں ہیں؟

اب تک حضرت زینبؑ نے بھتیجے کو ابوالفضلؑ کی موت کی خبر نہیں دی تھی۔ اب بی بیؑ نے نگاہِ حسرت سے بھائی کی طرف دیکھا اور سوچنے لگیں کہ دیکھیں بھائی کیا جواب دیتے ہیں۔

حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: تیرا چچا مارا گیا اور فرات کے کنارے اس کے بازو قلم ہوگئے۔ یہ سنا تو امام سجادؑ اتنا روئے کہ آپؑ پر غشی طاری ہوگئی۔

حضرت زین العابدینؑ کا سب سے پہلے حضرت عباسؑ کا پوچھنا اور ان کی شہادت کی وجہ سے غش کر جانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپؑ کی نظر میں حضرت ابوالفضلؑ کی بڑی قدر و قیمت تھی۔

کتب مقاتل میں مرقوم ہے: امام زین العابدینؑ بطور معجزہ شہدا کی تدفین کے لیے کربلا آئے۔ آپؑ نے اپنے والد کو اپنے ہاتھوں سے لحد میں لٹایا اور باقی شہدا کی تدفین کے لیے بنی اسد سے مدد حاصل کی۔ جب آپؑ شہدا کی تدفین سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کوئی اور لاشہ تو نہیں رہا؟

Presented by www.ziaraat.com

بنی اسد نے کہا: جی ہاں ترائی کے پاس ایک بہادر کی لاش ہے جسے ہم اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ہم اسے اُٹھا نہیں سکتے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے یہ سنا تو آپؑ بہت روئے اور فرمایا: ہمیں وہاں لے چلو۔ جب آپؑ کی نظر اپنے چچا کے جسم پر پڑی تو آپؑ نے ان کی کٹی ہوئی گردن پر منہ رکھ کر بوسے دیے اور آپؑ کے کٹے ہوئے بازوؤں کو کئی بار چوما اور فرمایا:

علی الدنیا بعدك العفا یاقمر بن ہاشم وعلیك منی
السلام من شہید محتسب ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

"اے بنی ہاشم کے چاند! آپؑ کے بعد دنیا پر خاک، اے
اجرِ عظیم کے مستحق شہید! میری طرف سے آپؑ پر سلام ہو اور
اللہ کی رحمات و برکات آپؑ کے شاملِ حال ہوں"۔

بعدازاں آپؑ اُٹھے اور چچا کے لیے قبر کھودی اور آپؑ نے خود ہی اپنے وفادار چچا کو لحد میں اُتارا اور آپؑ نے بنی اسد سے کوئی مدد حاصل نہ کی۔

جب بنی اسد نے کہا: کیا ہم آپؑ کی مدد نہ کریں۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے ساتھ میری مدد کرنے والا موجود ہے۔

ان واقعات سے حضرت ابوالفضلؑ کی عظمت کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔

اللہ میرے چچا عباسؑ پر رحم کرے

امالی صدوق میں مرقوم ہے: ایک دن امام علی زین العابدین علیہ السلام کی نظر حضرت عباسؑ کے فرزند عبیداللہ پر پڑی تو آپؑ کو آپؑ کے چچا عباسؑ یاد آگئے اور آپؑ رونے لگے اور پھر فرمایا:

Presented by www.ziaraat.com

رسولؐ خدا کی زندگی میں وہ دن بہت سخت تھا جس دن اللہ اور رسول کا شیر حمزہ بن عبدالمطلبؑ شہید ہوئے تھے۔ اس کے بعد آپؐ کے لیے جنگِ موتہ کا دن بہت سخت تھا جب جعفر بن ابی طالبؑ شہید ہوئے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: لیکن کربلا کے روزِ عاشورا سے کوئی زیادہ سخت دن نہیں آیا۔ یہ وہ دن تھا جب تیس ہزار افراد نے حضرت امام حسینؑ پر حملہ کیا تھا اور وہ یہ بھی گمان کرتے تھے کہ وہ حسینؑ کے ناناؐ کے اُمتی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک شخص حسینؑ کو شہید کر کے اللہ کے تقرب کا خواہش مند تھا۔ امام حسینؑ نے انھیں خدا کے واسطے دیے لیکن کسی نے نصیحت قبول نہیں کی تھی یہاں تک کہ انھیں ظلم و ستم سے شہید کیا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اللہ میرے چچا عباسؑ پر رحم کرے۔ انھوں نے ایثار سے کام لیا تھا اور وہ آزمائش میں پورے اُترے تھے اور انھوں نے بھائی پر اپنی جان قربان کر دی تھی۔ ان کے بازو قلم ہوئے۔ اللہ نے ان کے عوض انھیں دو پَر عطا کیے جن سے وہ ملائکہ کے ساتھ جنت میں جعفر بن ابی طالبؑ کی طرح سے پرواز کرتے ہیں۔ اللہ کے ہاں عباسؑ کا وہ مرتبہ ہے جس پر قیامت کے دن تمام شہدا رشک کریں گے۔

واقعۂ کربلا کے بعد

بعض کتابوں میں مرقوم ہے: جب حضرت امام سجادؑ کربلا سے اُجڑ کر آئے تو آپ ہمیشہ اپنے والد، اپنے چچا اور دیگر شہدائے کربلا کو یاد کر کے روتے تھے۔ واقعۂ کربلا کے بعد آپؑ عید کے اجلاسوں میں شامل نہیں ہوتے تھے۔ جب بھی عید آتی تو آپؑ کا غم تازہ ہو جاتا تھا۔

ایک مرتبہ آپؑ کے شیعوں نے آپؑ سے اصرار کیا کہ عید آ رہی ہے آپؑ عید کے اجلاس میں شامل ہوں۔ آپؑ کے شیعوں نے اپنی خواتین کو مخدرات

Presented by www.ziaraat.com

عصمتؑ کے پاس بھیجا کہ آپؑ امام سے کہیں کہ وہ عید کے اجلاس میں شرکت کریں۔

آپؑ نے لوگوں کے اصرار پر اپنی شرکت کا وعدہ کیا اور فرمایا: میں عید کے اجلاس میں شامل ضرور ہوں گا لیکن میری ایک شرط ہے کہ تم لوگ مجھے عید کی مبارک نہ دو گے۔

عید کا دن آیا۔ آپ شیعوں کے ساتھ بیٹھے۔ اس وقت عبیداللہ بن عباسؑ چھوٹے تھے جب انھوں نے امام زین العابدینؑ کو اس اجلاس میں بیٹھا ہوا دیکھا تو یہ سمجھا کہ اب امامؑ کا غم ختم ہو گیا ہے۔ یہ سوچ کر وہ اپنی دادی حضرت اُم البنینؑ کے پاس آئے اور کہا: دادی اماں! آپؑ مجھے اچھا سا لباس پہنائیں میں امام زین العابدینؑ کو عید کی مبارک دینے کے لیے جانا چاہتا ہوں۔

بی بی اُم البنینؑ کے پاس حضرت عباسؑ کے بچپن کے کپڑے موجود تھے۔ انھوں نے اپنے پوتے کو اپنے بیٹے ابوالفضلؑ کا لباس پہنایا۔ چنانچہ عبیداللہ اپنے والد حضرت عباسؑ کا لباس پہن کر امام زین العابدینؑ کے پاس آئے۔ جب امام سجادؑ نے اپنے ابنِ عم کو آتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ معصوم بچے نے اپنے والد کا لباس پہنا ہوا ہے تو آپؑ اپنی جگہ سے اُٹھے اور آپؑ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا جاری ہوا۔ آپؑ اپنے ابنِ عم کے استقبال کے لیے آگے بڑھے۔ وہاں پر موجود لوگوں نے آپؑ کو تسلی دی اور کہا: فرزندِ رسولؐ! خدا آپؑ کو کبھی نہ رُلائے اچانک آپؑ کیوں رونے لگ گئے؟

آپؑ نے فرمایا: جب میری نظر اپنے ابنِ عم عبیداللہ بن عباسؑ پر پڑی اور میں نے دیکھا کہ اس نے اپنے والد کا لباس پہنا ہوا ہے تو مجھے اپنے چچا عباسؑ یاد آگئے اور میں نے یہ محسوس کیا کہ گویا میرے وفادار چچا میرے پاس آرہے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

مجھے ان کے کربلا کے مصائب و آلام یاد آ گئے اسی لیے میں نے گریہ کیا ہے۔

پھر آپؑ نے اپنے بازو پھیلائے اور حضرت عباسؑ کے فرزند عبیداللہؓ کو سینے سے چمٹایا اور ان کا بوسہ لیا۔ بعدازاں آپؑ نے انھیں اپنی گود میں بٹھایا اور ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیر کر فرمایا: اے ابنِ عم! کیا تم نے یہ گمان کرلیا ہے کہ تمھارے چچا حضرت امام حسینؑ اور تیرے والد ابوالفضلؑ اور شہدائے کربلا کا غم منانا ہم نے چھوڑ دیا ہے؟

اے ابنِ عم! یہ غم کبھی ختم نہیں ہوگا۔ یہ غم قیامت تک جاری رہے گا۔ پھر آپؑ نے یہ اشعار پڑھے:

نحن بنو المصطفى ذو غصص يجرعها في الأنام كاظمنا
عظيمة في الأنام محنتنا أوّلنا مبتلى وآخرنا
يفرح هذا الورى بعيدهم ونحن أعيادنا مآتمنا
والناس في الأمن والسرور وما يامن طول الزّمان خائفنا
وما خصصنا به من الشرف الطائل بين الأنام آفتنا
يحكم فينا والحكم فيه لنا جاحدنا حقّنا وغاصبنا

"ہم آلِ مصطفیؐ سخت دردمند ہیں اور ہم اپنے غم کے گھونٹ لوگوں میں پینے پر مجبور ہیں۔ ہماری مصیبت بہت بڑی ہے۔ ہمارا پہلا اور آخری فرد سب کے سب مظلوم ہیں۔ لوگ تو عید کے دن خوشیاں مناتے ہیں جب کہ ہماری عید ماتم میں بدل چکی ہے۔ لوگ امن اور خوشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں جب کہ ہمارے خوف زدہ افراد کو چین میسر نہیں ہے۔ خدا کی طرف سے ہمیں جو عزت و عظمت ملی ہے وہی ہمارے لیے

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

آفت بن گئی ہے۔ ہمارے منکر اور غاصب ہمارے متعلق فیصلے
کر رہے ہیں جب کہ فیصلے کا حق اوّل و آخر ہمارا ہے"۔
یہ کہہ کر آپؑ نے گریہ کیا اور جملہ حاضرین نے بھی گریہ کیا۔

حضرت امام محمد باقرؑ کی نظر میں حضرت عباسؑ کا مقام

آپؑ کا نام محمد تھا اور رسولؐ خدا نے آپؑ کو "باقرؑ" کا لقب دیا تھا۔ کربلا میں آپؑ اپنے خاندان کے ساتھ موجود تھے۔ اس وقت آپؑ کی عمر پانچ برس کی تھی۔ آپؑ نے کربلا کے تمام واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ چنانچہ کربلا کے مظالم و مصائب کو آپؑ پوری زندگی یاد کر کے روتے رہے۔

حضرت عباس علمدارؑ کی شہادت نے آپؑ کے غموں میں اضافہ کیا تھا کیونکہ آپؑ تمام بنی ہاشم اور حسینی لشکر کا سہارا تھے۔ جب تک آپؑ زندہ رہے رسولؐ زادیاں اطمینان میں رہیں اور دشمن پریشان رہا لیکن جب آپؑ کی شہادت ہوئی تو دشمنوں کو سکون ملا اور زہراءؑ زادیوں کا سکون غارت ہو گیا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنے وفادار دادا کو ہمیشہ یاد کرتے تھے اور ان کے کٹے ہوئے بازوؤں کو یاد کر کے روتے تھے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے بھی اپنے مظلوم دادا کے کٹے ہوئے ہاتھوں کا امام سجادؑ کی طرح سے بوسہ لیا تھا۔

الغرض ابوالفضلؑ کے ہاتھوں کو پانچ ائمہؑ معصوم نے بوسے دیے تھے۔ دو آئمہؑ نے ان کی زندگی میں ان کے ہاتھوں کے بوسے لیے تھے اور تین ائمہؑ نے آپؑ کی شہادت کے بعد آپؑ کے بازوؤں کے بوسے لیے تھے۔

چنانچہ امیرالمومنین حضرت علی اور امام حسن مجتبیٰ علیہما السلام نے عباسؑ کے بازوؤں کے بوسے اس وقت لیے جب آپؑ چھوٹے تھے اور آپؑ کے بازو آپؑ کے جسم پر موجود تھے۔ حضرت امام حسینؑ نے عباسؑ کے بچپن میں بھی ان کے

Presented by www.ziaraat.com

ہاتھوں کے بوسے لیے تھے اور جب بازو کٹ گئے تو اس وقت بھی بوسے لیے تھے جب کہ امام سجادؑ اور امام محمد باقرؑ نے اس وقت بوسے لیے جب آپؑ کے ہاتھ کٹ چکے تھے اور کربلا کی گرم ریت پر پڑے تھے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ کی نظر میں حضرت عباسؑ کا مقام

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حضرت ابوالفضلؑ کے بہت سے مناقب و فضائل منقول ہیں اور آپؑ کے ہر بیان سے حضرت عباسؑ کی جاہ و جلالت مترشح ہوتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا مشہور قول ہے:

كان عمنا العباس بن علي نافذ البصيرة، صلب الايمان جاهد مع أبي عبدالله وأبلى بلآء حسنا ومضى شهيداً

"ہمارے چچا عباسؑ بن علیؑ گہری بصیرت اور مضبوط ایمان کے مالک تھے۔ انھوں نے ابوعبداللہؑ کے ساتھ جہاد کیا اور آزمائشوں کا احسن انداز میں مقابلہ کیا اور شہید ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے"۔

امام علیہ السلام کا قول قولِ رسولؐ ہوتا ہے اور قول رسولؐ قولِ خدا ہوتا ہے، چنانچہ آپؑ کو یہ عظمت و عزت مبارک ہو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے پیروؤں کو یہ تعلیم دی کہ جب وہ حضرت عباسؑ کی زیارت کو جائیں تو وہ اپنے سلام کا آغاز ان الفاظ سے کریں:

السلام من الله وملائكته وانبيائه ورسله وعبادة الصالحين وجميع الشهداء والصديقين زاكية طيبة في كل صباح ومساء على العباس بن امير المؤمنين

Presented by www.ziaraat.com

"اللہ، ملائکہ، انبیا و رسل، عباد صالحین اور جملہ شہدا و صدیقین
کی طرف سے ہر صبح شام عباسؑ بن علیؑ پر طیب و طاہر سلام
ہو"۔

زیارت کا اختتام زائرین کی حاجات کے پورا ہونے اور ان کے لیے دنیا و آخرت کی سعادت کے حصول کی دعا پر ہوتا ہے۔ الغرض حضرت عباسؑ کی زیارت کے الفاظ ائمہ ہدیٰؑ کی زیارت کے الفاظ سے کم درجہ کے نہیں ہیں۔

امام علیہ السلام کی بیان کردہ یہ زیارت آپؑ کے درجات کی بلندی پر دلالت کرتی ہے۔

باقی ائمہؑ کی نظر میں حضرت عباسؑ کا مقام

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد باقی آئمہؑ سے مروی روایات میں ہمیں اس موضوع پر کوئی روایت نہیں مل سکی۔ البتہ زیارتِ ناحیہ میں آپؑ پر ان الفاظ کے ساتھ سلام پیش کیا گیا ہے:

السلام على أبي الفضل العباس بن امير المؤمنين، المواسي أخاه بنفسه الآخذ لغده من أمسه الفادي له الواقي، الساعي إليه بمائه المقطوعة يداه

"ابوالفضل العباسؑ بن امیر المومنینؑ پر سلام جس نے اپنی جان قربان کر کے اپنے بھائی کی ہم دردی کی اور جس نے آنے والی کل کے لیے گزشتہ کل سے زادِ راہ حاصل کیا۔ جو امام حسینؑ کا محافظ اور اس کی طرف پانی لے جانے کی کوشش کرنے والا ہے۔ جس کے ہاتھ کٹ گئے تھے"۔

امام زمانہ علیہ السلام سے جو زیارتِ ناحیہ منقول ہے اُس میں یہ الفاظ دیکھے

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

جاسکتے ہیں:

السلام علی الاعضاء المقطعات

''کٹے ہوئے اعضاء پر سلام ہو''۔

''اعضاء مقطعات'' میں حضرت ابوالفضلؑ کے بازو بدرجہ اتم شامل ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام آئمہؑ نے حضرت ابوالفضلؑ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے اور سب نے آپؑ کی قربانیوں کو سراہا ہے۔

حضرت اُم البنینؑ کی نظر میں حضرت عباسؑ کا مقام

حضرت اُم البنینؑ حضرت علی علیہ السلام کی وفادار زوجہ تھیں۔ خدا نے آپؑ کو چار بیٹے عطا کیے تھے جن میں سے بڑے بیٹے حضرت عباسؑ تھے۔ ہر ماں کو اپنے بیٹے سے فطری محبت ہوتی ہے لیکن حضرت اُم البنینؑ وہ وفاشعار ماں تھیں کہ آپؑ کی آغوش میں وفا نے پرورش پائی تھی۔ آپؑ کو اپنے بیٹے سے صرف اس لیے محبت نہیں تھی کہ وہ آپؑ کا بیٹا ہے۔ امیرالمومنینؑ کی زبانی آپؑ کو حضرت عباسؑ کی پیدائش سے پہلے اس کی وفاداری اور جاں نثاری کی خبر مل چکی تھی۔ اسی لیے آپؑ اپنے بیٹے کا بے حد احترام کرتی تھیں۔ حضرت اُم البنینؑ اپنے بیٹے کو یہ لوری دیا کرتی تھیں:

أعيذه بالواحد من عين كلّ حاسد
قائمهم والقاعد مسلمهم والجاحد
صادرهم والوارد مولودهم والوالد

''میں ہر حاسد کے حسد سے بچنے کے لیے اپنے فرزند کو خدا کی پناہ میں دیتی ہوں۔ حاسد خواہ کھڑا ہو یا بیٹھا ہو۔ سر اطاعت خم کرنے والا ہو یا منکر ہو، خواہ وہ آ رہا ہو یا جا رہا ہو، خواہ وہ

Presented by www.ziaraat.com

باپ ہو یا بیٹا ہو"۔

حضرت عباس علمدارؑ کی شہادت کے بعد آپؑ نے یہ مرثیہ پڑھا تھا:

یامن رأی العباس کرّ علی جماهیر النقد
ووراه من ابناء حیدر کل لیث ذی لبد
تنبئت ان ابنی أصیب برأسه مقطوع ید
ویلی علی شبلی أمال برأسه ضرب العمد
لو کان سیفك فی یدیك لمادنا منه أحد

"جس نے بھی میرے فرزند عباسؑ کو دیکھا ہو تو وہ گواہی دے گا کہ اس نے بہت بڑی جمعیت پر حملہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ حیدر کرار کے شیر بیٹوں نے بھی حملہ کیا تھا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرے فرزند کے ہاتھ کٹ گئے اور اس کے سر پر گرز سے حملہ ہوا۔ اگر عباسؑ تیرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو کسی کو تیرے قریب آنے کی جرأت نہ ہوتی"۔

حضرت غازی عباسؑ کی والدہ ماجدہ کی کنیت "اُم البنینؑ" تھی، جس کے معنی ہیں: بیٹوں کی ماں۔ جب آپؑ کے چاروں بیٹے میدانِ کربلا میں شہید ہو گئے تو آپؑ جنت البقیع کے قبرستان میں جا کر بیٹوں کا مرثیہ پڑھتی تھیں۔ لوگ آپؑ کا مرثیہ سننے کے لیے جمع ہو جاتے تھے اور وہ بھی آپؑ کے پُر درد مرثیہ کو سن کر روتے تھے۔ حد یہ ہے کہ مروان جیسا دشمنِ اہلِ بیتؑ بھی آپؑ کے مرثیوں کو سن کر رویا کرتا تھا۔ بی بیؑ یہ مرثیہ پڑھتی تھیں:

لا تدعونی ویك اُم البنین تذکرینی بلیوث العرین
کانت بنون لی ادعی بهم والیوم اصبحت ولامن بنین

Presented by www.ziaraat.com

اربعة مثل اسود الشری قد واصلوا الموت بقطع الوتین
تنازع الخرصان أشلاء هم فکلهم أمسی صریعاً طعین
یالیت شعری اکما اخبروا بان عباسا قطیع الیمین

"مجھے اُم البنینؑ کے نام سے مت پکارو۔ اس نام کے ساتھ تم مجھے کچھار کے شیر یاد دلاتی ہو۔ میرے بیٹے تھے لہٰذا مجھے ان کے نام سے پکارا جاتا تھا اور آج میرے ہاں کوئی بیٹا نہیں ہے۔
میرے چار بیٹے تھے جو کہ جنگل کے شیروں کی مانند تھے۔ وہ سب کے سب موت کے منہ میں چلے گئے۔ اے کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ کیا بتانے والوں نے سچ بتایا ہے کہ عباسؑ کے بازو کٹ گئے تھے؟"

کتاب مقاتل الطالبین کے بیان کے مطابق حضرت عباسؑ کا سب سے پہلے مرثیہ ان کی والدہ نے پڑھا تھا۔ حضرت اُم البنینؑ کے چار بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں: عباسؑ، عبداللہؑ، جعفرؑ، عثمانؑ۔

حضرت زینبؑ کی نظر میں حضرت عباسؑ کا مقام

حضرت عباسؑ کی ولادت کے وقت ہی عقیلہ بنی ہاشم حضرت زینبؑ نے اپنے احساسات کا اظہار کیا تھا۔ شہزادی زینب کبریٰؑ آپؑ کی والدہ اُم البنینؑ کے بعد آپؑ کی دوسری ماں تھیں۔ بی بیؑ آپ کو لوریاں دیتی تھیں اور ہمیشہ اپنے بھائی کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہتی تھیں۔

جب حضرت عباسؑ کی ولادت ہوئی تو بی بی اپنے بھائی کو اُٹھا کر والد کے سامنے لائیں اور آپؑ نے اپنے والد سے کہا: بابا جان! میرے بھائی کے کان میں اذان و اقامت کہیں اور میرے پیارے بھائی کا نام، کنیت اور لقب تعین کریں۔

Presented by www.ziaraat.com

بی بیؑ نے شفیق والد سے عرض کیا: باباجان! آپؑ نے میرے بھائی کا نام کیا رکھا ہے؟

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: تیرے بھائی کا نام عباسؑ ہے۔

بی بیؑ نے عرض کیا: بابا! میرے بھائی کی کنیت بتائیں؟

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اس کی کنیت ابوالفضل ہے۔

بی بی نے عرض کیا: باباجان! میرے بھائی کے القاب بیان کریں۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: تیرے بھائی کا لقب قمر بنی ہاشم، قمرالعشیرہ اور سقا ہے۔ شہزادی نے تفاؤل کرتے ہوئے عرض کیا:

باباجان! بھائی کا نام ''عباسؑ'' ہے۔ یہ نام میرے بھائی کی شجاعت اور دلیری پر دلالت کرتا ہے اور ان کی کنیت ابوالفضل ہے۔ یہ ان کی فضیلت وکرامت پر دلالت کرتا ہے۔ اور جہاں تک قمر بنی ہاشم اور قمرالعشیرہ جیسے القاب کا تعلق ہے تو یہ دونوں القاب میرے بھائی کے حُسن و جمال کو ظاہر کرتے ہیں۔

باباجان! آپؑ مجھے یہ بتائیں کہ میرے بھائی کا ایک لقب آپؑ نے سقا بیان کیا ہے۔ مجھے اس لفظ کے مطلب سے آگاہ کریں۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپؑ نے فرمایا: یہ کربلا کے پیاسوں کو پانی پلائے گا۔ پھر امیرالمومنینؑ نے اپنی شہزادی کو کربلا کے کچھ حالات سے باخبر کیا۔

جب بی بی زینبؑ نے کربلا کے واقعات سنے تو آپؑ بے ساختہ رونے لگیں۔ امیرالمومنینؑ نے اپنی شہزادی کو تسلی دی اور فرمایا: بیٹی زینبؑ! صبر کریں اور اپنے بھائی کو اس کی والدہ کے پاس لے جائیں اور یہ جان لیں کہ یہ میرا بیٹا عباسؑ آپؑ کے ساتھ ہوگا۔

Presented by www.ziaraat.com

شہزادی زینب کبریٰؑ کی نظر میں ابوالفضل کی کیا اہمیت تھی۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اکیس ماہ رمضان کی شب بی بی نے اپنے والد سے یہ عرض کیا تھا کہ آپؑ میرا ہاتھ میرے بھائی عباسؑ کے ہاتھ میں دے جائیں۔ چنانچہ امیرالمومنینؑ نے اپنے فرزند کو قریب کیا اور اپنی شہزادی کا ہاتھ پکڑ کر ابوالفضلؑ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا: میرے فرزند عباسؑ! یہ میری طرف سے تیرے پاس امانت ہے، اس کی حفاظت میں کبھی کوتاہی نہ کرنا۔

حضرت عباسؑ نے روتے ہوئے عرض کیا: بابا جان! میں آپؑ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کروں گا۔

امیرالمومنینؑ کی اس وصیت کے بعد حضرت عباسؑ ہمیشہ بہن کی خدمت میں پیش پیش رہتے۔ شہزادی زینبؑ نے زندگی میں تین سفر کیے تھے۔ آپؑ نے پہلا سفر اپنے والد کی زندگی میں مدینہ سے کوفہ تک کیا تھا۔ اس سفر میں حضرت ابوالفضلؑ اپنی بہن کے ساتھ تھے۔ بی بیؑ نے اپنے والد کی شہادت کے بعد دوسرا سفر کوفہ سے مدینہ کا کیا تھا۔ یہ سفر حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی صلح کے بعد ہوا تھا۔ اس سفر میں حسنین کریمینؑ اور ابوالفضل العباسؑ بی بیؑ کے ہمراہ تھے۔

شہزادی نے تیسرا سفر اپنے بھائی کے ساتھ مدینہ سے کیا تھا۔ حضرت امام حسینؑ مدینہ سے مکہ آئے اور پھر مکہ سے کربلا تشریف لے گئے۔ اس پورے سفر میں حضرت ابوالفضلؑ بی بیؑ کے ساتھ رہے اور قدم قدم پر شہزادی کا خیال رکھا۔ حضرت عباسؑ نے ہر مشکل گھڑی میں بہن کا خیال رکھا۔

روزِ عاشور آیا اور رسالت مآب کا گلشن اُجڑ گیا۔ بھائی مارے گئے، بیٹے اور بھتیجے شہید ہو گئے۔ بی بیؑ تنہا رہ گئیں۔ لشکرِ شام نے مخدراتِ عصمت کو قیدی بنا لیا اور بے کجاوہ اُونٹوں پر آلِ محمدؐ کی شہزادیوں کو سوار کر کے کوفہ کی طرف روانہ کیا۔

www.ziaraat.com
Sibtain-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

جب بی بیؑ کا گزر مقتل سے ہوا تو بی بی نے نہر علقمہ پر پڑی ہوئی بھائی کی لاش کی طرف حسرت و یاس سے دیکھا اور رو کر کہا: عباسؑ بھیا! آپؑ مجھے مدینے سے سوار کر کے یہاں لائے تھے، اب اُٹھو تمہاری بہن کوفہ و شام جا رہی ہے، مجھے سوار کراؤ۔ بھیا عباسؑ! میں تو تمہارے ساتھ سفر کرنے کی عادی تھی آج تیرے قاتلوں کے ساتھ جا رہی ہوں۔ بھیا عباسؑ! قافلہ روانہ ہو رہا ہے۔ پھر شہزادی نے یہ اشعار پڑھے:

عبّاس یاحامی الظعینة والحرم　　بحماك قد نامت سكينة فی الحرم

صرخت ونادت یوم اذ سقط العلم　　الیوم نامت أعین بك لم تنم

وتسهدت اخریٰ فعز منامها

عبّاس تسمع ما تقول سكينة　　عمّاه یوم الأسر من یحمینی

”اے عباسؑ! اے قافلہ اور حرم کے محافظ! تیری نگہبانی میں سکینہؑ حرم میں سویا کرتی تھی۔ جب تیرا علم گرا تو سکینہؑ نے چیخ کر کہا تھا کہ آج وہ آنکھیں سو گئیں جو تیری وجہ سے نہیں سوتی تھیں۔ اور کچھ آنکھیں جاگنے پر مجبور ہو گئی ہیں۔ اب ان کا سونا محال ہو چکا ہے۔ عباسؑ! سن رہے ہو کہ سکینہؑ کیا کہہ رہی ہے؟ وہ کہہ رہی ہے کہ چچا آج میں قیدی ہوں، میری نگہبانی کون کرے گا؟“

حُب داروں اور شیعوں کی نظر میں حضرت عباسؑ کا مقام

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوالفضل العباسؑ کو دنیا و آخرت میں عزت و عظمت عطا کی ہے۔ ہر محب اور شیعہ کے دل میں خدا نے آپؑ کا احترام رکھا ہے۔ آپؑ کا احترام صرف حُب داروں کے دلوں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ مخالفین بھی آپؑ کی عظمت کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

آقا دربندی مرحوم لکھتے ہیں: لوگ انبیا و اوصیا کی قسمیں بلادریغ اُٹھانے پر آمادہ ہیں لیکن جب کسی کو حضرت عباسؑ کی قسم کھانے کے لیے کہا جائے تو وہ لرز جاتا ہے۔ لوگ آپ کے نام کی جھوٹی قسم کھانے سے ڈرتے ہیں کیونکہ انھیں معلوم ہے کہ خدا انھیں فوراً رسُوا کر دے گا اور اس طرح کے واقعات ہر شخص دیکھ چکا ہے۔ خدا کو حضرت ابوالفضلؑ سے بڑی محبت ہے۔ جس نے بھی حضرت عباسؑ کے وسیلہ سے دعا مانگی تو خدا نے اُسے گوہرِ مراد سے سرفراز کیا۔

حضرت عباسؑ کے حرم میں روزانہ اس طرح کی قبولیت کے واقعات دکھائی دیتے ہیں۔ لوگ چیخ کر کہتے ہیں کہ عباسؑ کا پرچم بلند رہے۔ اس کے توسل سے خدا نے ہماری دعاؤں کو قبول کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو "باب الحوائج" قرار دیا ہے لہٰذا کوئی بھی شخص آپ کے دَر سے خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔ ہر شخص آپؑ کے روضۂ مبارکہ سے جھولیاں بھر کر آتا ہے۔

علما اور زیارتِ عباسؑ

حضرت ابوالفضلؑ کی زیارت ثوابِ عظیم کا باعث ہے اور ہر دور میں علما اس سے مشرف ہوتے رہے ہیں۔ زیارت کے عنوان پر علما نے کتابیں لکھی ہیں جن میں ابن مشہدیؒ نے المزار الکبیر نامی کتاب لکھی۔ شیخ مفیدؒ اور سید ابن طاوسؒ نے "مزار" نام کی دو کتابیں لکھی تھیں۔

چنانچہ مذکورہ بالا تینوں کتابوں میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت ابوالفضل العباسؑ کی زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ زائر جب حضرتؑ کے مزار پر جائے تو قبرِ اطہر کو بوسہ دے اور قبلہ رُخ ہو کر یہ زیارت پڑھے:

السلام علیك ایها العبد الصالح......

دوسری روایت میں مذکور ہے کہ جب زائر مزار کے احاطہ میں داخل ہو تو

Presented by www.ziaraat.com

قبر اطہر کا بوسہ لے اور کہے: بابی واُمی یا ناصر دین اللّٰه......

علما و مراجع جب بھی حضرت عباسؑ کے مزار پر حاضری دیتے ہیں تو وہ سب سے پہلے حضرتؑ کی دہلیز کو بوسہ دیتے ہیں اور حضرت امام حسینؑ کی زیارت سے مشرف ہوتے وقت بھی مزار کی دہلیز کو بوسہ دیا جاتا ہے۔

مرحوم فاضل دربندی نے اسرار الشہادۃ میں لکھا ہے: شیخ انصاری رضوان اللّٰہ علیہ کی مرجعیت کا دَور تھا۔ کسی نے ان سے کہا کہ شیعہ آپ کی اقتدا کرتے ہیں اور آپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔ جب آپؒ حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں تو اس وقت اگر آپ حضرت ابوالفضل العباسؑ کی دہلیز کا بوسہ لے لیں تو دوسرے شیعہ آپ کی پیروی کریں گے۔ اس کا ثواب آپ کو بھی ملے گا۔

شیخ انصاریؒ نے جواب دیا کہ میں حضرت ابوالفضل العباسؑ کی دہلیز کو بوسہ دیتا ہوں اور حضرت عباسؑ کی دہلیز کا بوسہ تمام معصومینؑ کی دہلیز کے بوسے کے برابر ہے۔

آپؑ صرف حوائج کا دروازہ نہیں ہیں بلکہ آپؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کا بھی دروازہ ہیں۔ یہاں تک ہم نے حضرت عباسؑ کی عظمت کو بیان کیا ہے جب کہ حضرتؑ کی مکمل عظمت کو صرف خدا ہی جانتا ہے۔

اللّٰہ تعالیٰ سے درخواست ہے کہ وہ ہمیں حضرت ابوالفضلؑ کی زیارت سے مشرف فرمائے اور ہمیں آخرت میں آپؑ کے ساتھ محشور فرمائے۔ آمین!

......●......

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

حسینیؑ اصحاب کے چالیس امتیازات

کتاب کے اختتام پر ہم توفیقِ ایزدی سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کے کچھ خصائص کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں اور اس ضمن میں ہم یہ واضح کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے ساتھ شہید ہونے والے شہدا کو انبیاے سابقین، رسولؐ خدا اور امیر المومنین حضرت علی علیہم السلام کے اصحاب پر خصوصی امتیاز عطا کیا ہے۔ حضرت امام حسینؑ کے اصحاب و انصار کو خدا نے جب اتنی فضیلت عطا کی ہے تو نجانے حضرت عباس علمدارؑ کو خدا نے کیا فضیلت دی ہوگی۔ کیونکہ آپؑ امام مظلومؑ کے صرف ایک ساتھی اور مددگار ہی نہ تھے بلکہ آپؑ تمام انصارِ حسینؑ کے سالار تھے۔

اگر ہم الفاظ بدل دیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب انصارِ حسینیؑ تمام انصارِ الٰہی سے افضل ہیں تو ان کا سالار تمام انصارِ خداوندی کے سالاروں سے بھی افضل ہے۔ ذیل میں ہم چند خصائص و امتیازات کی نشان دہی کرتے ہیں:

پہلا امتیاز

اس کائنات رنگ و بو میں کچھ ایسے خوش نصیب بھی ہیں جن سے خدا راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں۔ ایسے لوگ ''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ'' کے مصداق ہیں اور ہم یہ بات یقین سے کہتے ہیں کہ انبیاے کرامؑ اور اوصیاے عظام کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب اس عظیم درجہ پر فائز ہیں۔ چنانچہ، ثواب

Presented by www.ziaraat.com

الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے متعلق منقول ہے: آپؑ اپنے ماننے والوں کو نمازِ فریضہ اور نمازِ نوافل میں سورۂ فجر پڑھنے کی تلقین کیا کرتے تھے اور آپؑ فرماتے تھے کہ یہ سورہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی سورہ ہے اور جو اس سورہ پر مداومت کرے گا تو قیامت کے دن وہ حضرت امام حسینؑ کے درجہ میں ہوگا۔

شرح آیات باہرہ میں مرقوم ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ سورۂ فجر کی آیت یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ...... کے مصداق امام حسینؑ ہیں اور آپؑ قرآن کی اس آیت کے مصداقِ کامل تھے اور آپؑ نفس مطمئنہ اور راضیہ و مرضیہ نفس کے حامل تھے۔ آپؑ کے اصحاب کو بھی یہ شرف حاصل ہے کہ وہ اللہ سے راضی ہیں اور اللہ ان سے راضی ہے۔ یہ سورہ حضرت امام حسینؑ اور آپؑ کے اور آلِ محمدؐ کے شیعوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

دوسرا امتیاز

شہیدانِ کربلا جملہ انبیا و اوصیا کے ساتھیوں سے زیادہ باوفا اور نیکوکار تھے۔

شیخ مفید لکھتے ہیں: امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: ''امام حسینؑ نے شب عاشورا اپنے اصحاب سے خطاب کیا اور ان سے فرمایا: میں نے تمھاری گردن سے اپنی بیعت کا قلادہ اُٹھا لیا ہے۔ تم میں سے جو بھی واپس جانا چاہے میری طرف سے اسے اجازت ہے''۔ اصحاب نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔ سب سے پہلے حضرت عباسؑ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: ''آخر ہم کیوں جائیں؟ کیا اس لیے آپؑ کو چھوڑ دیں کہ ہم آپؑ کے بعد زندہ رہیں۔ خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے کہ ہم آپؑ کے بعد زندہ رہیں۔

اس کے بعد تمام اصحاب نے آپؑ کو اپنی وفاداریوں کا یقین دلایا۔ جب اصحاب اظہارِ خیال کر چکے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

Presented by www.ziaraat.com

''میں نے اپنے اصحاب سے کسی کے اصحاب کو زیادہ وفادار نہیں پایا۔ میں نے کسی کے اہلِ بیت کو اپنے اہلِ بیت سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا نہیں پایا''۔

تیسرا امتیاز

اس جہانِ رنگ و بو میں جتنے بھی افراد نے خدا، دینِ خدا اور انبیا کی مدد کی شہدائے کربلا ان تمام سے افضل تھے۔ چنانچہ زیارتِ ناحیہ میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں:

السلام علیکم یاخیر انصار السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار

''اے تمام انصار سے بہتر افراد! تم پر سلام ہو۔ صبر کرنے والو! تم پر سلام ہو، آخرت کا گھر بہترین گھر ہے''۔

اس کی ایک امکانی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ امامؑ کے اصحاب و انصار کا ایمان بڑا ہی مضبوط تھا اور میدانِ کربلا میں حسینیؑ لشکر اور یزیدی لشکر میں ایک اور ایک ہزار کا فرق تھا۔

علامہ اقبال نے لکھا ہے:

دشمنت چون ریگ صحرا لاتعد

دوستان او به یزداں هم عدد

''آپؑ کے دشمن صحرا کی ریت کی طرح سے لاتعداد تھے اور آپؑ کے دوست یزدان کے ہم عدد تھے'' یعنی ان کی تعداد بہتر تھی کیونکہ یزدان کے عدد بھی بہتر ہیں۔ (اضافہ من المترجم)

تمام اصحابِ حسینؑ کو یقین تھا کہ ہم ظاہری فتح حاصل نہیں کر سکتے اور وہ یہ

Presented by www.ziaraat.com

بات بھی جانتے تھے کہ لشکرِ یزید کی ان سے کوئی ذاتی مخاصمت نہیں ہے۔ اگر وہ حضرت امام حسینؑ کو چھوڑ دیں تو کوئی بھی انہیں کچھ نہیں کہے گا۔ اس کے باوجود انھوں نے وفا کا حق ادا کیا اور اپنی جان مظلومِ کربلاؑ پر نثار کردی۔

واقعۂ کربلا سے قبل حق و باطل کی جتنی بھی جنگیں ہوئی تھیں ان میں اہلِ حق کو اپنی کامیابی کی کچھ نہ کچھ اُمید ضرور تھی لیکن کربلا کی جنگ میں کسی کو بھی ظاہری کامیابی کی اُمید نہیں تھی۔

چوتھا امتیاز

شہدائے کربلا کے نام اور ان کی تعداد پہلے سے لوحِ محفوظ پر لکھی ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ اس تعداد سے کم ہوسکتے تھے اور نہ زیادہ۔ روایات میں مذکور ہے کہ کسی نے ابن عباسؓ کو یہ طعنہ دیا کہ آپ نے حضرت امام حسینؑ کی مدد کیوں نہ کی؟

اس کے جواب میں ابن عباسؓ نے کہا: خدا نے اصحابِ حسینؑ کا پہلے سے فیصلہ کر دیا تھا ان میں نہ کمی ہوسکتی تھی اور نہ ہی زیادتی۔ ان کے اصحاب کے نام اور ولدیت ہمارے پاس پہلے سے لکھے ہوئے ہیں۔

محدث قمیؒ نے نفس المہموم میں لکھا ہے کہ محمد بن حنفیہ نے کہا: امام حسینؑ کے اصحاب کے نام ہمارے پاس ولدیت سمیت لکھے ہوئے ہیں۔

پانچواں امتیاز

شہدائے کربلا بھلائی اور جنت کی طرف سبقت کرنے میں سب سے پیش پیش تھے۔ اوّلین و آخرین میں سے کوئی بھی ان کے درجہ کو حاصل نہیں کرسکتا جب کہ ان سے سبقت کرنا تو دُور کی بات ہے۔ چنانچہ شیخؒ نے تہذیب میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ امیرالمومنین حضرت

Presented by www.ziaraat.com

علیؑ کا کربلا سے گزر ہوا، آپؑ نے فرمایا:

هاهنا مناخ رکابهم ومصارع رجالهم شهداء لا يسبقهم من كان قبلهم ولا يلحقهم من كان بعدهم

"یہاں ان کی سواریاں بیٹھیں گی اور یہاں اس قافلہ کے مرد قتل ہوں گے۔ وہ ایسے شہدا ہیں کہ ان سے پہلے کے شہدا ان سے سبقت حاصل نہیں کرسکیں گے اور ان کے بعد کے شہدا ان سے نہیں مل سکیں گے"۔

بحار میں مرحوم راوندی کے حوالے سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: امیرالمومنین علیہ السلام نے کربلا سے گزرتے ہوئے یہ الفاظ فرمائے تھے:

هاهنا مناخ رکابهم ومصارع عشاقهم شهداء لا يسبقهم من كان قبلهم ولا يلحقهم من كان بعدهم

"یہاں ان کی سواریاں بیٹھیں گی اور یہاں ان کے عشاق قتل ہوں گے۔ ان سے پہلے کے شہدا ان سے سبقت نہ کرسکیں گے اور ان کے بعد کے شہدا ان سے نہیں مل سکیں گے"۔

واضح رہے کہ "عشق" کا لفظ صرف اس روایت میں مذکور ہے اور اس کے علاوہ دو اور روایات میں بھی اس لفظ کو بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ان تین روایات کے علاوہ اور کسی روایت میں یہ لفظ دکھائی نہیں دیتا۔

چھٹا امتیاز

اللہ کے ہاں شہدائے کربلا کا درجہ تمام شہدا سے بلند ہے۔ چنانچہ بحار میں امالی کے حوالے سے بیان ہوا ہے کہ میثم تمارؒ نے جبلہ مکیہ سے کہا تھا:

اے جبلہ! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ قیامت کے دن حضرت حسینؑ بن علیؑ

Presented by www.ziaraat.com

تمام شہدا کے سردار ہوں گے اور ان کے اصحاب کو دوسرے شہدا پر درجہ حاصل ہوگا۔

اس روایت سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ حضرت امام حسینؑ کے ساتھی باقی شہدا سے زیادہ درجات کے حامل ہیں۔

ساتواں امتیاز

شہدائے کربلا اپنے زمانے کے سب سے بڑے عبادت گزار تھے۔ چنانچہ سید ابن طاؤس لکھتے ہیں: حسینی اصحاب نے دس محرم کی پوری رات رکوع و سجود میں بسر کی تھی اور ان کے خیام سے تسبیح و تہلیل کی آوازیں اُٹھ رہی تھیں جیسا کہ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہو۔ اس رات ابن سعد کے لشکر سے بتیس افراد نکل کر امام حسینؑ کے لشکر میں شامل ہوئے تھے۔

سالارِ شہیداں حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عابد تھے۔ چنانچہ العقد الفرید میں لکھا ہے کہ کسی نے امام سجادؑ سے پوچھا تھا کہ آپؑ کے والد کی اولاد اتنی کم کیوں ہے؟

امام سجادؑ نے جواب دیا: اولاد کی کمی پر تعجب نہ کرو، تم ان کے صاحب اولاد ہونے پر تعجب کرو۔ میرے والد روزانہ ایک ہزار رکعات نماز پڑھتے تھے، ان کے پاس بیویوں کے لیے وقت ہی کہاں تھا؟

شیخ مفید نے اپنی کتاب ارشاد میں شب عاشور کے واقعات کے ضمن میں لکھا: دس محرم کی رات امام حسینؑ نے نماز، استغفار، دعا اور تضرع میں بسر کی تھی۔ آپؑ کے اصحاب بھی ساری رات نماز اور دعا و استغفار میں مصروف رہے تھے۔

آٹھواں امتیاز

کربلا کے شہدا تمام لوگوں سے زیادہ پرہیزگار تھے اور ان کے تقویٰ کا یہ

Presented by www.ziaraat.com

ثبوت ہے کہ وہ اگرچہ شہادت کے مشتاق تھے اور عقل بھی ان سے امامؑ کی نصرت کی متقاضی تھی مگر اس کے باوجود جب تک انھوں نے امامؑ سے اجازت نہیں لی تب تک کسی نے میدانِ جنگ میں قدم نہیں رکھا تھا اور جب امامؑ کی طرف سے اجازت ملتی تو وہ میدان میں جاتے تھے۔

نواں امتیاز

کربلا کے تمام شہدا پختہ ارادہ و استقلال کی بلندیوں پر فائز تھے اور ان سے بڑا بہادر آج تک چشمِ فلک نے نہیں دیکھا۔ شب عاشور سب کو یقین تھا کہ ان کی زندگی کی یہ آخری شب ہے اور کل دن چڑھتے ہی وہ شہید ہو جائیں گے۔ لیکن اس حقیقت کو جاننے کے باوجود ان میں نہ تو کوئی اضطراب تھا اور نہ ہی ان پر کوئی پریشانی طاری ہوئی تھی۔ انھوں نے ساری رات دلجمعی سے خدا کی عبادت اور قرآن حکیم کی تلاوت میں بسر کی تھی اور بعض مواقع پر ایک دوسرے سے مزاح بھی کیا تھا۔

دسواں امتیاز

کربلا کے شہدا اَن تھک انسان تھے۔ وہ جانتے تھے کہ شب عاشور ان کی زندگی کی آخری رات ہے۔ اس کے باوجود انھوں نے پوری تسلی اور اطمینان سے خدا کی عبادت کی تھی۔ ابھی ان کی عبادت جاری تھی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے انھیں حکم دیا کہ خیامِ اہلِ بیتؑ اور لشکرگاہ کے گرد خندق کھودی جائے اور اسے لکڑیوں سے پُر کر دیا جائے اور جب صبح ہو تو لکڑیوں کو آگ لگا دی جائے۔

آپ چاہتے تھے کہ کل صبح جب جنگ ہو تو دشمن چاروں طرف سے حملہ نہ کر سکے۔ چنانچہ اصحاب اُٹھے اور امامؑ کے فرمان پر خندق کھودی اور اس کو لکڑیوں سے بھر دیا۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین دن کی بھوک پیاس سے ان کی ہمتیں کمزور نہ ہوئی تھیں اور وہ امامؑ کے حکم پر سخت کام بھی کرنے پر آمادہ تھے۔ صبح ہوئی تو دشمن نے چاروں طرف سے حملہ کرنا چاہا لیکن جب انھوں نے خندق سے آگ کے شعلے بھڑکتے ہوئے دیکھے تو انھیں واپس جانا پڑا۔

گیارہواں امتیاز

کربلا کے شہدا اپنے زمانہ کے نجیب ترین لوگ تھے۔ جیسا کہ مروج الذہب میں مسعودی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی مدد ایک ہزار افراد سے کرائی ہے۔

طالوت کی مدد تین سو تیرہ مجاہدین سے کرائی۔

جنگِ بدر میں رسولؐ خدا کے اصحاب کی تعداد بھی تین سو تیرہ تھی۔

امام مہدیؑ کے اصحاب کی تعداد بھی تین سو تیرہ افراد پر مشتمل ہوگی۔ بقیہ اکسٹھ افراد وہ ہیں جو امام حسینؑ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

علامہ نوری لکھتے ہیں کہ مسعودی کی بیان کردہ یہ تعداد صحیح نہیں ہے کیونکہ کربلا کے شہدا کی تعداد کم از کم بہتر افراد پر مشتمل تھی۔ البتہ مسعودی کے قول کی یہ تاویل کی جاسکتی ہے کہ اس سے بنی ہاشم کے علاوہ دوسرے اصحاب مراد ہوں۔

بارہواں امتیاز

شہدائے کربلا اللہ، رسولؐ اور اہلِ بیتؑ کی محبت میں اخلاص کے اعلیٰ ترین رُتبہ پر فائز تھے۔ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے انھیں لفظ "احبہ" سے تعبیر کیا تھا جیسا کہ تہذیب میں مرقوم ہے: امیرالمومنینؑ دو ساتھیوں سمیت کربلا سے گزرے تو آپؑ رونے لگے اور فرمایا:

Presented by www.ziaraat.com

هاهنا مهراق دمائهم

''یہاں ان کے خون بہائے جائیں گے''۔

طوبیٰ لك من تربة یراق فیها دماء الاحبة

''اے زمینِ کربلا! تجھے مبارک ہو یہاں ہمارے دوستوں کا خون بہایا جائے گا''۔

تیرہواں امتیاز

زمینِ کربلا نے چونکہ تواضع کا مظاہرہ کیا تھا اس کے نتیجہ میں خدا نے اسے عالی قدر شہدا کا مدفن ہونے کا شرف عطا کیا تھا۔

کامل الزیارات میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: زمین کے مختلف ٹکڑوں نے ایک دوسرے پر فخر کیا۔ زمینِ کربلا نے تواضع اور انکساری سے کہا:

میں خدا کی مقدس سرزمین ہوں اور میں بابرکت ہوں۔ میری مٹی اور پانی میں شفا ہے۔ اس کے باوجود میں فخر نہیں کرتی۔ میں اپنے خدا کے سامنے عاجزی اختیار کرتی ہوں اور جو زمین مجھ سے درجہ میں کم ہے میں اس پر بھی فخر نہیں کرتی۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں۔ اللہ نے اس تواضع کا یہ ثمر عطا کیا کہ حضرت امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب کا یہ زمین مدفن بنی۔

چودہواں امتیاز

شہدائے کربلا کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ نے انھیں اپنا بھائی کہا تھا۔ چنانچہ کتاب نفس الرحمٰن میں رجال کشی کے حوالہ سے مرقوم ہے: صہیب بن نجبہ فزاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ ہمارے پاس آئے، ہم نے ان کا استقبال کیا۔ وہ ہمیں کربلا لے گئے۔ جب ہم کربلا پہنچے تو حضرت سلمانؓ نے کہا:

Presented by www.ziaraat.com

هذا مصارع اخوانی هذا موضع رحالهم وهذا مناخ رکابهم وهذا مهراق دمائهم یقتل بها ابن خیر النبیین ویقتل بها خیر الآخرین

''یہ میرے بھائیوں کی شہادت گاہ ہے۔ یہاں ان کا قافلہ اُترے گا اور یہاں ان کی سواریاں بیٹھیں گی اور یہاں ان کا خون بہایا جائے گا۔ یہاں خیرالانبیا کا فرزند شہید کیا جائے گا اور خیرالآخرین ان کے ساتھ شہادت پائیں گے''۔

پندرھواں امتیاز

جس طرح سے حضرت امام حسین علیہ السلام تمام شہدائے اوّلین و آخرین کے سردار ہیں اسی طرح سے شہدائے کربلا بھی باقی تمام شہدا کے سردار ہیں۔ جیسا کہ نفس المھموم میں شیخ ابن نما سے منقول ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

اُمت میرے بیٹے حسینؑ سے جو سلوک کرے گی میں اس سلوک کو گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ وہ میرے حرم اور میری قبر پر پناہ لے گا لیکن اسے پناہ نہیں ملے گی۔ پھر وہ اپنی قتل گاہ کرب و بلا کی طرف سفر کرے گا۔ مسلمانوں کا ایک گروہ اس کی مدد کرے گا۔ وہ قیامت کے دن میری اُمت کے شہیدوں کے سردار ہوں گے۔

سولھواں امتیاز

شہدائے کربلا کو شہیدوں کے سردار، سابقین اور انصار و مہاجرین کا امتیاز حاصل ہے۔ چنانچہ کتاب تحفۃ الزائر میں شہدائے کربلا کی زیارت میں یہ الفاظ کہے گئے ہیں:

انتم سادات الشهداء فی الدنیا والآخرة وانتم السابقون

Presented by www.ziaraat.com

والمهاجرون والانصار

"آپ حضرات دنیا و آخرت میں شہدا کے سردار ہیں اور آپ
حضرات سبقت کرنے والے اور مہاجرین و انصار ہیں"۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سابقین اوّلین اور مہاجرین و انصار کے لیے جو اجر مقرر کیا ہے شہدائے کربلا اس اجر کے حق دار ہیں۔

شہیدانِ وفا نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں سبقت کی تھی اور انھوں نے اپنے گھربار سے ہجرت کی تھی اور فرزندِ رسولؐ کی نصرت کی تھی اسی لیے وہ سابقین بھی ہیں اور وہ مہاجرین و انصار بھی ہیں۔

سترھواں امتیاز

شہیدانِ وفا کا درجہ شہید انبیاؑ اور اولادِ انبیاؑ کے برابر ہے۔ جیسا کہ غیبتِ نعمانی میں لکھا ہوا ہے کہ روزِ عاشور حضرت امام حسینؑ اپنے شہدا کی لاشوں کو اُٹھا کر ایک خیمہ میں رکھتے تھے اور یہ الفاظ فرماتے تھے:

قتلة مثل قتلة النبيين وآل النبيين

"یہ شہدا انبیاؑ اور آلِ انبیاؑ کے شہدا کی مانند ہیں"۔

اٹھارواں امتیاز

شہدائے کربلا سابقہ شہید انبیاؑ اور ان کے سامنے شہید ہونے والوں کے مساوی ہیں۔ حدیث پاک میں بیان کیا گیا کہ قاتلِ امام حسینؑ پر سب سے پہلے اللہ نے لعنت کی۔ پھر فرشتوں نے حضرت امام حسینؑ کے قاتل پر لعنت کی۔ بعدازاں یکے بعد دیگرے تمام انبیاؑ نے قاتلِ حسینؑ پر لعنت کی تھی اور انھوں نے اپنی اولاد اور ماننے والوں کو اس کی وصیت کی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے قاتلِ حسینؑ پر

Presented by www.ziaraat.com

لعنت کی تھی اور بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ وہ بھی اس پر لعنت کریں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قاتلِ حسینؑ پر لعنت کی اور انھوں نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم بھی حضرت امام حسینؑ کے قاتل پر لعنت بھیجو۔ اگر حضرت امام حسینؑ کو پاؤ تو اس کی مدد کرو، کیونکہ اس کی نصرت میں شہید ہونے کو انبیا کے ساتھ شہید ہونے والے کا رُتبہ ملے گا۔

انیسواں امتیاز

زمانۂ رجعت میں شہدائے کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ چنانچہ کتاب "نفثۃ المصدور" میں ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ (بنی اسرائیل:٦) کی آیت کے ضمن میں مرقوم ہے کہ زمانۂ رجعت میں حضرت امام حسینؑ اپنے ستر ساتھیوں کے ہمراہ دوبارہ تشریف لائیں گے۔ آپؑ کے اصحاب اعلان کریں گے کہ لوگو! یہ امام حسینؑ تشریف لائے ہیں۔ اس کے بعد کوئی بھی امامِ زمانہؑ کے ظہور میں شک نہیں کرے گا۔

بیسواں امتیاز

شہیدانِ کربلا کو "اولیاء، اصفیاء، اوداء اور احباء" کے القاب سے یاد کیا گیا ہے۔ جیسا کہ کتاب تحفۃ الزائر میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے صفوان جمال کو زیارت کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: پھر شہدا کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور ان پر ان الفاظ سے زیارت پڑھو:

السلام علیکم یا اولیاء اللّٰہ واحباؤہ السلام علیکم یا اصفیاء اللّٰہ واوداءہ...... السلام علیکم یا انصار دین اللّٰہ...... بابی انتم واُمی طبتم وطابت الارض التی فیھا

Presented by www.ziaraat.com

دفنتم وفزتم والله فوزا عظیما فیالیتنی کنت معکم
فافوز معکم

"اے اللہ کے اولیاء، احباء، اصفیاء، اوداء! تم پر سلام! اے دین خداوندی کے مددگارو! تم پر سلام، میرے ماں باپ تم پر قربان تم خود بھی پاک ہو اور تمھاری وجہ سے وہ زمین بھی پاک ہے جہاں تم دفن ہوئے ہو۔ خدا کی قسم! تم نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی۔ اے کاش! میں تمھارے ساتھ ہوتا تو میں بھی کامیابی حاصل کرتا"۔

اکیسواں امتیاز

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار صحابی حضرت جابر بن عبداللہؓ نے شہدائے کربلا کو اللہ، رسولؐ، امیرالمومنینؑ، حسنؑ و حسینؑ کے شیعہ، طاہر، ہدایت یافتہ اور نیکوکار افراد کا خطاب دیا تھا۔

حضرت جابرؓ چہلم حضرت امام حسینؑ پر کربلا آئے تھے اور انھوں نے شہدائے کربلا کو ان الفاظ سے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے سلام کیا تھا اور کہا تھا:

السلام علیکم یاشیعة رسوله وشیعة امیرالمؤمنین والحسن والحسین السلام علیکم یاطاهرون السلام علیکم یامهدیون السلام علیکم یاابرار......

بائیسواں امتیاز

شہدائے کربلا ایمان کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے اور ان کے نور کی چمک اتنی زیادہ تھی کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں آسمان کے ستاروں سے

Presented by www.ziaraat.com

تشبیہ دی تھی۔ چنانچہ تفسیر فرات میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

ایک مرتبہ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا حسین علیہ السلام کو اُٹھائے ہوئے رسول اکرمؐ کی خدمت میں آئیں۔ آں حضرتؐ نے امام حسینؑ کو اُٹھایا اور سینہ سے لگا کر فرمایا: اللہ تیرے قاتل پر لعنت کرے اور تیرا سامان لوٹنے والے پر لعنت کرے اور اللہ تیرے خلاف اجتماع کرنے والوں پر لعنت کرے۔ اللہ میرے اور تیرے مخالفین کے درمیان فیصلہ فرمائے۔

حضرت فاطمہ زہراؑ نے عرض کیا: بابا جان! اس کی وضاحت فرمائیں۔

آں حضرتؐ نے فرمایا: میرے اس بیٹے پر میرے بعد ظلم وستم کیا جائے گا۔ اس کے ساتھ کچھ لوگ ہوں گے جو کہ آسمان کے ستاروں کے مانند ہوں گے، انھیں قتل کر دیا جائے گا۔ اس وقت گویا میں ان کی لشکرگاہ اور خیام اور ان کی قبروں کو دیکھ رہا ہوں۔

تئیسواں امتیاز

شہدائے کربلا رسول اکرمؐ کے مقربین میں سے ہیں۔ اگر وہ رسول اکرمؐ کے دور میں ہوتے تو آپؐ ان کا احترام کرتے اور ان پر شفقت فرماتے۔ جیسا کہ بحار میں تفسیر ثعلبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب ربیع بن خثیم کو حضرت امام حسینؑ اور ان کے جاں نثار ساتھیوں کی شہادت کی خبر ملی تو اس نے کہا:

> ''تم نے پاکیزہ سیرت افراد کو قتل کیا ہے اگر رسولؐ خدا انھیں پاتے تو ان کی عزت واحترام کرتے اور ان پر شفقت کرتے اور ان پر کرم نوازی فرماتے''۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

چوبیسواں امتیاز

شہیدانِ وفا کو شہادت کا اتنا اشتیاق تھا کہ انھیں تیروں اور نیزوں کے زخموں کا احساس تک نہیں ہوتا تھا۔ جیسا کہ راوندی نے خرائج میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا: میرے نانا جانؐ نے مجھ سے فرمایا تھا: پیارے فرزند! تجھے عن قریب عراق جانا ہوگا۔ یہ وہ زمین ہے جہاں انبیا و اوصیا گئے تھے اور یہ وہ زمین ہے جسے ''عمورا'' کہا جاتا ہے۔ وہاں تجھے شہید کیا جائے گا اور تیرے ساتھ تیرے اصحاب کی ایک جماعت کو بھی شہید کیا جائے گا جو لوہے کی ضرب کو محسوس نہیں کریں گے۔

پھر آں حضرتؑ نے یہ آیت پڑھی تھی:

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ

بعد میں آں حضرتؑ نے فرمایا: ابراہیم علیہ السلام کی طرح سے ان پر اور تجھ پر جنگ ٹھنڈک اور سلامتی میں بدل جائے گی۔

پچیسواں امتیاز

شہدائے کربلا اپنے دین میں اتنے مضبوط تھے کہ وہ کسی عہدہ و منصب کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اور موت سے ذرہ برابر خوف زدہ نہیں تھے۔ رجالِ کشی میں حضرت حبیب بن مظاہرؓ کے حالات میں لکھا ہوا ہے کہ حبیب کا تعلق اس جماعت سے ہے جنھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی مدد کی تھی اور تیروں تلواروں کے زخم کھائے تھے اور وہ لوگ اتنے مضبوط عقیدہ کے مالک تھے کہ انھیں امان اور دولت کی پیش کشیں ہوئی تھیں لیکن وہ جواب میں کہتے تھے کہ ہم رسولؐ خدا کو کیا منہ دکھائیں گے۔ آخر کار وہ پوری جماعت امام حسینؑ کے سامنے شہید ہوگئی۔

Presented by www.ziaraat.com

چھبیسواں امتیاز

شہدائے کربلا خوددار اور غیور لوگ تھے۔ ان لوگوں نے ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دی تھی۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں کیا خوب لکھا ہے:

"حسینؑ بن علیؑ کائنات کے بڑے غیور اور خوددار انسان تھے۔ انھوں نے لوگوں کو غیرت کا سبق دیا اور انھوں نے لوگوں سے کہا کہ ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے"۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کو کئی بار امان کی پیش کش ہوئی تھی مگر آپؑ نے ہر بار اسے پائے حقارت سے ٹھکرا کر انسانی غیرت کو سربلند کیا۔ حضرت امام حسینؑ کے اصحاب آپؑ کے شاگرد تھے۔ انھوں نے بھی اپنے آقا و مولاؑ کی طرح سے دنیا کے تمام مناصب ٹھکرا کر اپنی اعلیٰ ظرفی اور غیرت کا ثبوت دیا تھا۔

ستائیسواں امتیاز

شہیدانِ کربلا کو خدا نے غسل دلوایا اور ملائکہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔ بحارالانوار میں کامل الزیارات کے حوالے سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: مجھ سے میری پھوپھی شہزادی زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا نے بیان کیا۔ انہوں نے اُم ایمنؓ سے روایت کی کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل امینؑ سے سنا کہ جب اہلِ حق کا یہ کاروان اپنی قتل گاہ میں جائے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے دستِ قدرت سے ان کی اُرواح کو قبض کرے گا اور ساتویں آسمان کے ملائکہ کو حکم دے گا کہ وہ یاقوت و زمرد کے برتنوں میں آبِ حیات بھریں اور جنت کی پوشاکیں لے جائیں اور جنت کی خوشبو لے جائیں اور جا کر شہدا

Presented by www.ziaraat.com

کو غسل دیں اور وہ پوشاکیں انھیں پہنائیں اور اس خوش بو سے انھیں حنوط کریں۔ ملائکہ صف در صف ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

اٹھائیسواں امتیاز

اللہ تعالی نے شہدائے کربلا کو وہ مرتبہ عطا کیا ہے کہ رسول اکرمؐ نے ان کے خون کو شیشی میں جمع کیا تھا اور ان کی قبریں بنائی تھیں۔ جیسا کہ شیخ طوسی نے امالی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے: دس محرم کے دن حضرت اُم سلمہؓ گھر میں سوئیں اور پریشان ہو کر اُٹھیں اور رونے لگیں۔ بی بیؑ سے ان کے رونے کا سبب پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ جب سے رسولؐ کی وفات ہوئی ہے آج مجھے ان کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ میں نے ابھی خواب میں رسولؐ خدا کو دیکھا کہ آپؐ کی زلفیں بکھری ہوئی اور غبار آلود تھیں۔

میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپؐ نے یہ کیا حالت بنی ہوئی ہے؟

رسولؐ خدا نے فرمایا: میرا فرزند حسینؑ قتل ہو گیا ہے۔ میں اب تک حسینؑ اور اس کے ساتھیوں کی قبریں کھودنے میں مصروف تھا۔

ابن شہر آشوب مناقب میں لکھتے ہیں: ابن عباسؓ نے کہا کہ میں اپنے گھر میں بیٹھا تھا کہ حضرت اُم سلمہؓ کے گھر سے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ میں نے کان لگا کر سنا تو بی بی کہہ رہی تھیں:

اے دختران عبدالمطلبؑ! نوحے پڑھنے میں میری مدد کرو اور رونے میں میرا ساتھ دو۔ تمھارے آقا و مولا حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے ہیں۔

بی بیؑ سے پوچھا گیا: آپؑ کو یہ بات کس نے بتائی؟

بی بیؑ نے کہا: میں سوئی ہوئی تھی کہ میں نے خواب میں رسولؐ خدا کو دیکھا آپؐ کی زلفیں بکھری ہوئی اور غبار آلود تھیں۔

Presented by www.ziaraat.com

میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپؐ کی زلفیں کیوں بکھری ہوئی ہیں اور غبار آلود کیوں ہیں؟

رسولؐ خدا نے بڑے دکھ سے جواب دیا کہ میرا بیٹا حسینؑ مارا گیا۔ میں اب تک اس کے اور اس کے اصحاب کی قبریں کھودتا رہا ہوں۔

بعدازاں بی بی اُم سلمہؓ اس شیشی کی طرف متوجہ ہوئیں جس میں کربلا کی خاک تھی جو کہ آں حضرتؐ نے انھیں دی تھی اور فرمایا تھا: جب یہ خاک خون میں بدل جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا حسینؑ شہید ہوگیا ہے۔

بی بیؓ نے شیشی کو دیکھا تو وہ خاک خون میں تبدیل ہو چکی تھی۔

انتیسواں امتیاز

شہدائے کربلا نے اپنی شہادت سے پہلے جنت میں اپنے اپنے مقامات کو دیکھ لیا تھا۔ علل الشرائع میں مرقوم ہے: ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: مولاؑ! یہ بتائیں کہ اصحابِ حسینؑ بڑھ چڑھ کر موت کی طرف جانے کے مشتاق کیوں تھے؟

امام علیہ السلام نے جواب دیا: ان کے سامنے سے پردے ہٹا دیے گئے تھے۔ انھوں نے منازل جنت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔ اسی لیے ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ جلد شہید ہو، تا کہ حوروں کو گلے لگائے اور جلدی سے جنت میں داخل ہو جائے۔

تیسواں امتیاز

شہدائے کربلا اتنے عظیم تھے کہ معصوم امامؑ نے انھیں زندگی میں ہی منازلِ جنت دکھا دیے تھے۔

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

نفس المہموم میں قطب راوندی کے حوالے سے ابوحمزہ ثمالیؒ سے روایت کی ہے۔ انھوں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے، آپؑ نے فرمایا:

میرے والد علیہ السلام نے شبِ عاشور اپنے اصحاب کو جمع کر کے خطبہ دیا کہ یہ لوگ صرف مجھے مارنے کے خواہش مند ہیں، انھیں تم سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ تم لوگ میری طرف سے آزاد ہو۔ رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاؤ اور چلے جاؤ۔

امامؑ کے اصحاب نے عرض کیا: ہم آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گے۔

امام حسینؑ نے فرمایا: سن لو، کل کے دن تم سب قتل ہو جاؤ گے اور تم میں سے کوئی زندہ باقی نہیں رہے گا۔

اصحاب نے یہ سنا تو کہا: اس ذات کی حمد ہے جس نے ہمیں آپؑ کے ساتھ قتل ہونے کا شرف دیا۔ اس کے بعد آپؑ نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے اور فرمایا: سر بلند کرو اور دیکھو جب اصحاب نے سر اُٹھا کر دیکھا، انھیں جنت میں ان کے مکانات دکھائی دیے۔

زیارتِ ناحیہ میں یہ الفاظ وارد ہیں: وکشف اللّٰہ لھم الغطاء ''اللہ نے ان کے سامنے پڑے ہوئے پردے اُٹھا دیے تھے''۔

اکتیسواں امتیاز

اللہ تعالیٰ نے کربلا کے شہدا کو یہ امتیاز عطا کیا کہ جیسے ہی وہ شہید ہوئے تو وہ جنت میں داخل ہو گئے اور حور عین سے معانقہ کیا۔

امالی میں سالم سے منقول ہے: ایک شخص نے کہا: میں نے کعب الاحبار سے سنا کہ ہماری کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ اولادِ محمدؐ میں سے ایک شخص قتل ہوگا اور اس

Presented by www.ziaraat.com

کے ساتھ اس کے اصحاب قتل ہوں گے۔ ابھی ان کے گھوڑوں کا پسینہ خشک نہیں ہوا ہوگا کہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے اور حور عین سے ہم آغوش ہوں گے۔

اتنے میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا وہاں سے گزر ہوا۔ ہم نے ان کی طرف اشارہ کیا۔ کعب الاخبار نے کہا: جی ہاں وہ یہی ہے۔

بتیسواں امتیاز

شہدائے کربلا کو خدا نے یہ امتیاز عطا کیا ہے کہ قیامت کے دن وہ کسی حساب کے بغیر جنت میں جائیں گے۔

امالی میں ہرثمہ بن مسلمؒ سے منقول ہے کہ ہم جنگِ صفین میں امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ واپسی پر آپؑ کربلا سے گزرے اور وہاں فجر کی نماز ادا کی۔ پھر آپؑ نے کربلا کی مٹی اٹھا کر سونگھی اور آپؑ نے زمین کربلا سے خطاب کر کے فرمایا:

اے خاک! تیرا مقدر بلند ہے، تجھ سے کئی اقوام محشور ہوں گی جو حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گی۔ سیدھی سی بات ہے کہ کربلا کی زمین سے حضرت امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب کو سب سے پہلے اٹھایا جائے گا اور یہ کسی حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔

تینتیسواں امتیاز

راہِ وفا کے شہیدوں کو خدا نے یہ مقام دیا کہ رسولؐ خدا اور امیرالمومنین حضرت علیؑ نے انھیں اپنے ہاتھوں سے جامِ کوثر پلایا۔

امالی شیخ طوسی میں سدی سے منقول ہے کہ ہم نے ایک شخص کو دیکھا جس سے تارکول کی بدبو آتی تھی۔

Presented by www.ziaraat.com

ہم نے اس سے پوچھا: کیا تو تارکول بیچتا ہے؟

اس نے جواب دیا: نہیں، میں یہ کاروبار نہیں کرتا۔

ہم نے کہا: پھر تیرے وجود سے تارکول کی بدبو کیوں آتی ہے؟

اس شخص نے جواب دیا کہ میں تیل فروش ہوں، میں کربلا میں گیا تھا اور ابن سعد کے لشکر کو تیل بیچتا تھا۔

واقعہ کربلا کے بعد ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ رسولؐ خدا اور امیرالمومنینؑ شہدائے کربلا کو پانی پلا رہے ہیں۔

مجھے بھی پیاس محسوس ہوئی۔ میں نے امیرالمومنینؑ سے پانی طلب کیا۔ انھوں نے مجھے پانی نہ دیا۔ میں نے رسولؐ خدا سے پانی کی درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا: کیا تو وہی نہیں ہے جس نے میرے فرزند کے خلاف دشمنوں کی مدد کی تھی؟

پھر آپؐ نے حکم دیا کہ اسے تارکول پلایا جائے۔ چنانچہ مجھے تارکول پلایا گیا۔ اس وقت سے لے کر آج تک میرے وجود سے تارکول کی بدبو آتی ہے۔

چوبیسواں امتیاز

راہ حق و صداقت کے شہدا کو خدا نے یہ اعزاز بخشا کہ رسولؐ خدا نے ان کا خون ایک شیشی میں جمع کیا تھا۔

کامل ابن اثیر اور تذکرہ سبط ابن جوزی میں ابن عباسؓ سے منقول ہے: روز عاشورا میں سویا ہوا تھا۔ مجھے خواب میں حضرت رسولؐ اکرم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؐ انتہائی غمگین تھے۔ آپؐ کے ہاتھ میں ایک شیشی تھی جو کہ خون سے بھری ہوئی تھی۔

میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! یہ غم و اندوہ کیوں ہے اور خون بھری شیشی کس لیے ہے؟

آں حضرتؐ نے جواب دیا: اے ابن عباسؓ! یہ میرے فرزند حسینؑ اور اس

Presented by www.ziaraat.com

کے ساتھیوں کا خون ہے جسے میں آج جمع کرتا رہا ہوں۔کل قیامت کے دن جب میں خدا کے سامنے فریاد کروں گا تو یہ خون پیش کروں گا۔

صبح ہوئی تو ابن عباسؓ نے لوگوں کو اپنا خواب سنایا۔لوگوں نے وہ تاریخ لکھ لی۔ چند دنوں کے بعد شہادت حضرت امام حسینؑ کی خبر آئی تو وہ وہی تاریخ تھی جو کہ لوگوں کے پاس پہلے سے لکھی ہوئی تھی۔

پینتیسواں امتیاز

کربلا کے شہدا اس لائق تھے کہ امام علیہ السلام انھیں جنت اور نعیم جنت کی بشارت دیں۔

معانی الاخبار میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے: روزِ عاشورا جب جنگ میں شدت پیدا ہوئی اور موت نے اہلِ حق کو گھیر لیا تو امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو بڑی محبت سے دیکھا اور فرمایا:

> "اے شرفازادو! موت بس ایک پُل ہے جسے تم عبور کرو گے تو تمام تکالیف سے نجات پا کر اللہ کی وسیع جنت اور ابدی نعمات میں پہنچ جاؤ گے۔تم میں سے ایسا کون ہے جو زندان سے محل جانے کو ناپسند کرتا ہو۔ جب کہ تمھارے دشمن اس پُل سے گزرتے ہیں تو وہ آباد محل چھوڑ کر زندان اور عذاب میں جارہے ہیں"۔

میرے والد ماجد نے مجھ سے بیان کیا کہ رسولؐ خدا کا فرمان ہے کہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔موت اہلِ ایمان کے لیے جنت کا پُل ہے اور کافروں کے لیے دوزخ کا پُل ہے۔ میں نے نہ تو کبھی جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی مجھ سے جھوٹ کہا گیا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

چھتیسواں امتیاز

شہدائے کربلا بڑے دلیر اور بہادر تھے۔ ان کی دلیری کا اعتراف دشمن کو بھی تھا۔ چنانچہ ابوفراس شرح شافیہ میں لکھتے ہیں: ایک شخص جو کہ ابن سعد کے ساتھ کربلا میں تھا جب اس سے کہا گیا کہ تجھ پر ہلاکت ہو، کیا تو نے بھی ذریت رسولؐ کو قتل کیا تھا؟

اس نے جواب دیا کہ تم نے بڑی مشکل بات پوچھی ہے۔ اگر تم ہمارے ساتھ ہوتے تو تم بھی وہی کچھ کرتے جو کچھ ہم نے کیا تھا۔ ہم کرتے تو کیا کرتے، حسینؑ کے ساتھیوں نے غضب ناک شیروں کے مانند ہم پر حملہ کیا تھا۔ وہ جدھر بھی رُخ کرتے صفوں کی صفوں کو آنِ واحد میں ختم کر دیتے تھے۔ انھیں موت سے کوئی ڈر نہیں تھا۔ اگر ہم خاموش رہتے تو وہ سارے لشکر کو ہی موت کے گھاٹ اُتار دیتے۔ ان حالات میں ہم ان سے جنگ نہ کرتے تو کیا کرتے؟

سینتیسواں امتیاز

شہدائے کربلا حقیقی معنوں میں آزاد تھے۔ وہ لوگ صرف ظالموں کی اطاعت سے ہی آزاد نہ تھے بلکہ وہ خواہشاتِ نفس کی غلامی اور دنیاوی ترغیبات سے بھی آزاد تھے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ○
فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ○ (النازعات، آیات ۴۰-۴۱)

"اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا تو جنت اس کا ٹھکانا ہے"۔

ایک مرتبہ کسی بادشاہ نے اپنی رعیت کے ایک فاضل شخص سے کہا کہ آپ

Presented by www.ziaraat.com

ہمارے پاس کیوں نہیں آتے تاکہ اورلوگوں کی طرح سے آپ کو بھی انعام واکرام مل سکے۔

اس شخص نے جواب دیا کہ میں آپ کے پاس کیوں آؤں، آپ تو میری رعیت کی بھی رعیت ہیں۔

بادشاہ کو غصہ آیا اور کہا: وہ کیسے؟

اس شخص نے کہا: میں نے اپنی خواہشات پر کنٹرول کرلیا ہے۔اب خواہشات میری رعیت بن چکی ہیں جب کہ آپ اس رعیت کی بھی رعیت ہیں۔

اڑتیسواں امتیاز

شہدائے کربلا مقامِ تسلیم پر فائز تھے اور وہ عبودیت کے حقیقی رُتبہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ واضح رہے کہ ''عبد'' ہونا بہت بڑا اعزاز ہے۔ حضرت عیسٰیؑ نے اپنی پہلی گفتگو میں یہ کہا تھا: اِنّی عبدالله...... ''میں اللہ کا عبد ہوں''۔

عبدیت کا نتیجہ بلندی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔حضرت عیسٰیؑ نے زندگی کا آغاز عبدیت سے کیا تو ان کا انجام یہ ہوا کہ خدا نے فرمایا: و رافعك الیّ...... ''عیسٰیؑ! میں تجھے اپنی طرف بلند کرنے والا ہوں''۔

رسولؐ خدا کی دو شانیں ہیں۔پہلی شان عبدیت ہے اور دوسری شان رسالت ہے۔ ہر مسلمان آپ کی ان دونوں شانوں کی نماز میں گواہی دیتا ہے اور کہتا ہے:

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے عبد اور رسولؐ ہیں''۔

آں حضرتؐ کے مقامِ عبدیت کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے آپ کو معراج کرائی اور فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا

Presented by www.ziaraat.com

''وہ ذات پاک ہے جس نے اپنے عبد کو رات کے وقت سیر کرائی''۔(بنی اسرائیل، آیہ ا)

عبدیت کا ثمر عزت و شرف ہے۔اسی لیے حضرت علیؑ کہا کرتے تھے:

کفٰی بی عزًّا ان اکون لک عبدًا

''میری عزت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ میں تیرا عبد ہوں''۔

شہدائے کربلا حقیقی معنوں میں اللہ کے عبد تھے۔

انتالیسواں امتیاز

کربلا کے شہید ''جواں مرد'' تھے۔ اصحاب کہف کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انهم فتية۔ وہ کچھ جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں اضافہ کیا تھا۔

روضہ کافی میں مرقوم ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تمھارے نزدیک ''فتٰی'' کس کو کہتے ہیں؟

آپؑ کے اصحاب نے کہا: فتٰی نوجوان کو کہا جاتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اصحاب کہف تو بوڑھے تھے مگر خدا نے انھیں جوان کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فتٰی کا لفظ صرف جوان کے لیے استعمال نہیں ہوتا بلکہ یہ لفظ اس مومن کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کا دل جوان ہو۔

چنانچہ اصحاب کہف کی طرح سے حضرت امام حسینؑ کے اصحاب میں سے اگرچہ کچھ افراد بوڑھے تھے مثلاً حضرت حبیبؓ، مسلم بن عوسجہؓ، بریر بن خضیرؓ ظاہری طور پر بوڑھے تھے لیکن ان کے دل جوان تھے۔

چالیسواں امتیاز

شہدائے کربلا کو ان کی شہادت کی وجہ سے ابدی زندگی اور خدائی رزق

Presented by www.ziaraat.com

حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے شہدا کے متعلق یہ اعلان کیا ہے:

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ○ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ○ (آل عمران، آیات ۱۶۹ تا ۱۷۱)

"جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انھیں مُردہ نہ سمجھو وہ تو زندہ ہیں اپنے رب کی طرف سے رزق پا رہے ہیں۔ جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انھیں دیا ہے وہ اس پر خوش ہیں اور وہ ان اہلِ ایمان کے لیے بشارت طلب ہیں جو ان کے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں اور ابھی ان سے نہیں ملے ان کے لیے کسی طرح کا کوئی خوف نہیں اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ وہ اللہ کے انعام اور اس کے فضل پر شاداں و فرحاں ہیں۔ اللہ اہلِ ایمان کے اجر کو ضائع نہیں کرتا"۔

جب عام شہدا کا خدا کے ہاں اتنا بڑا مقام ہے تو کربلا کے شہدا جو کہ باقی شہدا کے سردار ہیں۔ خدا جانے کیا مقام ہوگا اور ان کے سالار حضرت ابوالفضلؑ کا خدا کے ہاں کیا مقام ہوگا۔

یقیناً اذہان اس کے تصور سے عاجز ہیں۔ شہیدانِ راہِ وفا حق و صداقت کے اجر کی مقدار کو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

تمت بالخیر والحمدللہ رب العالمین

Presented by www.ziaraat.com